Dave

Poli. Science

سلسلۂ مطبوعاتِ علمیہ جامعۂ عثمانیہ

ڈیموس تھینیز

ST 01
RO

تصنیف

اے۔ ڈبلیو پکارڈ کیمبرج

ترجمۂ

قاضی تجمل حسین (مرحوم)

(بیرسٹر اٹ لا)

سنہ ۱۳۴۵ھ م سنہ ۱۳۳۶ف م سنہ ۱۹۲۷ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

320 پ
12

St 03

JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY
No 5193
Date 25.8.49
SRINAGAR

یہ کتاب مسرز جی۔ پی۔ پٹنم سنس لمیٹڈ لندن کی اجازت سے
اردو میں ترجمہ کرکے طبع و شایع کی گئی ہے

فہرست مضامین

ڈیموس تھینیز

نشان سلسلہ	ابواب	مضامین	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴	۵
۱	باب اول	ڈیموس تھینیز کی نوعمری اور تربیت	۱	۲۴
۲	ضمیمہ باب اول	متعلق بہ تقریرات خانگی	۲۵	۳۰
۳	باب اول	تعلیقات	۳۱	۳۸
۴	باب دوم	یونان از سنہ ۴۰۴ ق۔م سنہ ۳۵۹ ق۔م۔	۳۹	۶۲
۵	"	تعلیقات	۶۳	۶۳
۶	باب سوم	چوتھی صدی قبل مسیح میں سلطنت اتھینز کی حالت	۶۴	۹۳
۷	"	تعلیقات	۹۴	۹۷
۸	باب چہارم	ڈیموس تھینیز کی زندگی عامہ کا آغاز	۹۸	۱۲۵
۹	"	تعلیقات	۱۲۶	۱۲۷
۱۰	باب پنجم	فیلقوس کا عروج	۱۲۸	۱۴۸
۱۱	"	تعلیقات	۱۴۹	۱۵۲
۱۲	باب ششم	جنگ اولنتھس	۱۵۳	۱۹۴
۱۳	ضمیمہ باب ششم	(دربارۂ معاملۂ فارمیو و اپولوڈورس)	۱۹۵	۲۰۲

نشان سلسلہ	ابواب	مضامین	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴	۵
۱۴	باب ششم	تعلیقات	۲۰۳	۲۰۵
۱۵	باب ہفتم	فیلقوس کی جانب پہلی سفارت	۲۰۶	۲۳۰
۱۶	"	تعلیقات	۲۳۱	۲۳۸
۱۷	باب ہشتم	سفارت ثانیہ وصلح فلوکراتیس	۲۳۹	۲۶۷
۱۸	"	تعلیقات	۲۶۸	۲۷۰
۱۹	باب نہم	نام نہاد صلح وتجدید جنگ	۲۷۱	۳۱۹
۲۰	"	تعلیقات	۳۲۰	۳۲۴
۲۱	باب دہم	کیرونیا	۳۲۵	۳۴۷
۲۲	"	تعلیقات	۳۴۸	۳۵۰
۲۳	باب یازدہم	بعد از کرونیا	۳۵۱	۳۷۱
۲۴	باب دوازدہم	یونان بزمان عدم موجودگی سکندر	۳۷۲	۳۹۴
۲۵	باب سیزدہم	معاملہ ہارپالوس وجنگ لامیہ	۳۹۵	۴۲۰
۲۶	"	تعلیقات	۴۲۱	۴۲۳
۲۷	باب چہاردہم	خاتمۃ الکلام	۴۲۴	۴۳۱

JAMMU & KAS[illegible] UNIVERSITY
LIBRARY
5193
25-8-49.
SRINAGAR

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈیموس تھنیز

باب اول

آزادی کے لئے اہل یونان قدیم کی آخری جدوجہد اور اس جدوجہد میں ڈیموس تھنیز کا جو کارنامہ ہے یہی اس کتاب کا موضوع لہ ہے۔ ہم کو معلوم ہوگا کہ ڈیموس تھنیز ایک طرف تو اپنے ملک کے بیرونی دشمنوں، یعنے فیلقوس سکندر اینٹی پیٹر وغیرہم کے مقابلہ میں سینہ سپر ہے اور دوسری طرف ان مقرروں اور سب سے بڑھ کر اپنے عمر بھر کے معارض اسکینز کا مقابلہ کر رہا ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے مقدونیہ کی روز افزوں طاقت کی مقاومت کو بری نظروں سے دیکھتے تھے۔

یہ دعویٰ نہیں کیا جاتا کہ ہر محل اور ہر موقع پر ڈیموس تھنیز کی روش قابل ستائش یا الزام سے بری تھی لیکن چونکہ وہ ایک بہت ہی نازک زمانہ میں اپنے اہل ملک کے بہترین روایات اور جذبات کی باحسن طریق ترجمانی کرتا اور مسلسل طور پر ایسی فصیح و بلیغ تقریروں میں ان کا اعادہ کرتا رہا جن کی فصاحت و بلاغت نہ صرف مضمون تقریر کے شایان شان تھی بلکہ ان میں کی بہترین تقریروں کی فصاحت و بلاغت پر آج تک کوئی فوق نہ لیجا سکا اس لئے وہ اقوام عالم کے ان اعاظم رجال میں ممتاز جگہ پانیکا حق رکھتا ہے۔

جن کی یاد بنی نوع النسان کا بہترین ذخیرہ ہے۔

خطیب ڈیموس تھینز ڈیموس تھینز ساکن پینیا کا بیٹا تھا۔ یہ قصبہ شہر ایتھنز سے دس میل کے فاصلہ پر کوہ ہمیٹس کے مشرقی دامن میں واقع تھا۔ ڈیموس تھینز کی ماں کا نام کلیوبولی تھا جو گیلون ساکن کرامیس کی بیٹی تھی۔ بقول اسکینز یہ گیلون اٹیکا سے اس وجہ سے خارج البلد کر دیا گیا تھا کہ وہ قصبہ نمفیم کو دشمنوں کے حوالہ کر دینے کے الزام سے اپنی بریت پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکا تھا۔ یہ قصبہ ایتھنز کے زیر اقتدار تھا اور سمیریئی باسفورس کے مغربی ساحل پر پینتی کا بیم پر واقع تھا (اسکے ہر چہار جانب وہ زرخیز کشت زار واقع تھے جہاں سے ایتھنز اپنے لئے ضروریات غلہ کی ایک معتد بہ مقدار حاصل کرتا تھا) ایتھنز سے خارج البلد ہونے کے بعد گیلون سمیریئی باسفورس کے حوالی میں سکونت پذیر رہا جہاں مشرقی ساحل پر اسے شہزادگان اسپارٹوسی ڈی سے وہ مقام ملا جو کی پوٹی یعنے "باغ" کے نام سے موسوم تھا (یہ اسپارٹوسی ڈی وہی شہزادے تھے جو اس لیگ (معاقدے) پر حکمراں تھے جس کے تحت میں آبنائے کے دونوں جانب کے شہر متحد ہو گئے تھے) گیلون نے یہاں ایک متمول عورت سے شادی کر لی جس کی نسبت یہ کہا جاتا تھا کہ وہ سیتھین نسل سے تھی۔ اس شادی سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جنہیں گیلون نے ایتھنز بھیج دیا جہاں ایک نے تو ڈیموشارس ساکن ایتھنز سے شادی کی اور دوسری ڈیموس تھینز اکبر کے عقد میں آئی اور خطیب ڈیموس تھینز کی ماں بنی۔

گیلون پر اس اتہام غداری سے متعلق صحیح واقعات یقینی طور پر دریافت نہیں ہو سکتے۔ لیکن اغلب یہ ہے کہ گیلون کا جرم صرف اس قدر تھا کہ جنگ پلوپونیس کے اختتام کے قریب جبکہ اہل ایتھنز میں اس قدر قوت باقی نہیں رہی تھی کہ وہ اپنے دور افتادہ مقبوضات کا پورے طور پر بندوبست کر سکیں، اس نے قصبہ نمفیم کو شہزادگان اسپارٹوسیڈی کے طاقتور اور دوستانہ ہاتھوں میں دیدیا جنکے دوستانہ تعلقات صدیہا بعد میں ایتھنز کے لئے بہت ہی کار آمد ثابت ہوئے۔ اس عاقلانہ روش کو ایتھنز میں آسانی سے غلط پیرایہ میں ظاہر کیا گیا ہوگا اور یہی وجہ گیلون کے مجرم قرار پانے کی ہوئی ہوگی۔ گیلون کو غالباً جرمانہ کی سزا دی گئی اور تا ادائی جرمانہ

جلا وطن رہنے کا حکم ہوا۔ خود ڈیموس تھینز کا یہ بیان ہے کہ اس کے نانا گیلون کے ذمہ ایک زمانہ میں حکومت کا روپیہ ضرور باقی تھا مگر وہ قرض اس کی وفات کے پیشتر صاف ہو گیا تھا اور یہاں تک ممکن ہے کہ گیلون نے اپنے آخری ایام زندگی اتھینز میں ہی بسر کئے ہوں۔ اسکینز یہ بھی طعنہ دیتا ہے کہ ڈیموس تھینز کی ماں ستھیا قوم کی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے بیان میں مبالغہ ہو اور گیلون کی بی بی کسی ایسے یونانی کی لڑکی ہو جس نے نام نہاد "ستھیا" میں سکونت کر لی ہو۔ بہر حال اگر وہ در اصل ستھیا قوم کی نسل سے ہی تھی تو بھی یہ امر اہل اتھینز کی نظر میں کوئی بڑا عیب نہیں تھا اگر گیلون کی لڑکیاں یوکلیڈیس کے عہد (سنہ ۴۰۳-۲) کے پیشتر پیدا ہوئی تھیں تب تو قانوناً ان کا وہی درجہ تھا جو خالص اتھینز کے ماں باپ کی لڑکیوں[1] کا ہوتا اور یہ امر تو مشکوک ہے کہ ایک یونانی باپ اور غیر ملکی ماں کی اولاد کے درجہ میں کبھی بھی در اصل کوئی بحث و حجت ہوئی ہو۔ خواہ وہ یوکلیڈیس کے عہد حکومت کے بعد ہی کیوں نہ پیدا ہوئی ہوں۔ چونکہ نمفیم کی حوالگی کی تاریخ یقینی طور پر متیقن نہیں ہو سکتی اس لئے کلیوبو کی حیثیت غیر متیقن رہتی ہے مگر یہ اغلب ہے کہ وہ ڈیموس تھینز کی پیدائش کے وقت بائیس سال سے زیادہ عمر کی نہیں تھی۔

ڈیموس تھینز کلاں کے پاس بہت بڑی تعداد غلاموں کی تھی اور اسکی وفات کے وقت ان میں سے تینتیس غلام چاقو چھری وغیرہ کا کام کرتے تھے اور اس وجہ سے وہ "چاقو بنانے والا" مشہور تھا اور بیس غلام کوچ بناتے تھے اور نیز اس کا بہت سا روپیہ سودی قرضہ میں لگا ہوا تھا۔ ڈیموس تھینز کے تخمینہ کے بموجب اس کے باپ کی جائداد چودہ ٹیلنٹ کے قریب تھی اور اس جائداد کی وجہ سے ڈیموس تھینز بڑا مالدار خیال کیا جاتا تھا۔ اس نے سلطنت کے وہ خدمات جو بہ حیثیت ایک شہری کے اس کے ذمہ تھے محض رسمی طور پر نہیں بلکہ فیاضانہ طور پر سر انجام دیئے تھے اور اپنے ہمعصروں میں وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

ڈیموس تھینز مقرر غالباً سنہ ۳۸۴ ق م میں پیدا ہوا[2] اور سنہ ۳۷۶ ق م میں جب وہ

---

[1] ڈیموس تھینز (کتاب ایوبیولیڈیم ۳۰) پلوٹارک ڈیموس تھینز کے ستھیا نسل سے ہونے کی تصدیق نہیں کرتا۔

[2] تعلیق-۲-

صرف آٹھ برس کا تھا اس کے والد کا انتقال ہوگیا۔ وہ ڈیموس تھنیز مقرر، اس کی ماں اور ایک پنجسالہ لڑکی کو اپنا وارث چھوڑ گیا اور اپنی تمام جائداد و معاملات کا نگران اپنے بھتیجے افوبس اور اپنے بھانجے ڈیمافن (بپسر ڈیمین) کو مقرر کر گیا اور انکے ساتھ اپنی مدت العمر کے دوست تھریپیڈیس (ساکن پینیا) کو بھی شریک انتظام کر دیا۔[1] اس نے یہ وصیت کی کہ اس کا بھتیجا افوبس اس کی بیوہ (دیماستھنس مقرر کی ماں) سے جو ابھی جوان تھی شادی کرلے اور اسی مینا جہیز میں پاوے ڈیموس تھنیز کے بلوغ تک اس کے مکان و سامان خانہ داری و آرائش کو بھی استعمال میں رکھے اور ڈیموس تھنیز مقرر کی چھوٹی بہن جو ہنوز خرد سال تھی ڈیمافن سے منسوب کیجائے اور اسے دو ٹیلنٹ ورثہ میں ملے۔ تھریپیڈیس کو ڈیموس تھنیز کے بلوغ تک ستر مینے کا سود ملتا رہے اور بقیہ تمام جائداد کا انتظام ڈیموس تھنیز کے نفع کے لئے ہو مگر یہ تینوں ولی جائداد کو اپنے ذاتی فوائد کی غرض سے خراب کرتے رہے اور وصیت کی کچھ پروا نہ کی۔ اگر اس جائداد کا ان ہدایات کے مطابق انتظام ہوتا تو ڈیموس تھنیز کو دس برس بعد زیادہ نہیں تو کم سے کم بیس ۲۰ ٹیلنٹ کی جائداد کی معقول طور پر توقع ہوسکتی تھی۔ لیکن جائداد جب اسے حوالہ کی گئی تو اس کی مالیت ستر مینا سے زیادہ نہ تھی یعنے اس کے باپ کے انتقال کے وقت اس جائداد کی جو قیمت تھی اس کا بارھواں حصہ دی گئی تھی۔[2] اس کی جائداد کے انتظام کی تو یہ ابتر حالت تھی اب خود اس کی ذات کو دیکھنا چاہئے کہ اس کا کیا حال تھا۔ وہ ایک ضعیف القوی اور نحیف الجثہ لڑکا تھا اور کچھ مریض سا معلوم ہوتا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس کی ماں نے اسے مردانہ ورزشوں میں مصروف رہنے سے منع کر دیا تھا جو ایتھنز کے نوجوانوں کی تربیت کا ایک ضروری جز تھیں۔ اس کی لاغری پر دوسرے لڑکے ہنسا کرتے تھے اور اسکنیز تو اس وقت بھی جب یہ دونوں تقریباً بوڑھے ہوگئے تھے اسے اپنے ایام نوجوانی میں جسمانی

---

[1] ڈیموس تھنیز کے ولی اور ان کے برتاؤ کا حال افوبس کی مخالف تقریروں پر مبنی ہے۔

[2] تعلیق - ۲

ورزشوں سے لاپروا رہنے اور شکار سے غفلت کرنے کے بارے میں طعنہ دیا کرتا تھا۔ اس سے غالباً ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ تنہائی پسند اور میل جول سے متنفر ہو گیا تھا۔ ممکن ہے کہ ابتدائی نشو و نما کے اس نقص کی وجہ سے اس میں ایک قسم کی خشونت پیدا ہو گئی ہو جسے بڑھا چڑھا کر دکھانے میں اس کے زمانۂ مابعد کے معاندین کوتاہی نہیں کرتے تھے اور شاید یہی وجہ تھی کہ وہ ان تمام سیر و تفریح کو جن میں اس کے اکثر ہمعصر و رفقا مصروف رہتے تھے، بیجا طور پر بیکار اور بے مصرف خیال کرتا تھا۔ دماغی تعلیم و تربیت کی نسبت اس کا بیان ہے کہ وہ ان مدرسوں میں جاتا تھا جو ایک شاندار آدمی کے لڑکے کے مناسب حال تھے۔ اگرچہ دوسرے مقام پر وہ افوبس پر یہ الزام لگاتا ہے کہ اس نے اس کے استادوں کو معاوضہ نہیں دیا۔ یہ ضرور ہے کہ اسکینز نے اسے بار بار غیر تعلیم یافتہ ہونے کا طعنہ دیا ہے مگر سیاق عبارت سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس سے اسکینز کا منشا محض علم مجلس اور مذاق صحیح کی کمی سے تھا نہ کہ دماغی اور ذہنی تعلیم و تربیت سے۔ اس میں جس حد تک واقعی ان خوبیوں کی کمی تھی وہ محض ابتدائی ایام میں میل جول سے علیحدہ ہونے کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے ورنہ مذاق سلیم کی کمی تو خود اس کے طعنہ دینے والے مخالف اسکینز میں بھی بہت کچھ پائی جاتی ہے۔ پلوٹارک کا بیان ہے کہ ڈیموس تھینز نے ایک فصیح البیان مقرر بننے کا عزم لڑکپن ہی میں کر لیا تھا اور کیلسٹریٹس کی قدر افزائی کو دیکھکر اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ کیلسٹریٹس کی تقریر کے سننے کا اسے مجلس میں اس وقت موقع ملا ہوگا جب وہ اوروپس کو حوالۂ دشمن کرنے کے الزام عذاری سے اپنی بریت میں تقریر کر رہا تھا[1]۔ پلوٹارک کا قول ہے کہ "جب اس نے ایک انبوہ کو کیلسٹریٹس کی معیت میں چلتے اور اسے مبارکباد دیتے دیکھا تو اس کی شہرت اسے بہت بھلی معلوم ہوئی اور اس کی فصاحت پر اور بھی متحیر ہوا کیونکہ اس نے یہ دیکھا کہ کیلسٹریٹس

---

[1] یہ پلوٹارک کا بیان ہے مگر چونکہ اوروپس سے متعلق مقدمہ کی تقریر ۳۶۶ سنہ ق م سے قبل نہیں ہو سکتی تھی اس لئے جس تقریر سے ڈیموس تھینز کو یہ خبط ہوا وہ غالباً اس سے پہلے کی کوئی تقریر ہوگی۔

لوگوں کے جذبات پر قادر ہونے اور قابو رکھنے کا خلقی ملکہ رکھتا تھا۔ اسی وقت سے اس نے اور تمام مضامین کی تعلیم اور اپنے لڑکپن کے جملہ اشغال کو خیرباد کہکر بہت محنت سے تقریر کرنے کی مشق شروع کردی اور یہ عزم کرلیا کہ کسی دن وہ خود بھی ایک فصیح البیان مقرر ہو جائے گا۔ اس روایت کی جو کچھ بھی اصلیت ہو لیکن یہ ضرور ہے کہ ڈیموس تھینز کو کیلسٹریٹس کی جلاوطنی (۳۶۱ ق م) سے پیشتر اس کی تقریر کے سننے کا موقع اکثر ملا ہوگا اور اس کے مثل ہونے کا شوق بھی پیدا ہو گیا ہوگا۔

جب ڈیموس تھینز کچھ بڑا ہوا تو اسے لازمًا اپنے ولیوں کی جانب سے اپنے معاملات کی بدانتظامی کا حال معلوم ہوا ہوگا۔ اور اس نے بحالی یا حرجہ کے دعوے کا عزم کرلیا اور موسم گرما ۳۶۶ ق۔ م۔ میں بالغ ہوتے ہی اپنے ولیوں پر علیحدہ علیحدہ خیانت کا دعویٰ دائر کردیا اور ہر ایک ولی سے دس دس ٹیلنٹ کا دعویدار ہوا۔ اپنے اس مقدمہ کی ترتیب میں اس نے آئیسیوس سے مدد لی جو اس زمانہ میں ترکہ کی نزاع میں سب سے زیادہ ماہر اور ہر ایک ممکن دلائل کو بہترین پیرایہ میں اور نہایت خوش اسلوبی سے اپنے موقع پر پیش کرنے میں لاثانی تھا۔

ہمیں صرف اس مقدمہ کے جس میں افوبیس مدعی علیہ تھا کچھ حالات مل سکے ہیں اور یہی مقدمہ سب سے پہلے پیش ہوا تھا۔ یہ مقدمہ اول تو ثالثی کے سپرد ہوگیا۔ افوبیس نے ڈیموس تھینز کو اس پر راضی کیا کہ فیصلہ واقف کار اشخاص کے سپرد ہو اور رواج کے مطابق ایک ایک پنچ دونوں فریق مقرر کریں اور ایک پنچ دونوں فریقوں کی رضامندی سے مقرر ہو۔ قانون ایتھنز کی رو سے ہر فریق اس کا مجاز تھا کہ پنچایت کا فیصلہ صادر ہونے کے قبل پنچایت سے انکار کردے اور افوبیس نے یہ دریافت ہونے پر کہ فیصلہ اس کے خلاف ہوگا اس قانون سے نفع اٹھا کر پنچایت سے کنارہ کشی اختیار کی۔ تب یہ معاملہ ایک سرکاری ثالث کے سامنے پیش ہوا۔ یہ سرکاری ثالث ہر سال کے جوریوں میں سے بذریعۂ قرعہ اندازی کے منتخب ہوتا تھا۔ افوبیس نے مختلف ترکیبیں کیں لیکن سب رائگاں گئیں اور ثالث نے اس کے خلاف رائے دیدی لیکن خود آخری فیصلہ صادر کرنے کے بجائے اپنے اختیار تمیزی کے بموجب اس مقدمہ کو

عدالت کے سپرد کیا۔ یہ مقدمہ عدالت کے سامنے سنہ ۳۶۴ کے آخر یا سنہ ۳۶۳ کے شروع میں پیش ہوا مگر مقدمہ شروع ہونے کے چار پانچ دن پہلے افوبیس انصاف سے بچنے کے لئے اپنے دوستوں کی مدد سے ایک شاطرانہ چال چلا۔ ایتھنز کے قانون بحری کی رو سے بوقت ضرورت ایک جنگی کشتی کو ساز و سامان سے درست کر کے لڑائی میں لیجانا کسی ایک ہی مالدار شہری یا مشترکہ طور پر چند شہریوں کے ذمہ ہوتا تھا، لیکن اگر کوئی شہری یہ خیال کرے کہ کسی دوسرے شہری کو بوجہ زیادہ مالدار ہونے کے یہ خدمت انجام دینی چاہیئے (جو ایک گراں خدمت تھی) تو اسے اختیار تھا کہ اس دوسرے شہری سے مطالبہ کرے کہ یا تو اس خدمت کو وہ اپنے ذمے لے ورنہ اپنی املاک کا اس کی املاک سے تبادلہ کر لے۔ اسی زمانہ میں افوبیس کے ایک دوست تھریسیلاکس اور ایک دوسرے شخص کو مشترکہ طور پر یہ خدمت سپرد ہوئی تھی اور تھریسیلاکس کے خدمات کے صرف کا تخمینہ بیس مینا ہوا تھا اور اس کے شریک (یا کسی تیسرے شخص یعنے کسی ٹھیکہ دار) نے اس رقم کی ادائی پر تھریسیلاکس کی خدمات کے سرانجام کرنے کا ذمہ لیا تھا۔ تھریسیلاکس بغیر کسی دقت کے اس پر آمادہ کر لیا گیا کہ ڈیموس تھینز سے جائداد کے بدل لینے یا کشتی سازی میں شریک ہونے کا مطالبہ کرے اس تبادلۂ املاک کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ڈیموس تھینز کے جملہ حقوق و دعاوی اور اس کے ساتھ اپنے کسی ولی پر مقدمہ چلانے کا حق تھریسیلاکس کی طرف جو افوبیس کی سازش میں تھا منتقل ہو جاتا اور ڈیموس تھینز کے پاس اپنے کسی ولی کے خلاف چارہ جوئی کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہتا جو جائداد ڈیموس تھینز کو فی الواقع ملی تھی وہ اس بار کو برداشت کرنے کے لئے بالکل ہی ناکافی تھی اس لئے ڈیموس تھینز نے یہ ارادہ کیا کہ فی الحال تو وہ تبادلۂ املاک کو مشروط طور پر منظور کر لے اور بعد کو یہ معاملہ ان حکام مجاز کے روبرو پیش کرے جو اس کا آخری فیصلہ کریں گے کہ یہ خدمت اس پر عائد ہو یا تھریسیلاکس پر اور اپنے مخالف کی بددیانتی کو ثابت کر دینے سے اسے مرافعہ میں کامیابی کی امید تھی تبادلۂ املاک منظور کرنے پر تھریسیلاکس کو اس کا حق تھا کہ وہ ڈیموس تھینز کی جائداد کا معائنہ اور تخمینہ کرے اور جب وہ معائنہ کرنے آیا تو اس نے اور اس کے بھائی میڈیاس نے

جس کا ذکر آگے زیادہ آوے گا قصداً ڈیموس تھینز کے مکان کو نقصان پہنچایا اسکی چھوٹی بہن کی موجودگی میں فحش الفاظ استعمال کئے اور خود اس کو اور اس کی ماں کو ہر قسم کی گالیاں دیں اور سب سے بڑھکر یہ کیا کہ ڈیموس تھینز کے تینوں سابق ولیوں کو تمام دعاوی سے بری کر دیا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کارروائی سے ایتھنز میں کچھ ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ اب چونکہ وقت بہت تنگ تھا اور چند ہی روز میں افوبیس کے خلاف مقدمہ پیش ہونے والا تھا اس لئے ڈیموس تھینز نے تبادلۂ املاک کی تجویز کو نامنظور کر دیا اور تھریسیلاکس کو بیس مینا ادا کر دیا، اگرچہ اسے اپنا مکان اور کچھ جائداد رہن رکھنا پڑی۔ اس نے بعد کو میڈیاس پر فحش بکنے کا دعویٰ کیا اس نے اس کی کچھ پیروی نہیں کی اور مقدمہ اس کے خلاف فیصل ہو گیا مگر وہ ہرجہ جو عدالت نے تجویز کیا تھا ڈیموس تھینز کسی طرح اس سے وصول نہ کر سکا۔

افوبیس کے خلاف مقدمہ کی ڈیموس تھینز نے خود ہی پیروی کی۔ اس نے اپنی ابتدائی تقریر میں بہت ہی سلجھے ہوئے الفاظ میں اصلی جائداد کی مالیت اور اپنے ولی سرپرستوں کے انتظامات کی خرابی اور وصیت کے ہدایات سے انکی لاپروائی اور خلاف ورزی کو بیان کیا۔ ایک دوسری تقریر میں اس نے مختصر و دلگیر الفاظ میں ایک عذر کا جواب دیا جو افوبیس نے ایسے آخر وقت میں پیش کیا تھا کہ اس کے مقابلہ میں کسی شہادت کے پیش کرنے کا موقع نہیں رہا تھا۔ خاتمۂ تقریر میں اس نے بہت ہی موثر الفاظ میں جوری کی توجہ خود اپنی اور اپنی بہن کی حالت کی طرف منعطف کی جس کی شادی کے حصہ کا انحصار اب اسی پر (ڈیموس تھینز پر) ہو گا۔

افوبیس کے جرم میں کوئی شک نہیں معلوم ہوتا۔ اگر وہ بے قصور ہوتا تو اس کا معاملہ بہت سیدھے اور صاف طریقہ سے طے ہو سکتا تھا بلکہ اس کے بعد کی کارروائی سے اس کی دیانت کے خلاف سخت بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ جوری نے افوبیس کو مجرم قرار دیا۔ افوبیس کے بہنوئی (یا سالے) انیٹور نے جو اساکیئس کا شاگرد تھا، جوری سے یہ التجا کی کہ رقم ہرجہ صرف ایک ٹیلنٹ قرار دیجائے اور اس نے خود اس کی ادائی کی ذمہ داری کا وعدہ کیا، مگر جوری نے

ڈیموس تھینز کو دس ٹیلنٹ دلایا۔ یعنے کل دعویٰ منظور کرلیا۔ افوبیس اس رقم کے ادا کرنے کے بجائے قصبۂ میگارا کو چلا گیا اور وہاں بحیثیت ایک غیر ملکی باشندہ کے سکونت اختیار کرلی۔ اگرچہ ڈیموس تھینز اس کا مجاز تھا کہ افوبیس کی جائداد پر قبضہ کرلے مگر حکومت سے کسی معاوضۂ مقرر کردۂ عدالت کی وصولی میں فوری مدد نہیں ملتی تھی۔ افوبیس اپنی روانگی سے پہلے وصولی معاوضہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کی ہر ایک ممکن تدبیر کرگیا تھا۔ اس نے اپنا مکان اُجاڑ ڈالا دروازے اُکھاڑ ڈالے اور شراب کے خم کو توڑ ڈالا تھا۔ اور اپنے غلاموں کو کسی دوسری جگہ ہٹا دیا۔ اس نے اپنی ایک مملوکہ عمارت اپنے دوست ایسیس کے اور اپنی ایک اراضی اینیٹور کے نذر کردی تاکہ ڈیموس تھینز اگر اس جائداد پر قبضہ کرنا چاہے تو ان اشخاص کے خلاف مقدمہ کرنے پر مجبور ہو۔ علاوہ اس کے وہ ایک ایسی چال چلا کہ اگر اس میں کامیابی ہوجاتی تو اسکے خلاف اس مقدمہ کا فیصلہ عملاً رد ہوجاتا۔ اس نے ڈیموس تھینز کے ایک گواہ فینس پر دروغ حلفی کا مقدمہ چلا دیا اور اس مقدمہ کی تیاری میں (اور بقول ڈیموس تھینز جھوٹی شہادت فراہم کرنے میں بھی) اینیٹور نے اس کی مدد کی۔ ڈیموس تھینز نے فینس کی جانب سے پیروی کی اور اس کی بریت ثابت کرنے میں اسے کچھ دقت پیش نہیں آئی، مگر ڈیموس تھینز کی مصیبتوں کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا تھا کیونکہ جب اس نے (حسب استحقاق) افوبیس کی ایک اراضی پر قبضہ کرنا چاہا تو اینیٹور نے یہ دعویٰ کرکے کہ اسے اس زمین پر مرجح حق حاصل ہے ڈیموس تھینز کو بیدخل کردیا اور وہ اینیٹور کے خلاف چارہ جوئی پر مجبور ہوا۔ یہ مقدمہ سنہ ۳۶۲ ق م میں ہوا اس کے نتیجہ کا پتا نہیں چلتا مگر ڈیموس تھینز نے افوبیس اور اینیٹور کے درمیان سازش ہونے کا جو ثبوت پیش کیا وہ قطعی معلوم ہوتا ہے اور اس لئے وہ بلاشک و شبہ کامیاب ہوا ہوگا۔

منجملہ ان تقریروں کے جو ڈیموس تھینز نے اپنی جائداد کے واپس لینے کی کوشش کے دوران میں کیں۔ پانچ تقریریں ہم تک پہنچی ہیں ان کا انداز ایسیس کے انداز سے بہت ہی ملتا ہوا ہے۔ ان کے بعض جملے اور اینیٹور کے خلاف پہلی

تقریر کا وہ کل ٹکڑا جو جبریہ شہادت کی وقعت کے بارے میں ہے لفظ بلفظ استاد کی تقریر سے لیا گیا ہے۔ بایں ہمہ اس کی ان تقریروں سے بھی یہ پتا چل گیا ہوگا کہ یہ مقرر آگے چل کر ایسیس سے بھی بہتر تقریریں کرنے لگے گا۔ مضمون زیر بحث پر پورے طور پر حاوی ہونے، واقعات کو صاف طور پر بیان کرنے، سلسلۂ بیان اور دلائل کو نہایت خوش اسلوبی سے باہم پیوست کرنے، نہ صرف باضابطہ ثبوت پیش کرنے بلکہ قیاسات و قرائن سے نتائج اخذ کرنے کی قابلیت رکھنے میں (جیسا کہ انیٹور کے خلاف تقریروں میں خصوصیت سے ظاہر ہوا) ڈیموس تھنیز اپنے استاد کا متبع ہے مگر اپنے دوسرے مضامین کی فصاحت کے اعتبار سے اس کا پایہ اپنے تمام پیشروؤں سے بلند ہے۔ اگرچہ وہ فقرے جن میں اس نے سخت غصہ کا اظہار کیا ہے بالکل طبعی معلوم ہونے کے بجائے مصنوعی معلوم ہوتے ہیں اور باقی حصۂ تقریر سے جس کا انداز ذرا بے کیف و یکساں سا ہے ممیز نظر آتے ہیں مگر ان فقروں سے بھی اس قوت بیان کا پتا چلتا ہے جو مقرر میں موجود تھی اور جس کا ہنوز خود اسے پوری طرح علم نہیں تھا اور جس پر اسے ابھی پوری پوری قدرت نہیں حاصل ہوئی تھی لیکن جس میں ترقی کی قابلیت صاف نمایاں تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس غیظ و غضب کی وجہ سے جو اپنے ولی سرپرستوں پر حملہ کے دوران میں اس سے ظاہر ہوا، اس کا عرف آرگاس ہو گیا جو ایک بہت زہریلا سانپ ہوتا ہے اور یہ امر خلاف قیاس نہیں کہ شروع زندگی کے ان تلخ تجربات کی وجہ سے اس میں وہ خشونت پیدا ہو گئی تھی جو بعد کے ایام میں ہیجان جذبات کے وقت ہمیشہ ظاہر ہوا کرتی تھی۔

ہمیں یہ پتا نہیں چلتا کہ ڈیموس تھنیز نے تھریپیڈیز اور ڈموفن سے کن شرائط پر معاملہ طے کیا یا ان سے کچھ معاملہ طے بھی ہوا یا نہیں مگر یہ قیاس میں نہیں آتا کہ افوبیس کے خلاف فیصلہ صادر ہونے کے بعد ان دونوں نے ڈیموس تھنیز سے کچھ معاملہ طے کر لینے کی کوشش نہ کی ہو۔ بہر حال ہمیں ڈموفن کے باپ ڈیمن اور بھائی ڈیماٹیز کے خلاف مقدمات ہونے کا پتا چلتا ہے۔ ڈیموس تھنیز کلاں نے ڈیماٹیز کو سود پر روپیہ قرض دیا تھا اور بہت ممکن ہے کہ ڈیموس تھنیز نے باپ سے

اس کے ایک لڑکے یا دونوں لڑکوں کا قرضہ وصول کرنے کی کوشش کی ہو۔ ڈیموس تھینز نے کونسل ایر کو پیگیس میں ڈیا ملیز کے خلاف اس الزام میں مقدمہ چلایا کہ اس نے اس کے سر کو زخمی کر دیا تھا مگر بعد کو کچھ مالی معاوضہ قبول کر کے یہ مقدمہ اٹھا لیا (ممکن ہے کہ جائداد کے بارے میں جھگڑتے وقت ڈیا ملیز نے ڈیموس تھینز کو زخمی کیا ہو) اسکینز کہتا ہے کہ ڈیموس تھینز نے خود ہی اپنے سر میں یہ زخم لگا لیا تھا تاکہ ڈیا ملیز پر اس کا الزام لگا کر اس سے روپیہ وصول کرے۔ ایسی باتوں میں اسکینز کا کیا اعتبار، لیکن ظاہر ہے کہ رشتہ داروں سے اس طول طویل مقدمہ بازی کے سبب اس نوجوان مقرر کو عافیت و خوش دلی بہت کم نصیب ہوئی ہوگی اور اس کا اثر اس کے مزاج پر کچھ اچھا نہ ہوا ہوگا اور یہ بھی روشن ہے کہ ڈیموس تھینز کا مزاج ایسا ہو گیا تھا کہ اس سے جھگڑا مول لینا بہت ہی مخدوش تھا۔

عدالت کے فیصلے تو ڈیموس تھینز کے حق میں ضرور ہوئے مگر یہ امر بالکل غیر متیقن ہے کہ وہ فی الواقع اپنی جائداد کا کس قدر حصہ واپس لینے میں کامیاب ہوا۔ پلوٹارک تو کہتا ہے کہ اسے جائداد کا عشر عشیر بھی واپس نہیں ملا، اگرچہ بیان مبالغہ سے خالی نہیں کیونکہ اس نے افوبیس کا مکان تو ضرور ہی لے لیا ہوگا اور یہ خلاف قیاس ہے کہ اسے اس کے دوسرے دو ولی سرپرستوں سے کچھ وصول نہ ہوا ہو۔ اس نے چند برسوں تک دوسروں کے لئے تقریریں لکھنے کا پیشہ ضرور کیا مگر ہمیں یہ یقین نہ کر لینا چاہئے کہ وہ افلاس کی وجہ سے یہ پیشہ کرتا تھا۔ اسکینز کہتا ہے کہ ڈیموس تھینز نے اس پیشہ کے ذریعہ سے نوجوان امیروں سے خوب روپیہ وصول کیا۔ خاص کر مخبوط الحواس ارسٹارکس سے جسے اس نے یہ بہلا دادیا کہ وہ اسے ایک فصیح البیان مقرر بنا سکتا ہے مگر ارسٹارکس کے ساتھ ڈیموس تھینز کے روابط کا قصہ بہت مشکوک ہے، اور ڈیموس تھینز کے کسی دوسرے شاگرد کا نام ہم تک نہیں پہنچا ہے مگر یہ اغلب ہے کہ سنہ ۳۴۵ یا اس کے قریب زمانہ تک وہ نوجوانوں کو تقریر کی تعلیم دینے اور دوسروں کے لئے تقریریں تیار کرنے کے لئے آمادہ رہتا تھا۔ البتہ سیاسی زندگی

شروع کرنے کے بعد وہ کسی عدالت میں بذات خاص کسی کے وکیل کے طور پر نہیں آیا۔

ایتھنز میں دوسروں کے لئے تقریر لکھنے کا پیشہ اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا جسکی ایک وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں یہ خیال عام تھا کہ کسی سچے معاملہ کو ثابت کرنے کے لئے کسی پیشہ ور کے دلائل و تقریر کی ضرورت نہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ نہ صرف لائسیس اور دوسرے مقرروں نے پیشہ ور مقرروں کی چالاکیوں اور فریب کاریوں کی مذمت کی ہے اور ان کی چالاکی کو ان کے مقدمہ کی بے ایمانی کا ثبوت گردانا ہے بلکہ ایسا کریٹیز جو اوائل عمر میں اپنے موکلوں کے لئے تقریریں تیار کیا کرتا تھا بعد میں اس کا منکر ہو گیا کہ اس نے کبھی یہ کام کیا ہو اور اس پیشہ کا حقارت آمیز الفاظ میں ذکر کیا۔ علاوہ بریں پیشہ ور وکیل اور تقریر لکھنے والے کو اجرت ملتی تھی اور یہ امر اہل ایتھنز کے خیال میں ایک حد تک بد دیانتی کی دلیل تھی کیونکہ ان کے نزدیک خطابت اور فلسفہ کی تعلیم سے روپیہ پیدا کرنا ناپسندیدہ تھا۔ ڈیموس تھنیز کے مخالفین اسکینز اور ڈینارکس نے اس پیشہ کے مذموم ہونے کی وجہ سے ڈیموس تھنیز کو خوب طعنے دیے ہیں اور ڈیموس تھنیز نے بھی جواب میں اسکینز پر اس پیشہ میں رہنے کا الزام لگایا ہے جو غلط نہیں معلوم ہوتا۔

ممکن ہے کہ دوسروں کے لئے تقریریں تیار کرنے سے ڈیموس تھنیز کی اصلی غرض روپیہ پیدا کرنا نہ ہوتی ہو بلکہ اپنی آئندہ کی زندگی کے لحاظ سے اس فن کی مشق مقصود ہو۔ پلوٹارک کہتا ہے کہ ڈیموس تھنیز نے دوسروں کی تقریروں اور مقدموں سے بھی بہت کچھ استفادہ کیا۔ وہ عدالت سے واپس آ کر ہر مقدمہ کی بحث کو جو وہ سن آتا تھا اپنے دل میں دہراتا اور تمام دلائل پر غور کرتا اور سوچتا تھا کہ یہ معاملہ کس بہتر پیرایہ میں پیش ہو سکتا تھا اور جو فقرے اور جملے اسے یاد رہتے تھے انھیں پھر سے مرتب کرتا تھا تا آنکہ اسے پورا اطمینان ہو جاتا تھا کہ ان سنی ہوی تقریروں کے ساتھ وہ کاٹ چھانٹ اور نظر ثانی کا وہی طریقہ برتتا تھا جو اس نے بعد میں خود اپنی تصانیف کے لئے اختیار کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس میں بھی شک نہیں کہ بالغ ہونیکے بعد دس بارہ برس میں

اس نے تاریخ یونان پر پورا عبور حاصل کر لیا جس کا اظہار اس کی تقریروں میں ہوتا رہا ہے۔ یہ قصہ کہ اس نے تھیوسیڈائڈس کی تاریخ کی آٹھ مرتبہ نقل کی محض گھڑت معلوم ہوتا ہے، مگر اس کے ابتدائی انداز بیان سے اس میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ اسے اس مورخ کی تصنیف پر پورا عبور تھا اور واقعات اور گزشتہ و موجودہ حالات کو ان کے وجوہ سے منسوب کرنے کی عادت، سیاسی معاملات کے اخلاقی پہلو کو نظر اہمیت سے دیکھنا، اور طریق عمل و روش کے عام اصولوں کا بیان و اطلاق یہ سب باتیں اس میں ویسی ہی تھیں جیسی تھیوسیڈائڈس نے اپنی تاریخ کی مشمولہ تقریروں میں اور واقعات سے متعلق خود اپنے خیالات میں برتی ہیں۔ اس نے تاریخ تھیوسیڈائڈس میں نہایت ہی مختلف اور متضاد رنگ کے مدبروں کے حالات کا مطالعہ کیا ہوگا اور مدبرین کے اچھے اور برے طریق عمل سے بھی واقفیت حاصل کی ہوگی۔ زمانۂ حال کے ناظرین کی طرح، اس کے لئے تھیوسیڈائڈس کی تاریخ، تعلیم سیاسیات کا ایک بے نظیر مدرسہ اور قدیم اہل ایتھنز کی فصاحت کے بہترین نمونوں کا ذخیرہ تھی۔

بہر کیف چوتھی صدی قبل مسیح کے وسط زمانہ کے عملی معاملات کے لئے تھیوسیڈائڈس کا انداز بیان بہت کچھ رد و بدل کے بغیر کسی طرح موزوں نہیں تھا۔ اس کا روکھا پن اور اختصار اس زمانہ کے جوری یا مجلس کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے بالکل ناموزوں تھا۔ تھیوسیڈائڈس کا طرز خاص یعنے صنعت تقابل کا مستقل استعمال اگرچہ بعض اغراض کے لئے ہمیشہ موزوں رہا مگر ڈیموس تھینیز جن سامعین کو خطاب کرتا تھا انھیں یہ طرز بالکل ہی مصنوعی اور بے مزہ معلوم ہوتا ہوگا۔ ڈیموس تھینیز کی پہلی تقریر میں (جو ہم تک پہنچی ہے اور) جو اس نے سنہ ۳۵۴ میں مجلس جمہور کے روبرو مجلس بحری کے بارے میں کی تھی، تھیوسیڈائڈس کے خصوصیات بیان کسی قدر نمایاں ہیں مگر وہ بہت جلد ان کے استعمال میں رنگ مجلس کا پابند ہو گیا۔

تھیوسیڈائڈس کی تاریخ لکھے جانے کے بعد سے دو نئے انداز بیان رواج پا چکے تھے۔ ایک تو وہ جس کا بہترین ماہر لائسیس تھا۔ یہ طرز بج کے

مقدمات کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھا۔ اس انداز بیان میں الفاظ اور بندش قصداً سیدھی سادی اور غیر متصنع ہوتی تھی جس کی وجہ سے یہ انداز بہت دلکش معلوم ہوتا ہوگا (جیسا اب بھی ہے خاص کر جب اس میں ہر اہل مقدمہ کے مناسب حال اس طرح ترمیم کر دی جاتی ہو کہ وہ اس کی خاص نوعیت کے مطابق ہو جاتا ہو۔ لائسیس کی مرتب کی ہوی تقریریں تقریباً سب ایسی ہی ہوتی تھیں گویا وہ خود اہل مقدمہ کی اپنی ہی بالکل سیدھی سادی اور غیر مصنوعی تقریر تھی۔ صرف تمہید اور خاتمہ میں اور بعض اوقات زیر بحث افعال و شخصیات پر اخلاقی نظر کرتے وقت یہ انداز بیان ذرا بلند ہو جاتا تھا اور وہ تصنّعات جو خطابت کو معمولی تکلم سے قطعاً ممیز کرتے تھے، ظاہر ہو جاتے تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ حد سے بڑھے ہوئے نہیں معلوم ہوتے تھے۔ اسی لائسیس کی مرتب کردہ چار تقریریں جو عام نوعیت کی ہیں ان میں انداز بیان زیادہ پر تصنع معلوم ہوتا ہے مگر بالعموم لائسیس کی تحریر کا اثر ایسا ہے گویا ایک شخص گفتگو کر رہا ہے، جس میں متکلم کی جانب سے کسی اظہار سعی کے بغیر ہر لفظ اپنی جگہ پر موزوں اور صحیح معنی میں استعمال ہوا ہے۔ تقریریں مضامین کی ترتیب تقریباً ہمیشہ ہی سادی رہتی تھی۔ یعنے تمہید، واقعات بحث اور نتیجہ یکے بعد دیگرے اس طرح آتے تھے کہ ان میں تصنع اور بناوٹ کا کوئی لگاؤ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بہت سے قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں چالاک مقرروں کی طرف سے بے اعتباری بہت بڑھی ہوی تھی (جس کا اشارہ پہلے ہو چکا ہے) اور اس کا خوف ہمیشہ لگا رہتا تھا کہ اگر ایک معمولی شخص بہت قابلانہ اور پیشتر سے سوچے ہوئے یا مصنوعی الفاظ و انداز میں تقریر کرے گا تو اس پر شبہہ ہو جائے گا۔ اسی رنگ میں اسکینز اور دوسروں نے خود ڈیموس تھینز کو یہ طعنہ دیا کہ وہ اپنے جملوں اور اپنی دلیلوں کو سوفسطائیوں کی طرح صیقل کرتا ہے اور پانچویں صدی کے جلیل القدر مقرروں کے اپنی تقریروں کے نہ شائع کرنے کی وجہ افلاطون یہی بیان کرتا ہے کہ انھیں یہ خوف تھا کہ وہ سوفسطائی نہ سمجھے جائیں۔ خود ڈیموس تھینز نے اپنے موکلوں کے لئے جو تقریریں مرتب کی ہیں، ان میں یہ دیکھنے کی بات ہے کہ

ایسے دلائل پیش کرنے کے متعلق جن سے معمولی آدمیوں کے علم سے زیادہ قوانین و نظائر کی واقفیت کا اظہار ہوتا ہو مقرر نے کس قدر معذرت آمیز انداز اختیار کیا ہے اور کس طرح ایک سے زائد مقرروں نے عدالتوں کی کارروائیوں سے خود اپنی عدم واقفیت اور اپنے مقدمہ باز مخالف کے مقدمہ لڑانے کی مدت دراز کی مشاقی پر زور دیا ہے ۔ جن تقریروں میں مفاد عامہ کے معاملات سے بحث کی گئی ہے ان میں بھی ڈیموس تھینز نے اپنے موکل کی زبان سے جوری کو "چالاک مقرروں" کے خلاف متنبہ کر دیا ہے ۔

یہ صحیح ہے کہ ڈیموس تھینز کی تقریروں میں لائسیس کی سی قطعی و غیر متصنع سادگی نہیں ہے کیونکہ اگرچہ بعض خفیف قسم کے مقدمات میں وقت اتنا کم دیا جاتا تھا کہ صرف واقعات کو مختصراً بیان کر دینے اور قوانین کا حوالہ ہی دیدینے کا موقع ہوتا تھا مگر اس کی اکثر تقریروں میں ترتیب اس غور و فکر سے رکھی گئی ہے کہ اہم معاملات پر پورا زور پڑتا ہے اور بیان حالات، ثبوت، مخالف کے واقعی یا متوقع دلائل کا جواب سب (اسائیس کے طرز پر) اس طرح ایک دوسرے میں ملا دیے گئے ہیں کہ روانی میں فرق آئے بغیر وہ پر تصنع ہو گئے ہیں اور اس سے سامعین کو اس سے زیادہ نوع بنوع حالات کے سننے کا موقع ملتا ہے جتنا تقریر کے مختلف عناصر پر یکے بعد دیگرے بحث کر دینے سے موقع ملتا۔ دلائل اور خاص کردہ دلائل جو اخلاق عامہ یا مفاد عامہ کو مد نظر رکھکر اخذ کیئے جاتے تھے وہ اکثر ایک معمولی آدمی کے دلائل کے بجائے ایک مدبر کے دلائل سے زیادہ مشابہ معلوم ہوتے تھے اور نکات قانونی کے متعلق مقرر کی حجتیں بعض اوقات نازک و ماہرانہ ہوتی تھیں (آخری صدی مسیحؑ کا قابل قدر ناقد اور بالخصوص مقررین عظام کا غائر النظر مطالعہ کنندہ) ڈایونی سیس ساکن ہالیکارنیسس) کہتا ہے کہ ڈیموس تھینز کا جب لائسیس سے مقابلہ کیا جائے تو آئسیس کی طرح اس کی کیفیت بھی یہی ہوتی ہے کہ جب کوئی اچھا مقدمہ بھی اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے، جب بھی اسکی طرف سے شک پیدا ہو جاتا ہے،

---

[1] ڈایونی سیس۔

مگر زمانۂ جدید کے قارئین جو قانون پیشہ اشخاص کی نزاکت آفرینیوں سے زیادہ مانوس اور اس امر سے زیادہ آگاہ ہیں کہ قانونی مسائل کا فیصلہ صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ قانونی دلائل کو غور و فکر کے ساتھ چھانٹا جائے انھیں غالباً جوہ یہ خیال کم ہوگا اور فی الواقع جج کی تقریروں اور کم از کم ڈیموس تھینیز کی تقریروں سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف مقرروں کے خصوصیات کے اعتبار سے خطابت کی زبان و طرز کے تطابق اور بیجرمی و ایمانداری کے اثر ڈالنے کا طرز اس حد تک اختیار کیا گیا ہے کہ صرف لائسیس کے کارنامے اس سے بڑھ کے ہیں۔ لائسیس کی تقریروں کی طرح ان تقریروں میں بھی گاہ بگاہ مذاق کی چاشنی دیدی گئی ہے جو سیاسی خطبات میں شاذ و نادر پائی جاتی ہے۔

دوسرا طرز جس کا ڈیموس تھینیز پر اثر پڑا (اور جو لائسیس کے بعد ہی جلد تر نمایاں ہوگیا تھا) وہ اساکریٹس کا طرز تھا۔ اور یہ بجائے خود تھریسیمیکس کے طرز کی کامل تر صورت تھی خطیب ہونے کی حیثیت سے اس شخص کی نسبت اس سے زیادہ کچھ علم نہیں ہے کہ خطابت میں مقفی عبارت کا دانستہ استعمال پہلے اسی نے جاری کیا۔ اساکریٹس صنعت تقابل کا استعمال کرتا اور بعض وقت اسے حد سے بڑھا دیتا ہے اس کے ساتھ ہی وہ صرف متضاد جملوں ہی کو ایک دوسرے کے بالمقابل رکھنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ زیادہ دقیق قسم کے جملوں کے مجموعے قائم کرتا ہے جنھیں وہ باقاعدہ ترتیب دیتا اور اکثر متوازن الفاظ سے ان میں خصوصیت پیدا کرتا ہے۔ اس قسم کی عبارت آرائی کچھ دیر کے لئے اچھی معلوم ہوتی ہے مگر اس کی مقفی عبارت کی خصوصیت اور اس کی مصنوعی ترتیب زائد از ضرورت حاوی ہو جاتی، اس کا نمایاں تصنع بہت جلد بے مزا معلوم ہونے لگتا اور اس کی باقاعدگی بے کیف ہو جاتی ہے۔ پس اس میں کوئی تعجب نہیں کہ اساکریٹس کی اس نوسنجی سے مجلس ملکی یا عدالتوں کی سامعہ نوازی نہ ہو سکی اور اس نے اثر اس طرح پیدا کیا کہ اپنے تحریرات کے متعدد نسخے تیار کرکے گشت کرایا کرتا تھا مگر خطابت اور خاص کر اس خطابت میں جس میں اہل ایتھنز کے ایسے ذی حس حسن پسند لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہو موزوں جملوں کے اثرات

اور جملوں کے مجموعات کی ترکیب و ترتیب ایسی چیزیں نہ تھیں جن کی قدر و قیمت ڈیموس تھینز کی نظر سے پوشیدہ رہجاتی خطیبانہ کلام مقفی کے تمام اصناف و اقسام پر اسے جو قدرت تھی وہ اس نے زیادہ تر اوایل عمر میں حاصل کی ہوگی۔ وہ کبھی مقفی عبارت کا غلام نہیں تھا اور نہ جملوں کی ترکیب میں کبھی ایک طرز کا پابند ہوا بلکہ حسب ضرورت ہر طرز کو استعمال کرتا اور کسی طرز کو بے لطف ہونے نہ دیتا تھا۔ اس قسم کی مہارت کامل کے لئے بڑی ہی مشق درکار ہوی ہوگی۔

ڈیموس تھینز کی عام تقریریں جو ہم تک پہنچی ہیں ان میں سے پہلی تقریر کے ہونے کے قبل اساکریٹس کے بعض جلیل القدر تصانیف شائع ہوچکے تھے چنانچہ پینجرکس (Panegyricus) ۳۸۰؁ میں پلیٹیکس (Plataeicus) ۳۷۳؁ آرکیڈمیس (Archidamus) ۳۶۶؁ میں تقریر متعلقہ صلح (Speech on the Peace) ۳۵۶؁ میں شائع ہوئی[1]۔ اس قصہ کو لفظ بلفظ باور کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ڈیموس تھینز نے اساکریٹس اور دوسرے معلمان معانی و بیان کے فنی رسائل کو ناجائز وسائل سے حاصل کرکے حفظ کرلیا تھا۔ ڈیموس تھینز کی نوعمری کے زمانہ میں اساکریٹس کے اصول فن اس کے شاگردوں اور خود اس کے اور اس کے شاگردوں کے تصانیف کے ذریعہ سے ان تمام لوگوں کو معلوم ہوچکے ہونگے جنھیں فن فصاحت و بلاغت کا ذوق تھا اور اس میں شک نہیں ہے کہ ڈیموس تھینز انھیں تصانیف کو نظر غائر سے مطالعہ کرکے اس قابل ہوگیا ہوگا کہ ان اصولوں کو عملی خطابت کی اغراض کے حسب حال استعمال کرے۔

اساکریٹس کی تحریرات کے نفس مضمون سے ڈیموس تھینز کو بہت ہی کم ہم آہنگی ہوسکتی تھی اور اس کے جذبات کا غیر مشتبہ عکس تک بھی ڈیموس تھینز کی صرف نہایت ہی ابتدائی تقریروں میں پایا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ڈیموس تھینز کی طرح اساکریٹس بھی اپنے زمانہ کی اکثر خرابیوں کو دو وجہوں کی طرف منسوب

---

[1] تاریخوں کے متعلق ڈریرپ کی کتاب ”ایساکریٹس آیرا آمنیا“ دیکھنا چاہیئے۔

کرتا تھا ایک تو اہل ایتھنز کی عیش پسندی اور قوم کے نفع کے لئے شخصی خدمت کی انجام دہی سے نارضامندی، دوسرے ان دانشمند صلاح کاروں کی رائے تک کے سننے سے ان کا انکار جو تمام معاملات کے سہل الحصول ہونے کی پیشین گوئی نہ کرتے ہوں۔ ڈیموس تھینز کی طرح وہ بھی یونانی سلطنتوں کے آپس کے دائمی تنازعات اور شہروں کے اجیر سپاہیوں کی سفاکی و غارت گری سے نہایت درجہ متاثر تھا۔ اساکریٹس نے بھی عام اتحاد یونانی کی ایسی ہی قوی ترین رائے اور ایتھنز کو مرکز قرار دے کر تمام یونانیوں کو متحد کرنے کی ویسی ہی تمنا و آرزو ظاہر کی تھی جیسی ڈیموس تھینز نے (بالخصوص اپنی زندگی کے درمیانی و آخری حصہ میں) ظاہر کی۔ علاوہ بریں ایتھنز کی تاریخ اور روایات کے متعلق اکثر خیالات میں یہ دونوں اہل قلم مشترک تھے اور دونوں ایتھنز کے گزشتہ کارناموں میں ایک ہی سے نمایاں واقعات کی مثال دیا کرتے تھے مگر اساکریٹس جس قسم کے عالمانہ تجاویز سے اپنے زمانہ کی خرابیوں کو رفع کرنا چاہتا تھا، ڈیموس تھینز کے لئے ان سے زیادہ مغائر کوئی امر نہیں ہوسکتا تھا۔ اساکریٹس کے دل میں ایک مبہم سا خیال یہ تھا کہ کسی قسم کی شاہی ہونا چاہئے جس میں فرمانروائی خواہ فیری کے جیسن یا سرکیوس کے ڈیایونیس خواہ خود فیلقوس ہی کے ہاتھ میں کیوں نہ ہو (اساکریٹس کے اس خیال میں ایک جذبۂ دلی کی حیثیت سے تو کوئی عیب نہ تھا مگر حکمت عملی کی حیثیت سے یہ بالکل ہی ناقابل عمل خیال تھا) اس کے خیال میں یہ سمایا ہوا تھا کہ فیلقوس کو ہلاس (یونان قدیم) کا دوبارہ زندہ کرنے والا یا تمام یونانیوں کے رضاکارانہ اتحاد کا خالص و بے غرض سرگروہ بتایا جاسکتا ہے وہ یہ خواب ہی دیکھا کرتا تھا کہ شہر ایتھنز حکومت کی اس صورت کی طرف واپس آجائے گا جو کونسل ایریوپیگس کے عروج کے زمانہ میں تھی۔ اسے عالم تصور میں یہ نظر آتا تھا کہ یونانی سلطنتوں کی نااتفاقی کا علاج اس طرح ہو جائے گا کہ انھیں ایتھنز و اسپارٹا یا آرکیڈیس یا خود فیلقوس کی سرگردگی میں ایران کے خلاف ایک متحدہ مہم میں

مشغول کردیا جائے (لیکن ڈیموس تھینز ان تخیلات سے بہت دور تھا) وہ خود جب کسی معاملہ کے متعلق کوئی تجویز پیش کرتا تھا تو اس کے ہر مبحث پر عملی و کاروباری انداز سے تفصیلی بحث کرتا تھا اس لئے اساکریٹس کے ادھورے عمومی تجاویز اس کے لئے بالکل ہی ناگوار طبع رہے ہونگے اور اساکریٹس کی پسند خاطر اتحاد بندہ (یعنے ایران کے خلاف متحدہ جنگ) کی نسبت یہ صاف عیاں ہوگا کہ ایران کے خلاف کسی مہم کی تنظیم کے ذریعہ سے اتحاد کا حاصل کرنا تو کجا جبتک کسی قسم کی وحدت عملی بزور قائم نہ کردی جائے اس وقت تک اس قسم کی مہم کا امکان بھی نہیں ہوسکتا تھا اور جبکہ اساکریٹس کے انتقال کے بعد فیلقوس اور اسکندر نے ایک طرح کا باضابطہ اتحاد عائد کردیا اور سکندر یونان کی متعدد سلطنتوں سے فوج مہیا کرکے ایشیا میں لے گیا، اس وقت بھی یہ سب کچھ ہونے کے بعد وطن کی سلطنتوں میں کسی قسم کا حقیقی یا موثر اتحاد نہیں پیدا ہوا اور جذبۂ اتحاد تو بالیقین مفقود تھا۔ فیلقوس اور ایران دونوں کی جانب اساکریٹس کی روش اس روش سے بالکل ہی مخالف تھی جو ڈیموس تھینز نے اس وقت اختیار کی جب اسکی حکمت عملی پورے زوروں پر تھی۔ اساکریٹس چاہتا تھا کہ ایران کو پامال کرنے کی غرض سے فیلقوس کو تمام یونانیوں کا سرگروہ بنادیا جائے۔ ڈیموس تھینز کی خواہش یہ تھی کہ فیلقوس کے یونانیوں کے سرگروہ ہوجانے کو روکنے کے لئے ایران سے محالفہ کرلیا جائے ([1]کم از کم ۳۴۱ ق م میں تو اس کی یہ خواہش ضرور تھی جیساکہ بعد کو ظاہر ہوگا) مزید براں اگرچہ ایساکریٹس کے تحریرات میں متعدد ٹکڑے ایسے ہیں جن سے قوم کے انحطاط اور اپنے صلاح دینے والے مدبروں کی نسبت قوم کے سلوک کے متعلق بہت زیادہ مبالغہ و تصنع کے ساتھ انہیں جذبات کا اظہار ہوتا ہے جو خود ڈیموس تھینز کے تھے پھر بھی شہنشاہی کے متعلق اساکریٹس کی عام طور پر مخالفانہ روش

---

[1] ملاحظہ ہوں آئندہ صفحات۔

اس بارے میں ڈیموس تھینز کی روش کے عین برعکس تھی۔

لیکن اساکریٹس اور ڈیموس تھینز میں اس بُعد المشرقین کے باوجود نوجوان نے پیر سے بہت کچھ سیکھا تھا سب سے بڑھکر یہ کہ ڈیموس تھینز نے غالباً اساکریٹس ہی سے یہ سیکھا تھا کہ تقریروں کا سیاسی رسالوں کی شکل میں شائع کرنے کا کیا اثر ہوتا ہے۔ اس میں بہت ہی کم شک ہو سکتا ہے کہ دو نہایت ہی نازک مواقع یعنے جنگ معاشرتی اور ۳۴۶–۳۴۱ کی گفتگو صلح کے وقتوں میں ایوبیولس کی حکمت عملی نے جو راہ اختیار کی اس کے لئے عام رائے اساکریٹس ہی کی تحریروں سے تیار ہوی تھی اور اس میں اور بھی کم شک ہو سکتا ہے کہ خود ڈیموس تھینز کی تقریروں کا اثر اشاعت کی وجہ سے بے انتہا بڑھگیا تھا۔ زمانۂ حال کے بعض علما نے جو یہ خیال قائم کیا ہے کہ[1] جو تقریریں ہمارے پاس موجود ہیں وہ کبھی بھی زبانی ادا نہیں ہوی ہیں بلکہ وہ محض سیاسی رسالے ہیں اور مجلس کے اندر ڈیموس تھینز کی اصلی تقریریں ہیئت و ترتیب کے اعتبار سے ان تقریروں سے بہت زیادہ ابتر اور زبان کے اعتبار سے بہت زیادہ سخت تھیں۔ یہ خیال بہت ہی ناکافی شہادت پر مبنی ہے اور یہ اغلب ہے کہ اگرچہ اشاعت کے قبل تقریروں پر کسی قدر نظر ثانی ہوی تھی مگر اصلی تقریروں اور شائع شدہ تقریروں میں اختلاف بہت زیادہ نہیں ہے۔ مگر اس میں کلام نہیں ہے کہ رفتار واقعات پر ان تقریروں کا بہت زیادہ اثر ان کے رسائل کی صورت میں شائع ہونے سے پڑا[2] اور اگرچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی کے اختتام کے قریب بعض سیاسی رسالے ۹۲ شائع کئے گئے تھے مگر با اثر مدبروں میں ڈیموس تھینز ہی وہ پہلا جلیل القدر مدبر ہے جس نے ان طریقوں سے کام لیا جو اپنی اثر انگیزی میں کسی حد تک ازمنۂ جدید کے مطابع کے پیش خیمہ تھے اور ان طریقوں کا کام اس نے بالضرور اساکریٹس سے

---

[1] مثلاً ہان دونڈ لنڈ ملاحظہ ہو تعلیق ۶۔

[2] تعلیق ۷۔

سیکھا ہوگا۔

یہ امر مشکوک ہے کہ آیا کسی وقت میں ڈیموس تھینز پر افلاطون کا بھی اثر پڑا یا نہیں (جس کا انتقال سنہ ۳۴۷-۶ میں ہوا تھا) سسرو و کوئنٹلین اور ٹیسیٹس سب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ افلاطون کے تحریرات کا پڑھنے والا بلکہ اس کا شاگرد تھا مگر جس روایت پر انھوں نے یہ عمارت اُٹھائی ہے اس کی بنیاد بہت کمزور معلوم ہوتی ہے اور اگرچہ یہ نہایت ہی مشتبہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس فلسفی کی تحریروں سے آگاہ نہوا ہو مگر اس کی رایوں سے اسے بہت کم اتفاق ہوا ہوگا۔ ڈیموس تھینز اگرچہ اہل ایتھنز کی کمزوریوں پر بہت کچھ نوحہ خوانی کیا کرتا تھا مگر جمہوریت پر وہ صدق دل سے یقین رکھتا تھا، اور یہ وہ نظام سلطنت تھا جسے افلاطون نے سلطنت کے مختلف طرزوں کے شمار میں آخری درجہ سے صرف ایک درجہ اوپر رکھا تھا اور نیز یہ امر واقعہ کہ عملی مدبر کے نقطۂ نظر سے یہ فلسفیانہ تصور غیر وطن پرستانہ و خود غرضانہ تھا اس نے بھی ڈیموس تھینز کو اس قسم کے تخیلات سے بیگانہ نہ رکھا۔

زندگی عامہ کے لئے تیاری کے زمانہ یعنے سنہ ۳۶۵ اور سنہ ۳۵۵ کے درمیان ڈیموس تھینز نے نہ صرف اپنے پیشروؤں اور اپنے ہمعصروں میں سے اپنے سے زیادہ عمر کے لوگوں کے تصانیف یونان کی تاریخ اور ایتھنز کے قوانین سے وقوف حاصل کرلیا ہوگا بلکہ نمونے کے وہ متعدد جملے اور فقرے تحریر کئے ہونگے جو مقرر کے سرمایۂ تجارت ہوتے ہیں کیونکہ ہر ایک مقرر اور بالیقین معلم فصاحت و بلاغت مقدمات و خاتمات اور روزمرہ کے مباحث سے متعلق مضامین کا ایک مجموعہ جمع کرلیتا تھا اور پھر جب کسی خاص تقریر پر متوجہ ہوتا تو انھیں میں حسب ضرورت ترمیم کرکے چسپاں کرلیتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ معلمان فصاحت و بلاغت نے اس قسم کے مجموعے نہ صرف اپنے شاگردوں کو

---

[1] ملاحظہ سینڈی کی تعلیق سسرو کی تصنیف "مقرر" پر چہارم (۱۶) اور اس کے حوالجات نیز اس کتاب کی تعلیق (۸) بھی ملاحظہ ہو۔

عطا کئے تھے بلکہ شائع بھی کئے تھے اور اس لئے ہم نہ صرف ایک ہی مقرر کے مختلف خطبات میں لفظ بلفظ یا تقریباً لفظ بلفظ تکرار پاتے ہیں بلکہ مختلف نگارندگان تقریر کی تحریروں میں بھی ایک ہی سے جملے اور فقرے نظر آتے ہیں[1]۔ علاوہ بریں خطیب یا سوفسطائی خاص خیالات و آرا کے موافق و مخالف دونوں قسم کی تحریریں لکھدیا کرتے تھے اور دونوں فریق کی خدمت کے لئے تیار رہتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ موکلوں کے لئے تقریریں لکھنے والے اس قسم کی عبارتوں سے مفید مطلب کام لیتے تھے[1]۔ اور وہ مدبّر جو پہلے ہی اپنی رائے قائم کر لیتے اور ایک جانب کو اختیار کر لیتے تھے وہ بھی اتنا نفع اٹھانے سے کارہ نہ تھے کہ بعض مباحث کے متعلق اپنی رایوں کو جن کا پیش کرنا وہ یقینی سمجھتے تھے حتی الوسع بہترین شکل میں ڈھال لیں اور متعدد عام پرتوۂ خیال جو ڈیموس تھینز کی تقریروں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں (اور خاص کر وہ خیالات جو ایک سے زائد مقامات پر موجود ہیں) وہ اس کے اوائل عمر کے مطالعہ کا نتیجہ ہونگے۔ اسکی زیادہ ابتدائی تقریروں میں جہاں ان میں سے کوئی فقرہ داخل کیا گیا ہے، ہم اس کے جوڑ کو معلوم کر سکتے ہیں لیکن چند برس بعد اگرچہ تقریروں کے عمومی خیالات اغلباً پہلے کے تیار کئے ہوئے ہوتے ہیں لیکن وہ اپنی جگہوں پر اس خوبی سے چسپاں کر دئے گئے ہیں اور خود سیاق عبارت سے ایسے طبعی طور پر پیدا ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ ان کا تصنع نظر سے بالکل ہی غائب ہو جاتا ہے۔

مقرر کے لئے صرف تقریر کا ترتیب دینا ہی سیکھ لینا کافی نہیں ہے بلکہ تقریر کا ادا کرنا بھی اسے سیکھنا چاہیئے۔ یہیں ڈیموس تھینز کے لئے سب سے زیادہ مشکل تھی اس نے جب مشق کا آغاز کیا تو اس کی آواز کمزور، زبان لڑکھڑاتی ہوی اور سانس جلد بھول جاتی تھی حرف (ر) اس کے لئے خصوصیت سے پریشان کن تھا اور یہ محسوس کیا گیا ہے کہ اس کے جو مجسمے معلوم ہوئے ہیں ان میں نیچے کا ہونٹھ اوپر کے ہونٹھ کی بہ نسبت بہت کم بڑھا ہوا ہوتا ہے

---

[1] مقابلہ کیجے اینڈوسائڈس کی۔

اور یہ ایک ایسا نقص ہے جو حرفوں کے صاف ادا کرنے کا دشمن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ان جسمانی نقائص پر اس طرح غالب آیا کہ منہ میں سنگریزے رکھکر مشق کرتا تھا اور یونانی زبان کا ایک فقرہ بار بار پڑھا کرتا تھا۔

فیلرم کے ساحل پر کھڑا ہو کر وہ اپنی آواز سے موجوں کے شور کو پست کر دینے کی کوشش کرتا تھا (سسرو کے زمانہ تک مقامی رہنما ٹھیک اس مقام کا پتہ دیسکتے تھے جہاں یہ نوجوان مقرر کھڑا ہو کر یہ کوشش کیا کرتا تھا) پہاڑی پر دوڑتے ہوے وہ نظم پڑھا کرتا تھا۔ ایک ہی سانس میں متعدد مصرعوں کا ادا کر دینا سیکھتا تھا اور ایک آئینہ کے سامنے تقریر کر کے اپنے جسمانی طرز و حرکات کی اصلاح کیا کرتا تھا قوم کو خطاب کرنے کے لئے جب وہ اٹھا تو ایک سے زائد دفعہ اسے ناکامی ہوی۔ پہلی سعی میں اس کی ترتیب مضامین ابتر ہو گئی اور لوگ اس پر قہقہہ لگانے لگے۔ جب وہ مضمحل ہو کر پیرئوس میں ادہر بیچے پھر رہا تھا تو اس کا ایک پرانا دوست ایونومس (ساکن تھریا) اسے ملا اور اس نے اسے ملامت کی کہ جب اس کو ایسی تقریر کرنے کا موقع ملا جو پریکلیز کے شایان شان ہوتی تو اس نے ہمت و جوانمردی کی کمی دکھائی اور مجمع کے سامنے مرعوب ہو جانے اور مناسب جسمانی ورزش کے نہ ہونے کے باعث اس موقع کو ضائع کر دیا۔ دوسرے موقع پر جب اسے ناکامی ہوی تو ایکٹر سیٹیرس نے اسکی مدد کی۔ ڈیموس تھینز نے سیٹیرس سے یہ شکایت کی کہ اگرچہ اس نے اس فن کے انہماک پر اپنی صحت کو قربان کر دیا مگر قوم اس کی تقریر کو نہیں سنتی بلکہ یاوہ گو مست ملاحوں اور احمقوں کی تقریروں کو اس کی تقریر پر ترجیح دیتی ہے۔ سیٹیرس نے اس سے کہا کہ وہ اپنے حافظے سے ایوریپائڈیس یا سوفکلس کی کسی تقریر کو دھرائے۔ ڈیموس تھینز نے ایسا ہی کیا اور پھر سیٹیرس نے اسے یہ سکھایا کہ کس انداز سے اور کس جوش سے یہ تقریر کرنا چاہیئے جو اس کی حالت کے مطابق ہو۔ یہ سبق اس قدر موثر ثابت ہوے کہ ڈیموس تھینز انداز بیان کو فن فصاحت کا سب سے زیادہ اہم عنصر سمجھنے لگا جس کا مقابلہ کوئی دوسرا عنصر نہیں کر سکتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک تہ خانہ بنایا (جو صدیوں بعد تک دکھلایا جاتا تھا) اور وہاں

وہ روزانہ آواز اور انداز بیان کی مشق کیا کرتا تھا۔ کبھی کبھی دو دو تین تین مہینے تک اس میں رہ جاتا اور اپنے سر کا ایک طرف کا حصہ منڈا ڈالتا تاکہ سڑکوں پر جانے سے باز رہے۔ اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ ان قصوں میں کس قدر صداقت ہے مگر یہ یقین کرنے میں ہمیں تذبذب نہ کرنا چاہیئے کہ ڈیموس تھینز نے جن جسمانی نقائص کے ساتھ اپنے سن شعور کا آغاز کیا تھا ان پر غالب آنے کے عزم میں اس نے فوق العادت استقلال کا ثبوت دیا اور "نقالی کے اس فن" میں اپنے کو کامل کر لیا جس کی نسبت اس نے ایک مستفسر سے یہ کہا تھا کہ مقرر کے ضروریات میں یہی فن اول دوم و سوم سب کچھ ہے[1]۔

پلوٹارک ایک قصہ بیان کرتا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ڈیموس تھینز آواز کے انداز کو کس قدر اہمیت دیتا تھا۔ ایک شخص اس کے پاس آیا اور اس سے یہ استدعا کی کہ وہ اس کی طرف سے وکالت کرے اور یہ کہا کہ اسے ایک شخص نے مارا ہے ڈیموس تھینز نے کہا کہ "مگر تمہیں فی الواقع کوئی صدمہ نہیں پہنچا ہے"۔ اس شخص نے اونچی آواز میں چلا کر کہا کہ "کیا آپ کا منشا یہ ہے کہ مجھے کوئی صدمہ نہیں پہنچا" ڈیموس تھینز نے کہا کہ "آہ اب میں ایک ضرر رسیدہ شخص کی آواز سنتا ہوں"۔ اس پر پلوٹارک یہ اضافہ کرتا ہے کہ خود ڈیموس تھینز کے انداز بیان نے سامعین کو مسحور کر دیا اگرچہ زیادہ نازک طبع اشخاص نے یہ خیال کیا کہ اس نے اپنے حرکات کو تبذل حد تک پہنچا دیا تھا (بلکہ ارسطو سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں[2] کہ اس زمانہ کے فسانۂ غم کے ایکٹروں کے حاوی الوقت طریق پر بھی اس قسم کی ملامت کی جاتی تھی)۔

---

[1] ان میں کے اکثر قصے پلوٹارک میں ملتے ہیں پلوٹارک نے ان میں سے بعض قصے ڈمٹریس (ساکن فیلزم) سے اخذ کئے تھے جس کا ادعا یہ تھا کہ اس نے ان قصوں کو خود ڈیموس تھینز سے سنا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ جس ایکٹر نے ڈیموس تھینز کو مدد دی تھی وہ نینا بیوٹیمس یا اینڈرونیکس تھا اور ڈیموس تھینز نے اسے دس ہزار درہم اس مدد کے لئے دئے تھے۔ ملاحظہ ہو تعلیق (۱۱)

[2] خاص کر فیلقوس کے پاس پہلی سفارت کے موقع پر (ملاحظہ ہو آئندہ صفحہ ۴۴

گھبراہٹ کا رفع کرنا نقص آواز کے رفع کرنے کے مثل آسان نہ تھا اور ڈیموس تھینز کی زندگی میں دو ایک اہم مواقع پر اس کمزوری کا بار بار اظہار ہوا۔ درحقیقت اس میں یہ کمزوری اس درجہ موجود تھی کہ بغیر تیاری کے تقریر کرنے کی وہ بہت ہی کم جرات کرتا تھا۔ آیا اس نے نرم لباس پہننے اور جسمانی ورزش کی طرف سے غفلت برتنے سے (اپنے دشمنوں کے حسب دعویٰ) اپنی طبعی تنومندی کی کمی کو اور بڑھا لیا تھا یا نہیں ہم اس کی نسبت کچھ نہیں جانتے، اور یہ سوال کچھ اہمیت بھی نہیں رکھتا۔ بہرحال اس میں اتنی ہمت تھی کہ اس نے ایتھنز کے شایان شان مدبّر و مقرر بننے کا جو نصب العین قرار دیا تھا اس کی جانب وہ قدم بڑھاتا ہی گیا اور کسی مشکل کو خاطر میں نہ لایا۔

ضمیمہ باب اوّل

متعلق بہ تقریرات خانگی

جو مطالعہ خصوصیت کے ساتھ ڈیموس تھینز کی عام مجلسوں میں تقریر کے لئے وقف ہو اس میں اس کی خانگی تقریروں کے متعلق کسی تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہے اور یہ بحث اس وجہ سے اور بھی مشکل ہو گئی ہے کہ اس کے نام سے جو تقریریں ہم تک پہنچی ہیں ان کے اصلی ہونے کی نسبت بھی شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں اور ان کی اصلیت کی جانچ کے جو معیار ہیں وہ بھی غیر متیقن ہیں مگر ان تقریروں سے بہ حیثیت ایک مقرر کے ڈیموس تھینز کی ہمہ گیری کا اتنا کافی اظہار ہوتا ہے کہ ان پر مختصر نظر ڈالنا بھی ضروری ہے۔

جن خانگی تقریروں کے اصلی سمجھنے کے لئے کافی وجہ موجود ہے وہ زیادہ تر ۳۵۷؁ اور ۳۲۵؁ کے درمیان کی ہیں (اسپوڈیاس اور کیلکلس کے خلاف تقریروں کا (جو دونوں بہت ابتدائی زمانہ کی ہونگی) اور نیز کونن کے خلاف تقریر کی تاریخ کا پتا نہیں چلتا "بحری تاج" سے متعلق مختصر تقریر پسیون ساہوکار کے

بیٹے اپولوڈورس کیجانب سے مرتب کی گئی تھی جو یہ چاہتا تھا کہ اس تاج کی نسبت جسے سلطنت نے اس بحری سردار کو دینا تجویز کیا تھا جس کی کشتی سب سے پہلے نکل کر سمندر میں جانے کے لئے تیار ہو جائے، اس کا استحقاق صحیح اور اس کے مخالفوں کا دعویٰ غلط ثابت ہو جائے۔ اس بیڑے کو جس مہم کے لئے جانے کا حکم دیا گیا تھا وہ غالباً سنہ ۳۶۰ کی مہم تھی، جس میں ڈیموس تھینز نے خود بھی خدمت کی تھی اور یہ مقدمہ دو برس بعد ہوا تھا۔ اس تقریر سے دلچسپی کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ایتھنز کے بحری نظم پر روشنی پڑتی ہے۔ اور آئندہ کے ایک باب میں ہمیں اس بحث سے سروکار پڑے گا۔ اس تقریر کا آخری حصہ اجرت کے وکیلوں کی مذمت کے لئے وقف ہے مگر ڈیموس تھینز کے منہ سے یہ ایک اعجوبہ بات معلوم ہوتی ہے اور حقیقت میں یہ بھی اس فن کا ایک کرتب ہے۔ اس تقریر کی قاطع و قامع صاف گوئی اور تقصیروار بحری سرداروں کی نسبت ایتھنز کی روش کی صاف صاف نکتہ چینی بالکل ڈیموس تھینز ہی کے انداز بیان میں ہے اور ہم بحری معاملات کے متعلق اس کی اس دلچسپی کو ابھی سے دیکھ سکتے ہیں جس کی وجہ سے اس نے چند سال بعد بحری نظم کی اصلاح کی تجویز پیش کی اور پھر چند برس اور آگے چل کر اسے عمل میں بھی لا یا۔

اسپوڈیاس کے خلاف تقریر جس میں ایک خاندانی قرارداد سے بحث کی گئی ہے جسے اسپوڈیاس نے شکست کر دیا تھا اس میں پڑنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ لہجہ اور طرز بیان میں یہ ان تقریروں سے مشابہ ہے جو افوبس اور آنیٹر کے خلاف ہوئی تھیں۔ یہ نسبتاً ایک خفیف سا معاملہ تھا اور اس پر مختصر مگر موثر بحث کی گئی ہے۔

کیلکلس کے خلاف تقریر زیادہ دلچسپ ہے یہ بہت خوبی کے ساتھ اس انداز میں لکھی گئی ہے کہ مقرر ایک سلیم الطبع شخص ہے جس کی خواہش صرف یہ ہے کہ خاموشانہ زندگی بسر کرے مگر اس کے ہمسایہ نے خواہ مخواہ اس پر حملہ کیا اور اس طرح اسے مجبور ہو کر عدالت میں آنا پڑا۔ اس مقرر اور کیلکلس کے کھیت ملے ہوئے تھے اور درمیان میں ایک سڑک تھی

مقرر کے باپ نے یہ دیکھکر کہ جو پانی پہاڑیوں پر سے آتا تھا وہ اس کی زمین میں ایک نالہ کاٹ رہا تھا ایک دیوار بنا دی جس سے پانی دوسری طرف بہ جاتا تھا۔ کئی برس بعد ایک سخت طوفان خیز سیلاب نے کیلکلس کی جائداد پر اس پرانی دیوار کو گرا دیا اور اس سے کسی قدر نقصان ہوا۔ اس پر کیلکلس نے حرجہ کا دعوی کر دیا اور ڈیموس تھینز نے اس کا جو جواب مرتب کیا ہے اس سے نہ صرف اٹیکا کی دیہاتی زندگی کا دلچسپ نقشہ کھنچ جاتا ہے بلکہ اسکی تقریروں میں یہ نہایت شگفتہ اور ظریفانہ تقریر ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی اچھا مقدمہ ڈیموس تھینز کے ہاتھ میں ہو اور اس کی نوعیت بھی زیادہ شدید نہو تو وہ اپنی معمولی سنجیدگی کو چھوڑ کر دوسرا انداز بھی اختیار کر سکتا تھا۔

کونن کے خلاف تقریر بھی بڑی خوبی سے مرتب ہوی ہے ایک موقر و نیز ضدی نوجوان گونہ وحشیانہ حملہ کے لئے حرجہ کا دعویدار ہوا ہے۔ جسے وحشیانہ حملہ کہا گیا ہے اس کی حد یہ تھی کہ چند زندہ دل و عیاش طبع اشخاص نے اپنا ایک کلب بنا لیا تھا اور انھیں لوگوں نے اس کی "مرمت" کی تھی اس نوجوان شخص نے اپنا بیان اس طرح دیا ہے کہ اس کے بیان کے غیر ارادی مذاق سے تقریر کے مرتب کرنے والے اور جوری دونوں کو بہت لطف آیا ہوگا۔[1]

(سنہ ۳۵۰ میں) فارمیو کے موافق اور (سنہ ۳۵۰ یا سنہ ۳۴۹ میں) اسٹیفنس کے خلاف تقریریں دوران مقدمہ بازی میں ہوی تھیں اور زیادہ تر ساہوکاری سے متعلق ہیں۔ ان تقریروں میں ایسی بحث اٹھائی گئی ہے جس سے بہ حیثیت ایک وکیل اور ایک ذاتی شخص کے ڈیموس تھینز کے عادات و اخلاق پر اس قدر اثر پڑتا ہے کہ اس داستان میں کسی آئندہ موقع پر ان تقریروں پر زیادہ تفصیل سے بحث کرنی پڑے گی۔

بیوٹس کے خلاف "اسکے نام پر" جو تقریر ہے وہ کسی شخص منٹیتھیس کیلئے سنہ ۳۴۸ میں

---

[1] اس تقریر کی تاریخ غیر متیقن ہے مگر یہ تقریر سنہ ۳۵۵ کے قریب زمانہ میں ہوی ہوگی۔

مرتب کی گئی تھی جس نے اپنے سوتیلے بھائی پر یہ دعوی کیا تھا کہ اس نے خلاف قانون میرا نام اختیار کر لیا ہے۔ یہ تقریر اس انداز سے مرتب کی گئی گویا ایک اکھڑ شخص خود تقریر کر رہا ہے جو بیچ در بیچ جھنجھلے ہوئے سوالات کرنے کا بھی شائق ہے اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ کم وقعت اشخاص اگر دوسروں کے نام اختیار کر لیں گے تو لوگ ان دونوں میں تمیز نہ کر سکیں گے اور اس سے کیسی کچھ زحمتیں پیش آئیں گی۔ اس نے جو خیالی تصویریں کھینچی ہیں ان میں ظرافت کی چاشنی بھی موجود ہے لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم ہے کہ دوسری جانب سے کیا کہا جانے والا تھا اور کس وجہ سے مقرر اس مقدمہ میں ہار گیا۔

وہ دو خانگی تقریریں جو غالباً ۳۴۶ء یا اس سے قریب زمانہ میں مرتب ہوئی تھیں وہ بھی (فارمیو والی تقریر کے مانند) تمادی عارض ہو جانے کے متعلق ہیں اور ان کی بنا خاص کر اس واقعہ پر ہے کہ مدعی نے مقدمہ دائر کرنے کے قبل ہی مدعا علیہ کو جملہ دعاوی سے بری کر دیا تھا۔ پینٹینیٹس کے خلاف تقریر میں نکوبیولس نے پینٹینیٹس پر جو دعوی کیا ہے وہ ایک کان کی ملکیت کے بارے میں پیچ در پیچ معاملات کے ایک سلسلہ کا نتیجہ تھا اور اسکی سماعت انضباط معدنیات کے خاص قانون کے تحت میں ہوئی تھی۔ اس قانون کی رو سے مقدمہ کا فیصلہ جلد ہونا ضروری تھا اور فریقین پر بعض سخت شرائط عائد ہوتے تھے۔ نکوبیولس کے عذر کا ایک جزو یہ بھی تھا کہ صحیح طور پر یہ مقدمہ اس خاص قانون کے تحت میں نہیں آتا اور یہ کہ متعدد دعاوی جو مختلف عدالتوں میں پیش ہونا چاہئے تھے وہ اس ایک مقدمہ میں شامل کر دئے گئے ہیں۔ یہ تقریر ایک ایسے شخص کے لئے لکھی گئی ہے جس میں بہت کچھ انکسار موجود ہے جس پر از خود نظر پڑتی ہے اور وہ اس امر سے آگاہ ہے کہ پینٹینیٹس اسے روپیہ کا لین دین کرنے والا اور ایسا شخص ظاہر کر کے جسکے عادات و اطوار تک مشتبہ ہوں اس کے خلاف تعصب پیدا کر دے گا۔ اس تقریر میں قانونی استدلال کے اندر ہی بعض لوگوں کے عادات و اخلاق کی تصویر بھی بڑی ہی ہوشیاری سے کھینچی گئی ہے۔

عذر تمادی والی دوسری تقریر اس مقدمہ کے روکنے کے لئے پیش ہوی تھی جس میں ناسیمیکس اور زنوپیتیس نے اپنے سابق ولی ارسٹکمس کے لڑکوں پر ایک بڑی رقم کے لئے دعوی کیا تھا۔ مقرر یہ حجت پیش کرتا ہے کہ ارسٹکمس کو جو برائت دیگئی اس سے امانت کے متعلق جملہ معاملات طے ہوگئے اور نیز یہ کہ مدعیوں کے اس دعوے میں قانون میعاد سماعت کی رو سے تمادی عارض ہے۔ یہ تقریر مختصر، سلیس اور کاروبارانہ انداز کی ہے، صرف خاتمہ کے قریب فصاحت و بلاغت کو ذرا دخل دیا ہے جہاں مقرر نے مدعیوں کے اس دعوے کا جواب دیا ہے کہ چونکہ انھوں نے سلطنت کی خدمت میں بہت بڑی رقم صرف کی ہے اس لئے ان کے معاملہ پر لحاظ ہونا چاہئے مقرر اس کے خلاف یہ دلیل لایا ہے کہ اس قسم کا استدلال شہر پر بدنامی لانے کا باعث ہوگا کیونکہ اس سے مفہوم یہ نکلے گا کہ شہر اپنے باشندوں سے حد سے زیادہ مطالبات کرتا ہے۔

خانگی تقریروں میں سے آخری تقریر جو کسی گمان غالب کے ساتھ ڈیموس تھینز کی جانب منسوب کیجا سکتی ہے وہ یوبیلائیڈیز کے خلاف تھی اور ؁۳۴۵ میں ہوی تھی۔ مقرر ایوکزیتھس نے ایوبیلائڈس پر یہ الزام لگایا ہے کہ اس نے (؁۳۴۵ کی نظر ثانی میں) ناجائز ذرائع سے اس کا نام شہریوں کی فہرست سے خارج کرا دیا اور جو حق اسے حاصل تھا اس کے بموجب اس نے جوری سے یہ درخواست کی تھی کہ اس کا نام فہرست میں بحال کر دیا جائے۔ اس نے ایک ایماندار اور خوش معاملہ شخص کی طرح سے تقریر کی اور وہ اپنے افلاس سے شرمندہ نہیں تھا اور اپنے معاملہ کی قوت پر اسے اعتماد تھا جو صفائی و زور کے ساتھ پیش کیا گیا تھا (افلاس پر شرمندگی کی وجہ یہ ہو سکتی تھی کہ اس کی ماں فیتہ بیچتی اور کسی زمانہ میں دایہ گری کا کام کرتی تھی)

ان تقریروں سے کافی طور پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایتھنز کے وکیل کو انسانی جذبات کے کس قدر مختلف نوعیات سے کام پڑتا تھا اور ڈیموس تھینز کو اس فن میں کیسی کچھ مہارت تھی۔ وہ اگرچہ مقرر کی خصلت اور اسی کا رنگ اختیار

کر لیتا تھا پھر بھی اکثر صورتوں میں وہ صاف پہچان لیا جاتا تھا اگر اس کے زیادہ پر زور خصوصیات یعنے اس کی ہجو ملیح، اس کا پارسایانہ غصہ، اور اسکی بیدردانہ طعنہ زنی یہ سب تقریر کے خاص حصہ میں دبے بھی رہتے تھے تو بھی کہیں نہ کہیں دفعتہً ان کا شعلہ بھڑک اٹھتا تھا اور وہ ہمیشہ اس اثر کے پیدا کرنے میں کامیاب رہتا تھا کہ وہ اپنے مخالف کی بہ نسبت زیادہ بلند اخلاقی کی سطح پر رہے اور چاہے تو حقارت کے ساتھ اپنے مخالف کے متعلق بحث کرے اور چاہے بیدردانہ طور پر اس پر حملہ کر دے، مگر جب اس نے زندگی عامہ میں ایک مرتبہ ذمہ داری کی حیثیت پیدا کر لی تو پھر ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس فن تقریر کی اس نے پست تر شاخ کو بالطبع اسی طرح ترک کر دیا ہوگا جس طرح اس نے اپنے موکلوں کی طرف سے بذات خود عدالت میں آنا اس وقت سے چھوڑ دیا جبکہ اس نے اول اول سیاسی مباحث میں شرکت شروع کی۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا ایسا کرنا اس خیال سے تھا کہ پیشہ ور وکلا جن بری نظروں سے دیکھے جاتے تھے اس پر بھی وہی نظریں نہ پڑنے پائیں اور اس سے اس کی سیاسی امیدوں کو نقصان نہ پہنچے۔ ۳۴۵ ق م کے بعد تک یہ نہیں ہوا کہ وہ اس منزلت پر پہنچ جاتا کہ ایتھنز کی حکمت عملی و روش پر وہ واقعی اقتدار حاصل کر لیتا، اور اس وقت کہ وہ فریق مخالف میں تھا، اس کے سیاسی مشاغل غالباً اتنے انہماک کے نہ تھے کہ موکلوں کے لئے تقریر لکھنے کے لئے اسکے پاس وقت نہ رہتا مگر اس وقت کے بعد سے اس کے قلم سے نکلی ہوئی اس قسم کی تقریریں نہیں ملتیں کیونکہ یہ خیال کسی مستحکم بنیاد پر قائم نہیں ہے کہ سکندر اعظم کی تخت نشینی کے بعد سے وہ سیاسی مشاغل سے منقطع ہو گیا ہوگا اور اس نے پھر وکالت کا پیشہ اختیار کر لیا ہوگا (اور منجملہ اور تقریروں کے فیلپس اور ناریو کے خلاف تقریریں بھی لکھی ہونگی)

---

[1] بچر، ڈیموس تھینز صفحہ ۱۴۰۔

تعلیقات

(۱) ڈیموس تھینز کی جائداد کی قیمت کا موجودہ سکوں میں اندازہ کرنا آسان نہیں ہے ایک ٹیلنٹ میں چاندی کا جو وزن ہوتا تھا (یعنے تقریباً پونے ستائیس سیر) اس کی قیمت موجودہ نرخ کے اعتبار سے سو پاونڈ سے کچھ کم یعنے پندرہ سو روپیہ کے قریب) ہوگی (ملاحظہ ہو گڈون کی تصنیف کتاب میڈیاس مصنفہ ڈیماستھینز ۸ تعلیق) مگر اس کی قوت خریداری اس وقت کی بہ نسبت بہت زیادہ ہوگی۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں ایک غیر ماہر مزدور کی اجرت ڈیڑھ درہم یومیہ ہوتی تھی (بلاک کی کتاب گریٹش گسکٹن) اور (تمام امور پر لحاظ کر کے) انگلستان میں ایسے مزدوروں کی اجرت تین شلنگ (عاں) یومیہ ہے اور اس نرخ پر ایک ٹیلنٹ ہے چھ سو پاونڈ کی غیر ماہرانہ مزدوری حاصل کیجا سکتی تھی۔ اگر گیہوں کی قیمت کو معیار قرار دیا جائے تو ڈیموس تھینز کے زمانہ میں ایتھنز میں (۳۹ فارم ہیں) پانچ درہم میں ایک "مدمنس" یعنے ۲۷ درہم میں ایک کوارٹر گیہوں ملتا تھا۔ اس وقت (مارچ سنہ ۱۹۱۳ء میں) اتنے گیہوں کی قیمت لندن میں (۳۶) شلنگ (ےعہ روپیہ ہے) اور اس اندازے سے ایک ٹیلنٹ تقریباً چار سو پاونڈ (چھ ہزار روپیہ) کے برابر ہوگا۔

(۲) ڈیموس تھینز کی ولادت کی تاریخ قطعی طور پر معین نہیں ہو سکتی کیونکہ اس نے خود اپنی عمر کے متعلق دو متضاد بیان دئے ہیں۔ آنیٹر کے خلاف پہلی تقریر میں اس نے یہ کہا ہے کہ افوبیس کا عقد پالیزیلس کے عہد ارغنی کے آخری ماہ یعنے تقریباً جون سنہ ۳۶۶ میں ہوا تھا اور اس کے عین بعد ہی وہ (ڈیموس تھینز) سن بلوغ کو پہنچا یعنے اٹھارہ برس کا ہو گیا اگر ایسا ہے تو اس کی ولادت سنہ ۳۸۴ کے وسط کے قریب ہوی ہوگی۔ اس کے بعد افوبیس کے خلاف پہلی تقریر (۲ - ۱۷ - ۱۹) میں وہ کہتا ہے کہ باپ کے انتقال کے وقت اس کی عمر ۷ سال کی تھی اور سنہ ۳۶۶ میں سن بلوغ کو پہنچنے کے قبل

وہ دس برس تولیت میں رہا تھا۔ اس سے اس کی ولادت سنہ ۳۸۴-۳ میں متعین ہوتی ہے، ہائیپریڈس نے سنہ ۳۲۴-۳ میں اس کی نسبت سات برس کے ہونے کا اشارہ کیا ہے اور اس سے بھی وہی سنہ ۳۸۴ ظاہر ہوتا ہے مگر میڈیاس کے خلاف تقریر (۱۵۴) میں ڈیموس تھینز خود اپنے کو بتیس برس کی عمر کا بتاتا ہے۔ اس تقریر کی تاریخ بحث طلب ہے مگر غالب یہ ہے کہ یہ تقریر سنہ ۳۴۷ کے موسم گرما میں مرتب ہوئی تھی ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲۶) اور اگر ایسا تھا تو مقرر کی پیدائش سنہ ۳۷۹ میں مشخص ہوتی ہے۔ اگر نیوسیڈریس کے بعض الفاظ کا غلط لکھا جانا بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی سنہ ولادت ۳۸۱ ق م ثابت ہوتا ہے اور یہی تاریخ "اینتھم" میں بھی دی ہے۔ اگر یہ تقریر سنہ ۳۴۹ میں ہوئی تھی جیسا کہ متعدد علما کا خیال ہے تو یہ تخالف کم ہو جاتا ہے مگر اس تاریخ کے خلاف سخت دلائل موجود ہیں۔

ڈیموس تھینز کی پیدائش کی تاریخ ڈکسیپس کی ارغنی کے زمانہ یعنے سنہ ۳۸۵-۴ ق م میں دی گئی ہے۔

(۳) ڈیموس تھینز کی جائداد کی اصلی قیمت کے متعلق بلاک، کارسٹڈ اور دوسرے مصنفوں نے بہت تفصیلی بحث کی ہے لیکن بحث کی وقعت اس وجہ سے بہت کچھ کم ہو جاتی ہے کہ ان سب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ڈیموس تھینز جھوٹ کہہ رہا تھا (اور انحصار اس تمام بحث کا افوبیس اور یالیکس کے خلاف تقریروں کے بعض مشکل ٹکڑوں کی تاویل پر ہے)۔ ڈیموس تھینز نے جائداد کی اصلی قیمت ظاہر کرنے میں شاید کسی قدر مبالغہ سے کام لیا ہے اور جو مقدار اسے ملی تھی اسے کسی قدر کم کر کے دکھایا ہے مگر یہ خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس نے واقعات کو بہت زیادہ غلط بیان کیا ہے۔ اس کتاب کی وسعت اس کی متحمل نہیں ہوتی کہ زیادہ تفصیل کے ساتھ اس شہادت کی جانچ کیجائے۔

(۴) اسکنیز یہ بھی کہتا ہے کہ کچھ بعد کے زمانہ میں جب ایک بہت ہی دل ہلا دینے والے قتل کے الزام میں ارسٹارکس کو جلا وطن ہونا پڑا تو ڈیموس تھینز نے (جو خود بھی اس جرم کا محرک تھا) اس کے تین ٹیلنٹ جو اسے دینا چاہیئے تھے

کسی نہ کسی طرح دبا لئے اور ڈنارکس نے بھی (ڈیموس تھینیز ۳۰ - ۴۷ میں) اس واقعہ کو خفیف تغیر کے ساتھ بیان کیا ہے۔ خود ڈیموس تھینیز نے (میڈیاس ۱۰۴ - ۱۰۷ - ۱۱۷ - ۱۲۰ میں) یہ کہا ہے کہ یہ کل قصہ حاسدوں کا بہتان تھا جسے میڈیاس نے اختراع کیا اور اسی نے پھیلایا۔ اس معاملہ کی اگر کوئی اور تاویل صحیح ہو سکتی ہے تو یہ بھی اغلباً صحیح ہو سکتی ہے۔ قدیم زمانہ کا کوئی مقرر جب اپنے مخالفین کے خانگی حالات کا ذکر کرتا ہے تو اس پر اعتماد نہیں ہو سکتا اور اگر ڈیموس تھینیز کے موکلوں یا شاگردوں میں کوئی نوعمر دولتمند ایسا تھا جو بعد کو بدنام ہو گیا تو پھر یہ امر میڈیاس کی طبیعت اور ایتھنز کے مقرر کی عادت کے عین موافق تھا کہ اس بدنامی میں ڈیموس تھینیز کو بھی شامل کرنے کے لئے ضروری جزئیات کا اضافہ کر لیا جائے۔ یہ جزئیات خود نہایت ہی مشتبہ ہیں، اسکنیز کے بیان کے مطابق مقتول نکوڈیمس نے ڈیموس تھینیز پر فرار کا الزام لگایا تھا جس موقع کا حوالہ دیا گیا ہے وہ غالباً سنہ ۳۴۸ کے بہار کا واقعہ ہے جبکہ ڈیموس تھینیز تقریب ڈیونیسیا میں سرود کی خدمت انجام دینے کے لئے ایوبیا کی خدمت سے واپس آ گیا تھا۔ میڈیاس کے خلاف تقریر (۱۰۳) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میڈیاس کی سازش و تحریک سے یہ الزام نکوڈیمس نے نہیں بلکہ ایوکٹیمن نے لگایا تھا اور اگر ایسا تھا تو نکوڈیمس کے خلاف ڈیموس تھینیز کی جس عداوت کا ادعا کیا گیا ہے وہ ناپید ہو جاتی ہے۔ فقرہ (۱۱۶) میں ڈیموس تھینیز نے میڈیاس پر یہ الزام لگایا ہے کہ اس نے ارسٹارکس پر غلط جرم عائد کیا ہے۔

(۵) ہم یہ نہیں جانتے کہ آیا تقریر لکھنے کا پیشہ فی الواقع منفعت بخش تھا یا نہیں۔ جو اجرت لیجاتی تھی اس کا بیان صرف اینٹی فان کے سنہ ۴۱۱ کی مدافعت کے ایک ٹکڑے میں لکھا ہے (جسے مسٹر جولیس نکول نے پاپرس کے کاغذ پر قلمی نسخے سے مرتب کر کے سنہ ۱۹۰۷ء میں شائع کیا ہے) اس میں اینٹی فان یہ کہتا ہے کہ "میرے الزام لگانے والوں کا یہ دعویٰ ہے کہ میں دوسروں کے لئے عدالتی تقریریں لکھتا ہوں اور اپنا بیس فیصدی حق لیتا ہوں" لیکن چونکہ اینٹی فان حرص میں بدنام تھا اس لئے اس سے یہ متیقن نہیں ہو سکتا کہ تمام تقریر لکھنے والے رقم نزاعی کا

بیس فی صدی طلب کرتے تھے۔ اس سے بھی کم یقین اس پر ہوتا ہے کہ نصف صدی بعد ڈیموس تھینیز کے زمانہ میں ابھی یہی شرح تھی۔

(۲) اس میں فی الواقع بہت کم شک ہو سکتا ہے کہ ڈیموس تھینیز کی جو تقریریں اس وقت موجود ہیں وہ فی الاصل قریب قریب وہی تقریریں ہیں جو اس نے کی تھیں اس کے خلاف دلائل نہایت ہی کمزور ہیں۔ یہ تو ضرور عیاں ہے کہ کسی حد تک نظر ثانی و ترمیم سے کام لیا گیا ہے۔ خاص کر اس لحاظ سے کہ مخالف مقرروں کے جواب کے طور پر جا بجا نئے ٹکڑے داخل کر دیے گئے ہیں اور مباحثہ کی روشنی میں بعض فقروں کی اصلاح کا ہونا بھی ممکن ہے۔ شائد یہ بھی ہوا ہو کہ تقریریں جب شائع کی گئیں تو قرارداد کی باضابطہ تجویزیں حذف کر دی گئی ہوں۔ اس قسم کے خالص ضابطہ کے جملوں سے پڑھنے والوں کو بہت کم دلچسپی ہوتی ہے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تقریر کے متن میں وہ مطلق شامل ہی نہ ہوں ہر طرح پر اغلب یہ ہے کہ تحریک محرر یا صدر کو دیدیجاتی تھی اور وہ اسے بلند آواز سے پڑھ دیتا تھا۔ موجودہ تقریروں کو بعینہ اصلی تقریریں سمجھنے کے خلاف جو اعتراض اٹھایا گیا ہے یعنے یہ کہ ان میں معین و مشخص تحریکات شامل نہیں ہیں۔ اس کا جواب کئی طرح پر دیا جا سکتا ہے کچھ تو یہی امور مذکورۂ بالا اس کا جواب ہیں اور کسی قدر اس امر کے بنا دینے سے اس کا جواب ہو سکتا ہے کہ اولاً یہ کہ بعض تقریریں صریحاً قطعی تحریکات کے ساتھ شامل ہیں اور ان تقریروں میں بالکل قطعی تجویزیں کی گئی ہیں اگرچہ یہ تجویزیں ضابطہ کی شکل میں نہیں ہیں ثانیاً یہ کہ بعض تقریریں تحریکات کے جواب کی حیثیت رکھتی ہیں ثالثاً یہ کہ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ڈیموس تھینیز یا کوئی دوسرا مقرر ہر تقریر میں لازماً کوئی نہ کوئی تحریک ہی پیش کرتا ہو۔ ان کے سوا اور جو اعتراضات ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) تقریریں اس قدر وسیع مباحث پر محتوی ہیں کہ معین تحریکات کے مباحثہ میں یہ تقریریں نہ ہوئی ہونگی مگر ہمیں یہ نہیں معلوم ہے کہ اس زمانہ میں ایتھنز میں غیر متعلق مباحث کے لئے کیا حدود قرار دیے گئے تھے اور نیز یہ کہ

جس غیر متعلق بحث کا ادعا کیا جاتا ہے اس میں بہت کچھ مبالغہ کیا گیا ہے کیونکہ معترضین اور خاص کر ہین نے ان دلائل کو جن کی بنا ڈیموس تھنیز نے حکمت عملی اور عام اخلاق پر رکھی ہے فی الواقع غیر متعلق قرار دیا ہے - یہ صحیح ہے کہ انیڈ و سائڈس اور بجیمیس کے موجود الوقت مباحثہ کی تقریروں میں اس قسم کے زیادہ دلائل موجود نہیں ہیں مگر ان میں اور ڈیموس تھنیز میں جو فرق ہے یہ بھی اسی کا حصہ ہے، مباحثہ کی تقریروں کی لازمی خصوصیت نہیں ہے -

(۲) پلوٹارک نے ڈیموس تھنیز کے عادات و اطوار کا جو نقشہ کھینچا ہے اس لحاظ سے ہمیں جس قسم کی تقریروں کی توقع ہونا چاہئے یہ تقریریں ویسی نہیں ہیں لیکن یہ اصل بات میں بہت مبالغہ کرتا ہے یہ صحیح ہے کہ پلوٹارک اور اسکینز نے ڈیموس تھنیز کے بعض فقرے ایسے نقل کئے ہیں جو اسکی موجودہ تقریروں کے چند فقروں کو چھوڑ کر بہت زیادہ سخت و شدید ہیں مگر ان سے بہت ہی قریب قریب فقرے موجود ہیں اور یہ امر واقعہ کہ اس قسم کے فقرے ان تقریروں میں آئے ہوں جو ڈیموس تھنیز نے ارتجالاً کی تھیں یا انھیں اشاعت کے قابل نہیں سمجھا تھا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے جن تقریروں کو اشاعت کے قابل سمجھا وہ کبھی ہوئی ہی نہ تھیں -

زیادہ سے زیادہ جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ دو ایک صورتوں میں اور خاص کر فیلقوس کے خلاف تیسری تقریر کے معاملہ میں تقریر کے دو نسخے شائع تھے اور ممکن ہے کہ یہ دونوں نسخے خود ڈیموس تھنیز ہی نے ترمیمات کے بعد دوبارہ شائع کئے ہوں، مگر اب یہ بہت ہی اغلب طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ ڈیموس تھنیز کی بعض تقریروں کے نسخوں کی تکمیل انیکزیمینس نے اپنی تاریخ کے لئے کی تھی جس میں کچھ حصہ تو اس نے مقرر کی اصلی شائع شدہ تقریروں سے نقل کیا تھا اور کچھ حصہ خود اختراع کر لیا تھا یا اصلی ٹکڑوں کو بدل کر شامل کر دیا تھا - (اولنتھس کے نازک موقع کے وقت) نظام سلطنت سے متعلقہ تقریر، فیلقوس کے خط کا جواب اور ممکن ہے کہ خود فیلقوس کا خط اور فیلقوس کے خلاف چوتھی تقریر یہ سب قریب قریب

یقینی طور پر انھیں اسباب، یا انھیں کے مماثل اسباب کا نتیجہ ہیں اور (اگرچہ اغلب نہیں مگر) ممکن ہے کہ فیلقوس کے خلاف تیسری تقریر کے نسخوں میں سے ایک نسخہ بھی اسی طرح وجود میں آگیا ہو یا اس قسم کی پر تصنع شاعرانہ تصنیف کا اس پر اثر پڑا ہو ان کے سوا اور تقریروں کے متعلق یہ سمجھ میں آنا دشوار ہے کہ ایک غیر متعصب پڑھنے والا کیونکر یہ خیال کرسکتا ہے کہ تقریریں جس حالت میں ہیں وہ مباحثہ کے لئے ناموزوں ہیں۔ ایک کمزور تخیل کا شخص بھی کسی قدر یہ تصور قائم کرسکتا ہے کہ یہ تقریریں جب ڈیموس تھینیز کے نادر انداز میں ادا ہوی ہونگی تو ان کی قوت سے کس عظمت و جلال کا اظہار ہوا ہوگا مگر علما کی خداداد قابلیتوں میں تخیل ہمیشہ شامل نہیں ہوتا۔

(۷) اس قسم کے رسائل یہ ہیں۔ زینوفن کا مصنوعی نظام سلطنت ایتھنز ۴۲۵-۴ سنہ ق م- اینڈوسائڈس کی تقریر (۴۱۵ سنہ کے تھوڑے ہی زمانہ بعد)- اینٹی فان کی ۴۱۱ سنہ ق۔م۔ کی تقریر اور وہ تقریر جو ہیروڈوٹس کی جانب منسوب ہے مگر اغلب یہ ہے کہ یہ حلقۂ تھریمینیس کے کسی رکن کی ۴۰۴ سنہ کی تصنیف ہے (ملاحظہ ہو ڈائرپ کا اڈیشن صفحہ ۱۱۰)

(۸) جالینوس کی تصنیف کے ایک محشّی نے ایک قصہ بیان کیا ہے کہ افلاطون نے ڈیموس تھینیز کو اس وجہ سے اپنے درس سے نکال دیا تھا کہ جو نکات بیان کئے جاتے تھے وہ صرف ان کے الفاظ پر توجہ کرتا تھا، ان کے دلائل پر توجہ نہیں کرتا تھا مگر اسے باغ کے دروازے کیطرف سے اندر جانے کا موقع ملگیا اور وہ بہت دنوں تک درس سنتا رہا اور کسی کو اس کا پتا نہ چلا۔ اس سے یونانی زبان کی یہ مثل نکلی کہ "باغ کے دروازے سے داخل ہو جاؤ"۔ (ملاحظہ ہو پروسٹ ینوجار نوجر باب ۱۳ صفحہ ۳۰۷)

(۹) اینٹی فان نے اپنی سوتیلی ماں کے خلاف جو تقریر کی ہے اس میں اس نے بہت زور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہے کہ غلاموں نے اذیت جسمانی کی وجہ سے جو شہادت دی تھی وہ بہت ہی معتبر تھی اور ہیروڈس کے قتل کے متعلق اسی مقرر کی تقریر میں اس قسم کی شہادت کو سخت ناقص قرار دیا گیا ہے کیونکہ اغلب یہ ہے کہ غلام یہ شہادت صرف اس وجہ سے دیدیتے تھے کہ اذیت جسمانی سے انھیں

جلد سے جلد نجات حاصل ہو جائے۔

(۱۰) ڈیموس تھینیز کے تکریرات کی کثرت کے متعلق لارڈ بروہم نے (اپنے ”مقالۂ فصاحت قدما“ میں) جو خیال ظاہر کیا ہے اس میں شک کی گنجائش ہے یہ سوال درحقیقت اس رائے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو فیلقوس کے خلاف تقریر کے اصل و مبدأ کے متعلق اختیار کیجائے (ملاحظہ ہو صفحات ۳۴۲ و ۳۵۶) لارڈ موصوف ان تکریرات کی وجہ یہ خیال کرتے ہیں کہ مقرروں کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ وہ لوگوں کو ممنون و مسرور کریں اور ساتھ ہی ساتھ تحریص و ترغیب بھی دیں، اور یہ لوگ اپنے سلطنت کے معاملات پر مخلّی بالطبع ہو کر گفتگو و مباحثہ کرنے کے ساتھ ہی نفیس تفریح کا لطف اٹھانے کے لئے بھی آتے تھے۔ اس صورت میں تکرار سے ہر موقع پر جوش بڑھ جاتا تھا۔ چنانچہ جن لوگوں کو موسیقی سے الفت یا ڈراما سے مسرت ہوتی ہے انھیں پہلے نازک نغمہ یا پہلے شاندار تماشے سے کبھی اتنا اطمینان نہیں ہوتا جتنا بعد کے نغمے یا تماشے سے ہوتا ہے“۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایتھنز کے سامعین تقریر کو ایک فن سمجھکر اس سے لطف اندوز ہوتے تھے مگر یہ خیال کرنا حد سے بڑھ جاتا ہے کہ خاص خاص ٹکڑوں کا (جنھیں ہم معقول و مقفول کے ساتھ مکرر دیکھتے ہیں) ان پر اتنا قوی اثر ہوتا تھا کہ وہ اسی طرح ان کا خیر مقدم کرتے تھے جیسا لارڈ بروہم نے خیال کیا ہے۔

(۱۱) تقریر میں ”حرکات و اشارات“ سے کام لینے کی مذمت کرنے سے ڈاکٹر جانسن کبھی باز نہیں آتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے کہا کہ ”حرکات و اشارات کا اثر معقول پسند اشخاص پر کچھ بھی نہیں ہوتا اس سے شور البتہ بڑھ جاتا ہے مگر دلیل کو کوئی قوت نہیں پہنچتی۔ اگر آپ کتّے سے بات کرتے ہیں تو آپ حرکات سے کام لیتے اور ہاتھ سے اشارا کرتے ہیں کیونکہ وہ حیوان ہے، اور انسان جس حد تک حیوان سے دور ہوتا جاتا ہے اسی حد تک حرکات کا اثر اس پر کم پڑتا ہے“ اس پر مسز تھریل نے کہا کہ ”کیوں جناب! اس صورت میں ڈیموس تھینیز کے اس قول کے کیا معنی ہونگے کہ حرکات ’حرکات، حرکات‘“ جانسن نے جواب دیا کہ ”بیگم صاحبہ ڈیموس تھینیز حیوانوں کے مجمع یعنی ایک وحشی قوم کے سامنے تقریر کیا کرتا تھا (باسول)

(۱۲) بلاس کا یہ نظریہ کہ (۳۶۰ سنہ میں ناخدا کی خدمت انجام دینے کے بعد) ڈیموس تھینیز نے یہ تقریر خود اپنے لئے مرتب کی تھی اور لیبنیس کا یہ کہنا غلط ہے کہ اپولوڈورس اس کا مقرر تھا۔ یہ نظریہ ناکافی بنا پر قائم ہے مگر اس میں شک کرنے کی کوئی حقیقی وجہ نہیں ہے کہ ڈیموس تھینیز نے یہ تقریر لکھی تھی۔

باب دوم

یونان از سنہ ۴۰۳ تا سنہ ۳۵۹ ق م

ڈیموس تھینیز نے جب معاملات عامّہ میں دلچسپی لینا شروع کیا ہے اس وقت کے عالم یونانی کی حالت بغیر اس کے قابل اطمینان طور پر سمجھ میں نہیں آسکتی کہ جنگ پلوپونیس کے اختتام پر ایتھنز کے زوال پذیر ہونے کے بعد سے یونانی تاریخ کی رفتار پر مختصراً نظر ڈالی جائے۔ یہ باب اسی مقصد کے لئے وقف ہوگا[1]

جہاں تک خود ایتھنز کا تعلق تھا یہ آفت ایتھنز کے انہزام و انہدام کی ظاہری تباہی کے باوجود اسی قدر مصیبت انگیز ثابت ہوئی جتنا بظاہر اندیشہ ہوسکتا تھا۔ شہر اسپارٹا کے حوالہ کئے جانے کے عین بعد ہی جن تیس شخصوں نے اپنا اقتدار قائم کرلیا تھا ان کی مطلق العنان حکمرانی کا جلد تر خاتمہ ہوگیا اور اس سے کم از کم ایک مفید نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عدیدی حکومت ہمیشہ کے لئے بدنام ہوگئی، عمومی نظام سلطنت بحال کردیا گیا اور اگرچہ رقیب ہمدگر اپنی تقریروں میں ایک دوسرے پر عدیدی طریقوں کو کام میں لانے اور عدیدی خیالات سے ہمدردی رکھنے کا الزام لگاتے رہے اور علمائے نظریات ایسے نظام سلطنت کی تلاش میں سرگرداں رہے جو عملاً ایتھنز کی مروجہ عمومیت سے بہتر کام دیسکے مگر ان تمام باتوں کے باوجود کم از کم اسی برس تک تو آئینی تغیر کی کوئی پر زور خواہش یا کسی موثر انقلاب کا خطرہ پیدا نہیں ہوا۔ ایتھنز کے قوانین جن میں کسی قدر بے ترتیبی پیدا ہوگئی تھی ان پر نظر ثانی کی گئی اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ توافق پیدا

---

[1] واقعات کا جو خلاصہ بیان کیا گیا ہے اس میں صرف انہیں مسائل سے بحث کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کا بیان کرنا آیندہ دور کی تاریخ سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔

کیا گیا۔ تجارت بہت جلد بحال ہو گئی۔ شہر کی ظاہری شان و شوکت اور یونان کی تجارت اور علم ادب کے خاص مرکز ہونے کی حیثیت سے تمام ممالک غیر کے لوگ مثل سابق وہاں آمد و رفت کرنے لگے اور چند عارضی وقفوں کو مستثنیٰ کر کے اس کی آیندہ کی تیس برس کی تاریخ اس کی قوت و خوشحالی کی تدریجی بحالی کی تاریخ تھی۔

اسی زمانہ کی اسپارٹا کی تاریخ بالکل دوسری ہی تصویر پیش کرتی ہے، سنہ ۴۰۴ میں ایتھنز کے اطاعت قبول کرنے کے بعد اسپارٹا کی سلطنت بروقت یونان میں سب سے زیادہ زبردست سلطنت ہو گئی تھی مگر اس سے جہاں کہیں ہو سکا اس نے ایک والی اور "دس شخصوں کی مجلس" کی حکومت قائم کر دی اور چونکہ ان ولاۃ و مجالس کی حکمرانی جابرانہ حکمرانی ہوتی تھی، اس لئے اسپارٹا کیجانب سے یوماً فیوماً تنفر بڑھتا گیا۔ علاوہ ازیں خاص دول (یعنے کورنتھ، ارگاس اور تھیبز جنھوں نے اسے ایتھنز کے فتح کرنے میں مدد دی تھی) اسپارٹا ان کے توقعات کے پورا کرنے سے بھی قاصر رہا۔ کورنیتھ کی خواہش یہ تھی کہ کارکرا اسکے قبضہ میں آجائے اور آبنائے سے مغرب جانب کے سمندروں میں اس کی فوقیت بے رد و کد قائم ہو جائے تاکہ ان سمندروں میں اس کی تجارت محفوظ ہو جائے۔ ارگاس اگرچہ فی الواقع ایک دوسرے درجہ کی طاقت سے زیادہ نہ تھا مگر پھر بھی اتنی توقع اسے بھی تھی کہ پلوپونیس کے اندر اس کی حیثیت میں کچھ ترقی ہو جائیگی۔ تھیبز کی آرزو یہ تھی کہ بیوشیا میں وہ سب سے فائق طاقت تسلیم کر لیا جائے۔ اسپارٹا نے ان میں سے کسی خواہش کو بھی پورا نہ کیا اور سنہ ۳۹۵ میں جب موقع آیا تو ایتھنز کی طرح یہ تینوں سلطنتیں بھی خود اسپارٹا پر پلٹ پڑنے کے لئے تیار تھیں۔

اسی سال میں ایران کے بادشاہ آرتازرکسز دوم نے روڈز کے ایک باشندے ٹماکریٹش نامی کو روپیہ کی بہت کثیر مقدار دیکر خاص خاص یونانی دول میں اس غرض سے بھیجا کہ وہ ان شہروں کے مدبروں کو اپنے اپنے شہروں کی طرف سے اسپارٹا پر اعلان جنگ کرا دینے پر آمادہ کرے۔ اہل اسپارٹا تقریباً سنہ ۴۰۰ سے

اس بادشاہ سے برسر جنگ تھے اور برائے نام اس جنگ کا مقصد ایشیائے کوچک کے یونانی دول کے مفاد کو بتاتے تھے (یہ امر غیر تیقن ہے کہ ایتھنز کے کسی مدبر نے بھی رشوت لی یا نہیں لیکن بہر صورت ایتھنز کو ترغیب دینے کی ضرورت بہت کم تھی) اہل تھیبز نے اپنے ادنیس کے دوست یعنے قبائل لاکرس کو اہل فوکس کے خلاف مخاصمات برپا کرنے پر اکسایا جس پر اہل فوکس نے اسپارٹا سے مدد کی درخواست کی اور اہل اسپارٹا نے لسینڈر کے تحت میں بیوشیا پر حملہ کر دیا لیکن لسینڈر ہیلیارٹس کے حملہ کے دوران میں مارا گیا اور جب ایتھنز کی ایک فوج بھی اہل تھیبز کے ساتھ شریک ہوگئی تو لسینڈر کا جانشین اسپارٹا کو واپس چلا گیا۔ دوسرے سال (یعنے ۳۹۴ ق م میں) ہم ایک مخلوط فوج کو جس میں ایتھنز، تھیبز، کورنتھ، ارگاس اور ایوبیا کی فوجیں شامل تھیں اسپارٹا کی فوج کے مقابل میں صف آرا دیکھتے ہیں جس میں پلوپونیس کی چھوٹی ۲ دولتوں کی امدادی فوجیں بھی داخل تھیں۔ پہلے تو خشکی پر اسپارٹا کو کامیابی حاصل ہوگئی مگر ایتھنز کے بندرگاہ پیریوس کی جدید قلعہ بندی جولائی میں شروع ہوگئی اور ۱۰ اگست کو ایتھنز کے امیر البحر کونن نے ایک ایرانی بیڑے کو اپنے تحت میں لیکر نیڈاس کے قریب اہل اسپارٹا پر عظیم الشان بحری فتح حاصل کی اور ۳۹۳ ق م میں ایتھنز کی اس دیوار کو دوبارہ بنا دیا جسے ق م میں تباہ کر دیا گیا تھا۔ اس کام میں تھیبز کے کاریگروں کی بہت بڑی جماعت نے بھی مدد دی۔ اسی زمانہ کے قریب (شاید کہ ایتھنز میں شہنشاہی حوصلوں کی تجدید کیوجہ سے) ان اعتدال پسند رہنماؤں نے جو کئی برس سے ایتھنز کی رہبری کر رہے تھے، اگرہس اور زیادہ انتہائی طرز کے دوسرے مدبروں کے سامنے سپر ڈالدی۔ مجلس ملکی کی ایک حاضری کا معاوضہ تین روبل تک بڑھا دینے سے عوام الناس کو سیاسیات میں اپنا زور دکھلانے کا پھر ایک مرتبہ اچھا موقع ملگیا، اور چونکہ ان کے اغراض جنگ سے بہترین طور پر پورے ہوتے تھے[1] اس لئے شد و مد کے ساتھ جنگی میدان کا

---

[1] ملاحظہ ہو آئندہ صفحہ ۴۲۔

اظہار شروع ہو گیا۔ سر گروہان انبوہ نے بد قسمتی سے اپنے مخالفوں اور زیادہ دولتمند شہریوں پر مقدمہ چلانے کی کارروائی پھر اختیار کی اور کثرت سے ایسا کرنے لگے تاکہ اس طرح فوج کے لئے روپیہ اور ضروریات جنگ حاصل ہو سکیں۔ جنگ تغیر پذیر نتائج کے ساتھ کئی برس تک جاری رہی۔ بہ حیثیت مجموعی واقعات کا رخ اسپارٹا کے تسلط کے خلاف تھا، اور جزائر اور دور افتادہ نو آبادیات پر ایک بڑی حد تک اس کا اقتدار زائل ہو گیا۔ اعلیٰ سپہ سالاری کے جوہر دو طرف سے دکھائے گئے۔ ایتھنز کے افکریٹس نے سپرداروں کی نئی تربیت دادہ فوج اور نئی شاطرانہ تدبیروں سے کام لینے میں (جو ابتداءً بہت ہی کامیاب ثابت ہوئی تھیں) خاص نمود حاصل کی۔ یہ نئی فوج (اگرچہ بالکلیہ نہیں مگر) زیادہ تر اجیر سپاہیوں سے مرتب اور گران سلاح پیادوں کی بہ نسبت (جن سے اب تک کام لینے کا رواج تھا) ہلکے ہتھیاروں سے مسلح تھی، مگر ان کے نیزے زیادہ لمبے ہوتے تھے۔ ایک موقع پر تو اس نے کورنتھ کے ایک پورے ڈویژن (حصۂ فوج) پر اچانک چھاپہ مارا اور اسے تباہ کر دیا۔

سنہ ۳۹۲ میں اہل اسپارٹا روپیہ کی ضرورت سے سخت مجبور ہوئے اور انہوں نے ایران سے درخواست کی کہ وہ شرائط صلح قرار دے کر بزور صلح کرا دے مگر یہ درخواست بے نتیجہ رہی لیکن جب سنہ ۳۸۷ میں ان کا امیر البحر اینٹالکیڈاس، اسی قسم کی ایک التجا سوسہ میں لے گیا تو اسے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی، اور اس سال کے اختتام کے قریب ایتھنز کی حالت ہلسپانٹ کی جانب سے اور خود وطن میں بہت ہی نازک ہو گئی اور اس کے لئے صلح کو قبول کرنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا اور آخر الامر سنہ ۳۸۷-۶ کے موسم سرما میں صلح مؤکد ہو گئی۔ کورنتھ اور تھیبز میں اگر مقاومت کی کچھ خواہش تھی بھی تو وہ اسپارٹا کی فوجوں کے اجتماع سے دب گئی اور جب شاہ اعظم کا خط یونانی دولتوں کے مجمع نمایندگان میں پڑھا گیا تو صلح کے شرائط بالعموم تسلیم کر لئے گئے۔ ان شرائط سے یونانی دولتوں کے آپس کے تنازعات اور ایشیائے کوچک کے یونانی شہروں کے ساتھ شاہ کے تعلق کی حیثیت دونوں امور کا اگر بالکل باعزاز نہیں تو ایک ہنگامی حل ضرور

مہیا ہوگیا۔ ایشیائے کوچک کے یونانی شہر مع جزائر کلیزومنی و قبرس اب شاہ کی شہنشاہی کی جزو قرار دیدیئے گئے۔ تمام دوسرے یونانی شہر خود مختار قرار پائے، بجز اس کے کہ جزائر لمناس امبراس اور سیراس بدستور اتھنز کے قبضہ میں رہے۔ شاہ نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کر دیا کہ جو سلطنت صلح کو قبول نہ کرے گی وہ اس کے خلاف جنگ کرے گا اور اگرچہ تھیبز نے یہ کوشش کی کہ بیوشیا میں اپنی فوقیت کو تسلیم کرالے مگر اسے مجبور ہو کر اینا اور آرکومینس، پلیٹیا، تھیسپئی کے شہروں کو خود مختار مراکز کی حیثیت سے قائم کرنا پڑا۔ گویا بیوشیا کے اندر اسپارٹا کے اثر کے مرکز قائم ہوگئے مگر زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ یہ شہر اتھنز کے اثر کے مرکز بن گئے۔

اینٹالکیداس کی صلح کی توثیق آئندہ نصف صدی کی تاریخ کے لئے نہایت ہی اہم واقعہ ہے۔ ایک طرف تو اس صلح نے تمام چھوٹی دولتوں کے لئے آزادی کا منشور مہیا کر دیا اور کوئی بڑی دولت جب اپنے رقیب کو برسر غلط ثابت کرنا چاہتی تھی تو اس کے لئے ہمیشہ یہ موقع تھا کہ اس صلح کے بموجب وہ اس پر یہ الزام لگائے کہ اس نے کمزور تر شہروں کے تفرد کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ لیکن دوسری طرف ایشیا کے یونانیوں کو قطعی طور پر ایرانی سلطنت کے حوالہ کر دینے اور شاہ ایران کے اس حق کے تسلیم کر لینے سے کہ وہ یونانی سلطنتوں کے لئے شرائط صلح قرار دیسکتا ہے، چوتھی صدی اور پانچویں صدی کے طبائع کا فرق نہایت واضح طور پر روشن ہو جاتا ہے کیونکہ پانچویں صدی میں ایران کے ساتھ کسی قسم کی رعایت مسئلۂ آزادی کے لئے غداری سمجھی جاتی تھی۔ اس زمانہ کے بعد سے یونان کے اندرونی معاملات میں ایران کی دخل دہی کا امکان لوگوں کے خیال میں ہمیشہ ادنی درجہ میں رہا۔ خواہ وہ اس دخل دہی پر اپنی ذاتی کارروائی کی حیثیت سے نظر کرتے ہوں خواہ اسے ایک ایسا خطرہ سمجھتے ہوں جس سے حفاظت ضروری تھی اور جس "زر ایرانی" کا ذکر ہم اس کثرت سے سنتے ہیں اس کے وسیلہ سے ایران کا اثر یونانی سیاسی زندگی کے اندر ایک حقیقی اور نہایت افسوسناک عنصر بن گیا تھا۔ اس سے ہر جگہ

شکوک و شبہات پیدا ہو گئے اور ایتھنز کی مجالس کے مباحث اور اسکی عدالتوں کے نفاذ انصاف دونوں پر اس کا برا اثر پڑا۔

لیکن اینٹا لکیڈاس کی صلح نے خود یونان کے اندر فی الواقع معاقدات کو فرو نہیں کیا۔ اس سے یہ تو ضرور ہوا کہ الحال یونانی سلطنتوں اور ایرانی شہنشاہ کے مابین براہ راست مخاصمات بند ہو گئے کیونکہ اگرچہ شہنشاہی کی باغی رعایا خاص کر قبرس کے اگوراس اور مصر کے ٹیگاس اور نکٹینیاس کو ایتھنز کے سپہ سالاروں اور سپاہیوں سے بہت بڑی مدد مل رہی تھی مگر یہ لوگ ایتھنز کے نام سے کارروائی نہیں کرتے تھے اور ایتھنز کو ایک سے زائد مرتبہ مجبور ہونا پڑا کہ شاہ کی خواہش پر اپنے سپہ سالاروں کو واپس بلائے مگر خود یونان کے اندر یہ صلح کسی کے لئے بھی کامل طور پر اطمینان بخش نہیں تھی۔ اگرچہ ایتھنز کا تین جزیروں کو اپنے قبضہ میں رکھنا اس کے اعزاز کی رعایت اور اس کی تجارت کے لئے اول درجہ کا عظیم الشان نفع تھا، پھر بھی وہ اس معاملہ سے شرمسار تھا، جن مدبروں نے اس معاملہ میں اثر ڈالا تھا اس نے ان سے خلاصی حاصل کی اور ان کے بجائے برسوں تک کیلسٹرٹس کی سرگروہی میں چلتا رہا۔ ایتھنز اور اسپارٹا کی مخاصمت کا مداوا آسانی سے نہیں ہو سکتا تھا، اور اہل اسپارٹا کی یہ خواہش کہ وہ پلوپونیس میں پھر اپنی فوقیت قائم کر لیں، زیادہ دنوں تک دبی ہوئی نہیں رہ سکتی تھی۔ درحقیقت انھوں نے باضابطہ طریق سے صلح کو شکست نہیں کیا۔ دوسری سلطنتوں کے اندر ان کی مداخلت ضابطہ کے مطابق راست اس طرح پر معلوم ہوتی تھی کہ وہ اسی سلطنت کے اندر مداخلت کرتے تھے جس کی عدیدی جماعت انھیں دعوت دیتی تھی اور ان کا حیلہ یہ ہوتا تھا کہ یہی جماعت اس سلطنت کی حکومت کی نمائندگی کرتی ہے بس اس طرح کہنے کو یہ ہوتا تھا کہ انھوں نے اپنی فوج اور اپنے ولاۃ کو مقامی حکومت کی خدمت میں دیدیا تھا۔ مگر اثر اس کا یہی تھا گویا انھوں نے صلح کو علانیہ توڑ دیا تھا۔ ؁۳۸۵ یا ؁۳۸۴ میں انھوں نے (آرکیڈیا کے سب سے بڑے شہر اور عام طور پر اسپارٹا کی مقاومت

کے ایک مرکز) میٹینا کے لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنی دیواریں گرادیں، اور شہر میں رہنے کے بجائے (جہاں وہ اپنے کو قلعہ بند کرسکتے اور حامیان آزادی کی تقریروں کو زیادہ آسانی کے ساتھ سن سکتے تھے) چار پانچ دیہاتوں میں سکونت اختیار کریں اور ہر گاؤں اسپارٹا کے ایک والی کے تحت میں ہو۔ ۳۷۹؁ میں انھوں نے بیس مہینے کے محاصرے کے بعد فلیس کو فتح کرلیا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام یونان میں ان کا اثر پھر جلد تر بحال ہوجائے گا۔ شمال میں معاہدۂ کیلکس کے مرکز یعنے شہر النتھس نے مقدونیہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر اپنا اقتدار جزیرہ نمائے کیلکس پر وسیع کرلیا تھا اور (امنٹاس سوم، شاہ مقدونیہ کے ساتھ رسمی اتحاد کے باوجود) خود مقدونیہ کے کچھ حصہ پر بھی اپنے اقتدار کو وسیع کردیا تھا۔ کیلکس کے دو خوف زدہ شہر اکنتھس اور اپولونیا اسپارٹا کی طرف رجوع ہوئے اور امنٹاس بھی ان شہروں کے ساتھ شریک ہوگیا۔ اہل اسپارٹا نے اس التجا کے جواب میں النتھس کے خلاف ایک فوج روانہ کی اور طولانی جدوجہد کے بعد النتھس کو مجبور ہوکر اسپارٹا کے محالفہ کا رکن بننا پڑا۔ اس سے لامحالہ امنٹاس کی حیثیت کو بہت تقویت حاصل ہوگئی مگر اس وقت کوئی شخص یہ پیش بینی نہیں کرسکتا تھا کہ مقدونیہ کے بادشاہ کی طاقت اتنی بڑھ جائے گی کہ لوگ اس امر پر افسوس کریں گے کہ کیوں نہ النتھس اور معاہدہ کیلکس کو اسکے خلاف سد سکندری کے طور پر بحال خود چھوڑ دیا گیا۔

۳۸۳ یا ۳۸۲؁ میں فیبیڈاس کے تحت میں اسپارٹا کی ایک فوج نے (جو النتھس کو جارہی تھی) کسی تدبیر سے تھیبز کے ایوان عامہ کیڈمیا پر قبضہ کرلیا (اس زمانہ میں اہل تھیبز عمومی مدبروں کے زیر اثر تھے جو اسپارٹا کے حلیف تھے اور جنھوں نے النتھس کے خلاف مہم میں شرکت سے انکار کردیا تھا مگر شہر کے اندر کچھ عدیدی بھی تھے اور فیبیڈاس کو انھیں اندر کی سازشیوں سے مدد مل گئی تھی) اہل اسپارٹا اس مقام پر ۳۷۹؁ تک قابض رہے مگر اس سال ان کی قلعہ گیر فوج کو ان عمومیوں نے نکال دیا جو ایتھنز میں جلاوطنی کی زندگی بسر کررہے تھے اور جواب اپنے شہر کو واپس لینے کی سازش میں

کامیاب ہو گئے تھے۔ ایتھنز کی روش عجیب تھی۔ اسپارٹا کی حکمت عملی سے اگرچہ اسے سخت مخالفت تھی مگر تھیبنز پر اسپارٹا کا قبضہ کر لینا اس کے لئے مفید تھا، کیونکہ اس طرح اسے موقع مل گیا تھا کہ وہ اپنے سرحدی شہر اوروپس کو (جس کا قبضہ نہایت ہی نتیجہ خیز تھا) تھیبنز سے واپس لے لے۔ ماسوا اس کے اہل اسپارٹا نے پلیٹی کو پھر بحال کر دیا اور پلیٹی اور ایتھنز میں ہمیشہ یارانہ رہا تھا۔ اسپارٹا کی فوج کی قربت کیوجہ سے اسے خوف بھی لاحق ہو گیا تھا اور اس لئے وہ جنگ کے لئے تیار نہ تھا بلکہ جن سپہ سالاروں نے تھیبنز کے جلاوطنوں کی مدد کی تھی ان پر موت کا حکم صادر کر دیا، اور اگر اسپارٹا کے امیر البحر سفوڈریاس نے ایٹیکا پر حملہ نکر دیا ہوتا اور اپنے بازگشت کے قبل اسے نقصان نہ پہنچا دیا ہوتا تو اغلب یہ ہے کہ ایتھنز، اسپارٹا کے ساتھ فوراً کچھ نہ کچھ قرارداد کر لیتا۔

سفوڈریاس کی اس کارروائی کا حکم اہل اسپارٹا نے نہیں دیا تھا مگر اسکی واپسی کے بعد انھوں نے اسے سزا دینے سے بھی انکار کر دیا، اس لئے اسپارٹا سے صلح کرنے کے بجائے اہل ایتھنز نے ایک نئی لیگ کی بنا ڈالی جس کا قطعی مقصد یہ تھا کہ اہل اسپارٹا اور ان کے انٹلکیڈ اس کی صلح کی خلاف ورزیوں کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی حفاظت کیجائے۔ ہر اس دولت کو جو شاہ ایران کے تحت میں نہیں تھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی، اور انٹالکیڈ اس کی صلح کے شرائط نے چھوٹے شہروں کو کسی قدر یہ یقین دلایا کہ ان پر ظلم و زیادتی نہیں ہو گی اور اس خیال نے انھیں اس معاقدے کا رکن ہونے پر زیادہ آمادہ کر دیا۔

ایتھنز کی اس شرکت کا خاص بار کیلسٹریٹس اور دو نامدار امراء البحر کیبریاس اور ٹموتھیس نے اپنے سر لیا تھا۔ موخر الذکر شخص اساکریٹس کا شاگرد بھی تھا جس کی ۳۸۰ق م کی تقریر مدحیہ (Panegyric Oration) نے اس مشارکت کا راستہ تیار کرنے میں غالباً اثر دکھایا تھا (اس مشارکت کو بعض وقت "ڈیلیا کا معاقدۂ ثانیہ" بھی کہتے تھے کیونکہ یہ پانچویں صدی کے اسی محالفۂ عظیم کے مشابہ تھا) انتظامات ۳۷۸ یا ۳۷۷ق م میں مکمل ہو گئے۔ حلفا کی سینیٹ (مجلس خاص) ایتھنز کی مجلس ملکی سے بالکل خود مختار قرار پائی اور تمام عملی کارروائیوں اور

بالخصوص اعلان جنگ اور توکید صلح کے لئے دونوں کی منظوری درکار تھی (سابقہ کے معاقدۂ ڈلیا کے ارکان کے رقوم امداد کی طرح) ان حلفا کی امداد کی نسبت نہ یہ سمجھا جاتا تھا اور نہ اسے اس نام سے منسوب کیا گیا تھا کہ یہ رقمیں بطور خراج کے ایتھنز کو ادا کیجاتی ہیں[1]۔ یہ بھی قرار دیا گیا تھا کہ مخالف دول یا حکومتوں میں سے کسی سلطنت کے اندر اہل ایتھنز املاک نہ حاصل کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعض حلفا نے جہاز بھی دیئے تھے، مگر روپیہ غالباً سب نے دیا اور مہم کی کارروائی کا انتظام عملاً اہل ایتھنز کے ہاتھ میں چھوڑ دیا گیا۔ جو خاص خاص شہر اسی وقت یا اسکے بعد ہی جلد تر اس مشارکت کے رکن ہوگئے وہ یہ تھے۔ روڈز، کیاس، مٹلین و میتمنا واقع لیاس، باسفورس کا عظیم الشان تجارتی شہر بزنطیم، کیلکس، ارٹریا اور ایوبیا کے دوسرے شہر، جنوب میں کارکرا کا اہم جزیرہ اور سفیلینیا، زنکنتھس اکارنیڈیا اور دوسرے بہت سے کم معروف اقوام و جماعات سب اس مشارکت میں شامل ہوگئے تھے۔ تھیبز کی شمولیت بھی حاصل ہوگئی مگر اس پر زیادہ دنوں تک اعتماد نہیں ہوسکتا تھا اور یہ شمولیت شاید ایتھنز کے ایلچی تھریسیبولس کے ذاتی اثر سے حاصل ہوی تھی۔ کیلسٹریٹس اور اس کے رفقا نے جو مستعدانہ روش اختیار کی اس سے خود ایتھنز کے اندر مالی اصلاحات کی ضرورت لاحق ہوگئی۔ جس سال معاقدہ قائم ہوا تھا اسی سال یعنے ناسینیکس کے عہد ارخنی (۳۷۸–۷ ق م) میں جنگی محصول ایک نئی بنیاد پر قائم کیا گیا (یہ محصول املاک پر لگتا تھا اور اصولاً یہ صرف شدید و فوری ضرورتوں کے وقت عائد کیا جاتا تھا) جو املاک محصول کے قابل ہوتی تھیں ان کی قیمت کا اندازہ کیا جاتا اور انھیں سو حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا اور جو لوگ محصول ادا کرنے کے قابل ہوتے تھے انھیں "سموری" (یا مجالس) میں منقسم کر دیا جاتا تھا۔ ان لوگوں کے سوا جن کے املاک نہایت قلیل ہوتے تھے، ہر شہری پر محصول عائد ہوتا تھا۔ (قلت املاک کی حد غیر متیقن ہے مگر ممکن ہے کہ یہ حد پچیس مینا تک رہی ہو) ایک انتظام کے بموجب جو تھوڑے ہی

---

[1] ملاحظہ ہو تعلیق (۱) آخر باب۔

زمانہ بعد ہوا تھا، اتھنز کے تین سو سب سے زیادہ دولتمند شہریوں کو مقدار واجب الادا داخل کر دینا پڑتی تھی[1] اور انھیں یہ اختیار ہوتا تھا کہ وہ جس طرح چاہیں اپنے غریب بھائیوں سے اسے وصول کر لیں۔ اس انتظام میں اگرچہ خرابی کا امکان موجود تھا مگر اس میں شک نہیں کہ اس طرح روپیہ اس سے زیادہ عجلت و سہولت کے ساتھ وصول ہو جاتا تھا جس عجلت و سہولت سے اس حالت میں وصول ہوتا کہ انتظام اتنا مکمل نہ ہوتا اور اس کی ادائی کے لئے سرکاری عہدہ داروں کو مجبور ہو کر شہریوں کی ایک بہت بڑی تعداد سے فرداً فرداً مطالبہ کرنا پڑتا۔ نئی مشترکیت کی قوت اور اجرائے محصول کے نئے طریق کی خوبی بہت جلد ثابت ہو گئی۔ سنہ ۳۷۶ میں کیبریاس نے نکساس کے قریب میں اہل اسپارٹا پر بہت بڑی فتح حاصل کی اور سنہ ۳۷۵ میں اس نے تھریس کے ساحل پر متعدد شہروں کو اس محالفہ میں کھینچ لیا۔ دوسری طرف ٹموتھیس نے کارکرا کے گرداگرد اور خاکنائے کورنتھ کے مغرب کے سمندروں میں اسپارٹا کے خلاف کامیاب کارروائیاں کیں[2]۔ اسی سال میں النتھس کا معاقدہ پھر قائم ہو گیا۔ پس اس طرح اس نواح میں اسپارٹا کی جانب سے بہت کم خطرہ باقی رہا مگر جنگ کے مصارف بہت گران ہو گئے تھے۔ روپیہ کی قلت کی وجہ سے ٹموتھیس کو خصوصیت سے زیادہ دقت لاحق ہوی اور اہل اتھینز سے بہت کم مدد ملی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۳۷۱ میں اسپارٹا سے صلح کر لی گئی۔ اس صلح کی رو سے ایتھنز نے خشکی پر اسپارٹا کی فوقیت کو تسلیم کیا اور اسپارٹا نے سمندر پر اتھنز کے تفوق کو مان لیا اور انیٹلکیڈز اس کی صلح کے شرائط کی پھر توثیق کی گئی مگر ٹموتھیس کی جنگی کارروائیوں کی وجہ سے صلح بہت جلد شکست ہو گئی، اور مغرب میں اس مہم کے جاری رکھنے کے لئے سرمایہ حاصل کرنے کی غرض سے اس نے تھریس اور جزائر کے اندر

---

[1] غالباً یہ لوگ برابر تعداد میں مجالس میں تقسیم کر دیئے جاتے تھے، یعنے ہر مجلس میں تین اشخاص ہوتے تھے جن میں سے ایک شخص مجلس کا سرگروہ ہوتا تھا۔ ملاحظہ ہو تعلیق (۲)۔

[2] انھیں مہمات میں افوکیین نے بہ حیثیت ناخدا کے شرکت کی تھی۔

نئے حلیفوں کے پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ایک قلیل زمانہ کے لئے فیری کے جیسن کی تائید بھی حاصل کر لی تھی جو تھسلی میں سب سے زیادہ طاقتور حکمراں تھا، مگر ٹموتھیس اور اس کے جانشین انکرٹیس دونوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ ان کے وسائل و ذرائع کافی نہیں تھے۔ اہل تھیبز کم و بیش صاف طور پر معاند ہوتے جاتے تھے، کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ وہ اہل ایتھنز کی کامیابی کو تھیبز کے لئے خطرہ نہ سمجھتے ہوں۔ ؁۳۷۳ میں اہل تھیبز نے پلیٹیی کو تباہ کر دیا لہذا ؁۳۷۱ میں پھر صلح کی گئی۔ اسپارٹا کے ایک موتمر میں ایک مرتبہ پھر تمام یونانی شہروں کا تفرد علانیہ تسلیم کیا گیا، مگر اس کے ساتھ ہی ایمفی پولس[1] اور تھریسی کرسونیس کے شہروں پر ایتھنز کا استحقاق روا رکھا گیا۔ اس موتمر میں شاہ ایران اور امنطاس (شاہ مقدونیہ) دونوں کی نمائندگی ہوئی تھی اور مقامات زیر بحث کے متعلق ان کا ایتھنز کے حق کو تسلیم کر لینا کچھ معنی رکھتا تھا، مگر اہل تھیبز نے اپنے کو اتنا قوی سمجھا کہ انھوں نے اس وقت تک صلح میں شریک ہونے سے انکار کر دیا، جبتک کہ یہ تسلیم نہ کر لیا جائے کہ تمام اہل بوئیشیا پر انھیں اقتدار حاصل ہے اور چونکہ اسپارٹا نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اس لئے اہل تھیبز اس معاہدے سے خارج کر دئے گئے اور کلیومبروٹس کو حکم دیا گیا کہ جو فوج تھیبز کے خلاف مخاصمات میں اہل فوکس کی مدد کے لئے گئی ہے اسے ہمراہ لیکر تھیبز پر حملہ کر دے، مگر اسے جنگ لیوکٹرا میں کامل شکست ہو گئی۔ یونانی دولتوں کے اندر تھیبز کی فوقیت کی نسبت کوئی شک و شبہہ باقی نہیں رہا تاہم پلوپونیس اور دوسرے مقامات کی دولتوں کے ایلچیوں کی ایک دوسری موتمر جو ایتھنز میں ہوئی تھی اس نے ایک مرتبہ پھر انٹالکیڈاس کی صلح کی شرائط کی توثیق کر دی۔

لیوکٹرا میں اہل اسپارٹا کی ناکامی کے بعد پلوپونیس میں بھی ان کا اثر بہت کچھ

---

[1] ایمفی پولس کو اہل ایتھنز نے ؁۴۳۷ میں قائم کیا تھا۔ اہل اسپارٹا نے اس پر ؁۴۲۴ میں قبضہ کر لیا اور متعدد کوششوں کے باوجود ایتھنز اسے پھر کبھی واپس نہ لے سکا۔ یہ اب ایک عظیم الشان شہر ہو گیا تھا اور عظیم الشان یونانی شہروں اور مقدونیہ دونوں سے آزاد تھا مگر اہل ایتھنز کا دعویٰ یہ تھا کہ انھیں اس پر حق ہے۔

زائل ہو گیا ایک شہر کے بعد دوسرے شہر میں عمومی اور مخالف اسپارٹا انقلابات واقع ہونے لگے آرکیڈیا کی قوموں نے بلا تاخیر اپنی خود مختاری کا دعویٰ کر دیا۔ سنہ ۳۷۰ میں مینٹیا کی دیواریں پھر بنا دی گئیں۔ ٹیگییا میں اسپارٹا کے مؤید مغلوب ہو گئے اور میگیلو پولس کا نیا شہر اس غرض سے قائم کیا گیا کہ آرکیڈیا کے متعدد قبائل کا مرکز اور ان کی نمائندہ مجلس "دہ ہزار" کا مستقر ہو جائے۔ سنہ ۳۶۹ میں ایپیمیننانڈس کے تحت میں تھیبز کی فوجیں ان اہالی آرکیڈیا کی تائید کے لئے نمودار ہوئیں جنھوں نے (اسپارٹا کے حلیف جدید) ایتھنز سے طلب مدد کرنے سے بجا طور پر انکار کر کے تھیبز سے امداد کی التجا کی تھی تھیبز کی فوج کے ساتھ وہ دستے بھی تھے جو اہالی ایوبیا و اکرینیا نے بھیجے تھے جنھوں نے ایتھنز کے محالفہ سے الگ ہو کر تھیبز سے محالفہ کر لیا ہو گا تھیبز کی فوج نے اسپارٹا کی مملکت پر حملہ کیا اور مسینی کو مسینیا کے دار الصدر کے طور پر قائم کر دیا اور اسپارٹا کی مدت کی اطاعت کے بعد اب آخر الامر مسینیا کو خود مختاری حاصل ہوی۔

آیندہ کے چند برسوں میں پلوپونیس کی مختلف مملکتیں جس طرح نقل و حرکت کرتی رہیں ان کی تفصیل میں پڑنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے مگر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ایران کی مداخلت کے ذریعہ سے عام صلح قائم کرنے کی دو مرتبہ کوشش کی گئی۔ سنہ ۳۶۸-۷ میں فلسکس نے (جسے شاہ کے ایشیائی مرزبانوں میں سے ایک مرزبان اریوبارزنیس نے بھیجا تھا) ایک مؤتمر ڈلفی میں طلب کی۔ یہ مؤتمر ناکام ثابت ہوی۔ کیونکہ تھیبز اور اسپارٹا میں مسینیا کی خود مختاری کے متعلق اتفاق نہ ہو سکا اور فلسکس کی یہ کوشش کہ وہ فوج جمع کر کے اپنے شرائط کو منوا لے بیکار ثابت ہوی لیکن آئندہ سال یونان کی متعدد جلیل القدر دولتوں کے نمائندے خود شاہ ارٹاگزارکسس کی حضور میں اس کے دربار واقع سوسہ میں حاضر ہوے۔ یہ نمائندے حسب ذیل تھے۔ تھیبز سے پلوپاڈس، الس سے آرکیڈمس، آرکیڈیا سے انٹیٹی اوکس ایتھنز سے لیون اور ٹمیگورس۔ پلوپاڈس نے سرگرمی اختیار کی ہے اور اس نے جو شرائط تجویز کیں ان میں یہ شرط بھی رکھی کہ مسینیا اور ایمفی پولس خود مختار رہوں اور ایتھنز کے جنگی جہاز سمندروں سے

ہٹا لئے جائیں۔ لیون نے ان شرائط کے سننے تک سے انکار کر دیا اور وطن واپس آکر اپنے زیادہ صلح جو رفیق ٹمیگورس پر مقدمہ چلا دیا جو غدار قرار پاکر قتل کر دیا گیا۔[1] یونانی سلطنتوں کے جو نمائندے تھیبز میں جمع ہوئے انھوں نے بھی ان تجاویز کے قبول کرنے سے انکار کر دیا جو شاہ کے نام سے پیش ہوئی تھیں اور اس سے عالم یونانی میں ایران کے امتیاز اور تھیبز کی منزلت دونوں میں ضعف آگیا۔

جس سال میں یہ مؤتمر جمع ہوئی اسی سال (یعنی سنہ ۳۶۶ میں) اہل آرکیڈیا نے ایتھنز سے صلح کر لی مگر الس کے ساتھ کشاکش کے دوران میں (جس میں اہل آرکیڈیا سنہ ۳۶۵ کے بعد سے مشغول رہے) خود ان کے درمیان میں یہ اختلافات برپا ہو گئے کہ اہالی الس سے المپیا کے جو خزانے حاصل ہوئے تھے ان کا مصرف کیا قرار دیا جائے اور ان اختلافات اور تھیبز اور اسپارٹا کے مداخلات سے جو عناد پیدا ہوا، آخر الامر اس کا انجام سنہ ۳۶۶ کی جنگ مینٹینیا پر ہوا۔ اس جنگ میں ایک جانب تو اپیمنیانڈس کے تحت میں تھیبز کی فوج تھی (جس میں بوئیشیا، یوبیا اور تھسلی کے دستے بھی شامل تھے) اور انکے علاوہ ٹیگی اور عام طور پر جنوبی آرکیڈیا کے باشندے اور اہالی مسینیا و آرگوس بھی ان کے شریک تھے دوسری جانب اہل اسپارٹا، مینٹنیا اور جنوبی آرکیڈیا کے باشندے اور اہالی الس و ایکیا تھے اور ایتھنز کا دستہ معاون بھی موجود تھا۔ تھیبز کی جانب کو فتح حاصل ہو گئی مگر خود اپیمنینڈس کام آگیا اور اس نقصان نے فتح کے نفع کو بے حاصل سا کر دیا۔

جنگ لیوکٹرا کے بعد سے ایتھنز کی حکمت عملی تھیبز کے مخالف اور اسپارٹا کے موافق رہتی آئی تھی اور سنہ ۳۶۶ کے ایک واقعہ نے تھیبز کے متعلق ایتھنز والوں کے معاندانہ خیال کو اور بڑھا دیا تھا۔ ارٹریا کے مطلق العنان حکمران تھیمسن نے اروپس پر قبضہ کر کے[2] اسے تھیبز کے حوالہ کر دیا تھا اور برائے نام

---

[1] مقابلہ کیجئے ڈیموس تھینیز ڈی الیف ایل §§ ۳۱-۱۳۷-۱۹۱ ڈیموس تھینیز کا بیان یہ ہے کہ ٹمیگورس نے شاہ سے بہت بڑی رشوت لی تھی۔

[2] ملاحظہ ہو ما قبل صفحہ

یہ کہہ دیا تھا کہ یہ حوالگی اس وقت تک کے لئے ہے کہ اس شہر کے متعلق ایتھنز کے دعوی کا مناسب فیصلہ نہ ہو جائے۔ علاوہ اس کے اہل[1] تھیبز نے آخری چند برسوں کے اندر آرکومینس، تھیسپی اور پلیٹی کو برباد کر کے ایتھنز والوں کو اور بھی برگشتہ و آزردہ کر دیا تھا۔ مگر اہل ایتھنز اس بیکار کی جنگ سے بتنگ آ گئے تھے اور جنگ مینٹنیا کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ ایک عام صلح کر لی گئی۔ صرف اسپارٹا اس سے الگ رہا۔ اروپس تھیبز ہی کے قبضہ میں رہا۔

جنگ منٹینیا کے قبل اہل تھیبز شمالی یونان و نیز پلوپونیس میں بڑی سرگرمیاں دکھا رہے تھے ۳۷۰ ق م میں فیری کے جیسن کا بیٹا سکندر تمام تھسلی کے بادشاہ اعلی کی حیثیت میں اپنے باپ کا جانشین ہوا (جیسے یہ منصب پانچ برس تک حاصل رہ چکا تھا) مگر سکندر اول دن سے تھیبز کے معاندانہ حملوں کا نشانہ بنا ہوا تھا اور پلوپائڈس اور اپیمنانڈس ان حملوں کی رہبری کر رہے تھے۔ حملہ آور اگرچہ برابر یکساں طور پر کامیاب نہیں رہے مگر عموماً انھوں نے اپنے کو قوی تر ثابت کر دیا تھا اور ۳۶۴ ق م میں پلوپائڈس نے سناسیفیلی میں ایک فتح عظیم حاصل کر لی مگر اس فتح میں خود اس کی جان جاتی رہی۔ اپنی سابق کی شمالی مہمات میں ایک مہم کے دوران میں پلوپائڈس نے (۳۶۸ ق م میں) مقدونیہ والوں کو تھیبز سے محالفہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور جن لوگوں کو وہ بطور یرغمال کے لایا تھا انھیں میں یونان کا آئندہ فاتح فیلقوس بھی تھا۔ جو اس وقت محض لڑکا تھا لیکن پلوپائڈس اور اپیمینانڈس کے انتقال کے بعد یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اہل ایتھنز نے تھسلی میں مداخلت کی ہو یا سکندر پر کسی قسم کا موثر اقتدار قائم رکھا ہو۔

ایتھنز میں کیلسٹریٹس کے غلبہ کے زمانہ کے بیشتر حصہ میں اہل شہر نے شاہ ایران سے عمدہ تعلقات قائم رکھے تھے مگر کچھ زمانہ گزرنے پر ان کا انداز کسی قدر غیر محتاط ہو گیا تھا۔ ٹیمگورس کا مجرم قرار دیا جانا اور ۳۶۶ ق م میں شاہ کے تجاویز سے انکار کر دینا حکمت عملی کی قطعی تبدیلی کے علامات تھے۔ اسی سال یا

---

[1] ملاحظہ ہو ماقبل صفحہ

اس کے بعد ہی جلد تر ہلسپانٹ کے مرزبان اریو بازرنیس نے شاہ کے خلاف خروج کیا۔ پہلے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ صرف اپنے رقیب مرزبانوں سے برسر جنگ ہے اور اہل اتھنز نے ٹموتھیس کو اس کی مدد کے لئے روانہ کر دیا مگر جب خود شاہ کے خلاف اس کی بغاوت کا اعلان ہو گیا تو اینٹالکیڈاس کی صلح کی شرائط کے بموجب ٹموتھیس اسے آئندہ مدد دینے سے مجبور ہو گیا مگر اس نے اپنے دل کو اس طرح تسلی دی کہ سیماس کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا جس پر ایک دوسرا مرزبان سپراتھس شرائط صلح کے خلاف قابض تھا۔ اس کے تھوڑے ہی زمانہ بعد ایشیائے کوچک اور مصر میں ارٹیکزرکسس دوم کے خلاف ماتحت حکمرانوں نے عام بغاوت کر دی اور نہ صرف اتھنز کا کبریاس بلکہ اسپارٹا کا اجیسیلاس بھی باغی مصریوں کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ کبریاس کہیں ۳۵۸ ق م میں اتھنز میں واپس آیا۔ اس وقت تک آرٹیکزرکسس دوم کا انتقال ہو چکا تھا اور آرٹیکزرکسس اس کا جانشین ہوا جس نے اپنی تمام مملکت میں اپنے اقتدار کو دوبارہ قائم کرنے کی ہر ممکن کارروائی اختیار کی۔

سیماس کی فتح کے بعد (جیسا کہ اوپر کہا گیا تھا) ٹموتھیس نے ۳۶۵ ق م میں اپنی مستعد کاریوں کا رخ تھریس، کرسونیس کی طرف پھیر دیا جہاں اتھنز کے اثر کا قائم رکھنا نہایت ہی اہم تھا کیونکہ اتھنز کی ضروریات غلہ کا بیشتر حصہ باسفورس اور یوکسن کے ساحل سے آتا تھا اور اس لئے اسے ہلسپانٹ سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا۔ اتھنز کے مستعمرین سیماس اور کرسونیس دونوں جگہوں میں بھیجے گئے اور اس کے بعد ٹموتھیس کاٹس سے مخاصمات میں پھنس گیا جو ۳۸۲ ق م میں اوڈسی کے اہل تھریس کی بادشاہت کا جانشین ہوا تھا۔ اس کا پیشرو ابریزلمس اتھنز سے عمدہ تعلقات رکھتا تھا[1]۔ اور اس سے قبل میڈوکس اور سیوتھس (جنہوں نے بادشاہت کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ تھریسیبولس کی تدبیر سیاسی سے اتھنز کے دوست بن گئے تھے لیکن کاٹس کرسونیس پر اقتدار قائم رکھنے کے متعلق

---

[1] ملاحظہ ہو کارٹ صفحہ ۲۶۔ اس صفحہ میں ۳۸۶-۵ ق م کا اتھنز کا ایک فیصلہ اسکے اعزاز کے متعلق نقل کیا گیا ہے۔

ایتھنز کو مدد دینے کے بجائے خود اپنی طاقت کو برقرار رکھنے اور وسعت دینے کے لئے زیادہ مضطرب تھا اور اس نے ٹموتھیس اور ایتھنز کے دوسرے سپہ سالاروں کو بہت پریشان کیا (افکریٹس جس کوشش میں ناکام رہ چکا تھا) ٹموتھیس نے اس کا جانشین بن کر یہ بھی کوشش کی کہ امیفی پولس پر قبضہ کرلے جس کے متعلق ایتھنز کے حق کو انتاس اور شاہ ایران دونوں نے ۳۷۱؁ کی صلح میں قبول کرلیا تھا، لیکن اگرچہ (جزیرہ نمائے کیلکس کے دو بڑے شہر) پوٹیڈا اور ٹوروں اور اس کے تھوڑے زمانہ بعد ہی پڈنا اور متھون، ایتھنز کے محالفہ میں داخل ہوگئے مگر ٹموتھیس کو امیفی پولس کے واپس لینے میں کامیابی نہ ہوی۔ کالٹس کے خلاف بھی اس نے کچھ زیادہ ترقی نہ کی نہ ان سپہ سالاروں کو کچھ اس سے بہتر کامیابی ہوی جو ۳۶۲؁ اور ۳۶۱؁ میں ہلسپانٹ کو بھیجے گئے تھے۔ صرف یہ ہوا کہ واپسی پر ان کا محاسبہ اور مواخذہ ہوا اور ان پر نالشیں کی گئیں[1] یہ اور بھی بدتر ہوا کہ فیری کے سکندر نے (جو اب تھیبز کے حسب خواہ چل رہا تھا) ایک بیڑا تیار کرلیا، جزیرہ پپیریتھس پر قبضہ کرلیا، ایتھنز کے امیر البحر لیوستھنس کو شکست دیدی اور خود پپیرکیس پر بکار آمد یورش کردی۔ مزید براں (۳۶۴-۳؁ میں) اپیمیناڈس نے تھیبز کے بیڑے کے ساتھ شمالی سمندروں میں گردآوری کی اور اس کے نتیجہ کے طور پر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اہل بیزنطیم (بہ شمول اقوام کیزیکیس و کیلکیڈن) آئندہ برس ایتھنز کے غلہ کے جہازوں میں مداخلت کر رہے تھے۔

کیلسٹریس کی حکمت عملی جو اس وقت تک مجلس ملکی کی رہبری کر رہا تھا، بظاہر ناکامیاب ہوگئی اور ۳۶۱؁ میں اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے قوم کو بہترین صلاح نہیں دی اور وہ جلاوطن ہوگیا۔ تھوڑے ہی زمانہ بعد اس نے نادانشمندانہ صلاح پر عمل کرکے ایتھنز میں واپس آنے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قتل کیا گیا۔ آئندہ چند برس تک ایتھنز میں سب سے زیادہ با اثر مدبّر

---

[1] ان برسوں کے واقعات اور خاصکر ایتھنز کے امرائے بحر اور بیڑے کی کارگزاریاں پالکلس کے خلاف والی ڈیموس تھینیز کی فرضی) تقریر میں بڑی خوبی سے ظاہر کیگئی ہیں یہ تقریر اپولوڈورس کے کسی غیر معلوم مقرر نے لکھی ہے۔

ارسٹوفن تھا اس نے صدی کے اوائل ہی میں طاقت حاصل کر لی تھی مگر چونکہ یہ معلوم تھا کہ اس کا میلان تھیبز کی جانب ہے اس لئے بہت دنوں تک اسے قبول عام نہ حاصل ہو سکا۔ سنہ ۳۶۲ کی صلح (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) غالباً اسی کے اثر سے ہوی اور وقت سے کچھ بھی پہلے نہیں ہوی۔

اب اگرچہ ایتھنز، تھیبز کے براہ راست مخاصمت سے پاک و صاف ہو گیا تھا مگر اول اول شمال میں فوجی معاملات کی کارروائی میں بہت کم ترقی ہوی۔ ٹموتھیس کو پھر سنہ ۳۶۰-۵۹ میں اہل امیفی پولس نے شکست دیدی۔ اس سال سیفیسوڈوٹس، ہلسپانٹ کو بھیجا گیا مگر وہاں اجیر سپاہیوں کا ایک سردار کیریڈیمس جو کاٹش کی ملازمت میں تھا اس سے بڑھکر ثابت ہوا اور دوسرے سال کاٹش کے قتل ہو جانے کے بعد یہی شخص عملاً اس کے نابالغ لڑکے سرسابلٹس کا متولی اور وزیر اول بن گیا اور سپہ سالار تو تھا ہی۔

ایتھنز کے ساتھ کیریڈیمس کے سابقہ تعلقات غیر مسلسل رہے تھے، اس نے افکریٹس کے تحت میں تین برس خدمت کی تھی اور افکریٹس نے جب امیفی پولس سے کچھ لوگ بطور یرغمال لئے تو انھیں ایتھنز بھیجنے کی غرض سے کیریڈیمس ہی کے سپرد دئیے تھے مگر سنہ ۳۶۴ میں جب ٹموتھیس افکریٹس کے بجائے سپہ سالار ہوا تو کیریڈیمس نے یہ یرغمال اہل امیفی پولس کو واپس دیدئیے اور شہر کے حوالہ کرنے کے لئے انھیں جو سب سے بڑی وجہ ترغیب ہوتی اسے زائل کر دیا، اور خود کاٹش کے پاس چلا گیا اس کے بعد ہی بہت جلد وہ اپنی خدمات اولنتھس کو دینے پر راضی ہو گیا جسے اس وقت امیفی پولس پر تسلط حاصل تھا مگر ایتھنز کے بعض جہازوں نے اسے اولنتھس کو جاتے ہوئے گرفتار کر لیا پس اب اولنتھس کے بجائے وہ ایتھنز کی فوج میں شامل ہو گیا اور اسے ایتھنز کی شہریت اور دیگر مراتب عطا کئے گئے۔ اس کے بعد وہ سمندر کو عبور کر کے ایشیائے کوچک میں پہنچا اور مرزبان آرٹیبزس اور آٹوفریڈیٹس کے مناقشات میں شریک ہو گیا مقدم الذکر کی مدد کا ادعا کر کے اس نے فی الواقع اس سے (یا اس کے اعزہ ممنن اور منٹر سے) سیسٹس، سیرن اور الیم کے شہر لے لئے مگر

آرٹیبزس نے اس پر سخت دباؤ ڈالا اور اس کے وسائل رسد کو منقطع کردیا۔ ایتھنز سے امداد ملنے کی توقع میں کیرڈیمس نے ایتھنز کے لئے امیرالبحر سیفیسوڈوٹس کو ایتھنز سے روانہ ہونے کے قبل لکھا اور یہ وعدہ کیا کہ کرسونیس کو اس کے حوالہ کردے گا مگر کسی نامعلوم وجہ سے ممنن اور منٹر کو اس پر رحم آگیا اور انھوں نے آرٹیبیزر کو اس پر راضی کرلیا کہ اسے بے آزار چلا جانے دے۔ وہ (۳۶۰ ق م میں) بمقام سسٹاس، کاٹس کے ساتھ شامل ہوگیا اور سیفیسوڈوٹس نے اپنا وعدہ پورا کرنے کے بجائے کرسونیس میں ایتھنز کے شہر کریتھوٹے اور ایلیس کا محاصرہ کرلیا اور کئی مہینے تک علانیہ سیفیسوڈوٹس کی مخالفت کرتا رہا اور اسے ذلت آمیز صلح کرنے پر مجبور کردیا، جس کے لئے واپسی وطن پر سیفیسوڈوٹس سے جواب طلب ہوا اور اس پر پانچ ٹیلنٹ جرمانہ ہوگیا اور موت کا حکم صادر ہونے سے صرف تین رایوں سے بچ گیا۔ ڈیموس تھینیز نے اس مہم میں بطور ناخدا[1] کے خدمت انجام دی تھی سیفیسوڈوٹس نے اسی کے جہاز میں سفر کیا تھا اور (اسکینز کے بیان کے مطابق[2]) اس کی واپسی وطن پر خود ڈیموس تھینیز نے اس کے خلاف تقریر کی تھی۔ یہ نہیں واضح ہوتا کہ یہ تقریر مقدمہ چلانے والے کی حیثیت سے تھی یا گواہ کی حیثیت میں تھی۔

دوسرے سال واقعات نے ایتھنز کے زیادہ مفید مطلب پلٹا کھایا۔ تھریس کا ایک شہزادہ ملٹوکیتھیز جس نے دو برس قبل کاٹس کے خلاف شورش برپا کی تھی اور ایتھنز سے امداد کے وعدے حاصل کئے تھے وہ کیرڈیمس کے ہاتھ میں پڑ گیا جسے اس نے کارڈیا کے لوگوں کے حوالہ کردیا جو ایتھنز کے مخالف تھے انھوں نے ملٹوکیتھیز اور اس کے بیٹے دونوں کو قتل کرڈالا۔ اس ظالمانہ کاروائی سے

---

[1] غالباً اس سال کے لئے وہ ہیپانیا کے فلیڈس کے ساتھ شریک ناخدا تھا۔

[2] لیفن ۵۲ (ارسٹاگریٹس ۱۶۸ ایس) ڈیموس تھینیز سیفیسوڈوٹس کی سخت سزا کا ذکر کرتا ہے مگر اس معاملہ میں خود اپنے کسی فعل کا اشارہ نہیں کرتا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے اس نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان سے یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ وہ اس حکم کو غیر معمولی طور پر سخت سمجھا تھا۔

تھریس کے اس حصہ میں کیر ڈیمس اور سرسابلپٹس (جانشین کاٹس) کے خلاف عام غیظ و غضب برپا ہوگیا اور ان کو مجبور ہو کر تھریس کی بادشاہت کو سرسابلپٹس پرسیڈس اور امیڈوس کے درمیان تقسیم کرنا پڑا۔ دونوں موخرالذکر سلطنت کے دعویدار تھے جنھوں نے ایتھنز سے دوستانہ اختیار کیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے اپنی غرض سے ایسا کیا تھا مگر اس سے ان کی دیانت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ انھوں نے تقسیم کے معاہدے میں یہ شرط قرار دی تھی کہ کرسونیس ایتھنز کو واپس دیا جائے۔ اس سے مطمئن ہو کر اہل ایتھنز نے خود اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوئی مناسب کارروائی نہیں کی انھوں نے پرسیڈیس کی فوج کے سپہ سالار اتھینوڈورس کے پاس کوئی رقم نہیں بھیجی۔ صرف کیبریاس کو ایک جہاز دیکر بھیجدیا۔ بس اس طرح کرسابلپٹز کو یہ موقع مل گیا کہ وہ معاہدے سے انکار کردے اور کیبریاس کے ساتھ خود اپنے مفید مطلب انتظام کرلے۔ اہل ایتھنز نے اس انتظام سے انکار کردیا، مگر ۳۵۸؁ یا ۳۵۷؁ تک یہ نہو سکا کہ کیبریاس (جسنے اب ایتھنز کی فوجوں کی کمان اپنے ہاتھوں میں لی تھی) اسے مجبور کرسکتا تھا کہ وہ ابتدائی قرارداد سے زیادہ مطابق معاہدہ کرے۔ اب بھی ایتھنز کو جو مقامات حوالہ کئے گئے ان کی فہرست سے کارڈیا خارج رہا حالانکہ تھریس کی جانب سے کرسونیس کے مداخل پر وہی حاوی رہتا۔ تھریس کی ان کارروائیوں کے نتیجہ سے ہمیں بعد کے ایک باب میں واسطہ پڑیگا۔

ہم نے اب ۳۵۹؁ تک واقعات کا تبصرہ کردیا ہے بلکہ بعض صورتوں میں ایک یا دو برس اور آگے بڑھ گئے ہیں۔ اب یہ باقی رہا ہے کہ ہم جس نقطہ پر پہنچ گئے ہیں اس وقت کے یونان کی سربرآوردہ دولتوں کی حیثیت و منزلت کو خلاصۃً صاف لفظوں میں بیان کردیں[1]۔

اسپارٹا اگرچہ ہنوز تین سب سے زیادہ زبردست حکومتوں میں سے شمار

---

[1] تھریس کے معاملات کے بیان کے متعلق خاص سند ارسٹاکرٹیس کے خلاف ڈیموس تھینیز کی تقریر ہے ملاحظہ ہو آئندہ باب پنجم۔

ہوتا تھا مگر اب وہ سب سے پست ہو گیا تھا۔ ہر چند کہ موقع آنے پر وہ اب بھی اپنی کھوئی ہوئی منزلت کے حاصل کرنے پر تیار تھا خاص کر اہل آرکیڈیا کے مقابلہ میں اہل مسینیا اور اہل آرکیڈیا کے خود مختاری حاصل کر لینے اور مسین اور مگیلو پولس میں اپنے نئے مستقر قائم کر لینے سے اسپارٹا کے ممالک اب وسائل دونوں گھٹ گئے تھے۔ خود اہل آرکیڈیا ابھی تک ایلس کے لوگوں سے برسر مخاصمت تھے اور اہل ٹرفلیا جس ضلع پر قابض تھے وہ خصوصیت سے دونوں فوجوں کے درمیان محل تنازعہ بنا ہوا تھا۔ اہل آرکیڈیا یا اس میں سے کم از کم وہ لوگ جن کا مرکز اجتماع مگیلو پولس تھا، وہ تھیبز کی تائید پر بھروسہ رکھتے تھے۔ جنگ منیٹیا کے بعد پامیننس کے تحت میں تھیبز کی ایک فوج ان کی خود مختاری کے قائم رکھنے میں مدد دینے کے لئے بھیجی گئی مگر (واقعات مابعد کی روشنی سے یہ امر روشن ہو جاتا ہے کہ) اغلباً زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ ایک ایسے فریق کو زور حاصل ہو گیا جو تھیبز کے بجائے ایتھنز سے تائید حاصل کرنے کا خواہاں تھا، کیونکہ اب ایپیمنانڈس کے انتقال کے بعد تھیبز کی امداد کے موثر ہونے کی توقع کم ہو گئی تھی۔ پلوپونیس کی دوسری دولتوں میں سے کورنتھ اور فلیبس نے سنہ ۳۶۶ میں تھیبز سے صلح کر لی تھی اور سنہ ۳۶۱ میں ایتھنز نے فلیبس ایلس اور اہل ایکیا سے مفاہمت کر لی، مگر اب جو دور ہمارے پیش نظر ہے اس دور میں نہ یہ سلطنتیں کچھ اہمیت رکھتی تھیں اور نہ اسپارٹا کے غیر دوستدار ارگاس کی کوئی وقعت خاص تھی۔ اہل اسپارٹا اگرچہ اب بھی گاہ بگاہ یہ ثابت کر سکتے تھے کہ انھوں نے اپنی شجاعت اور اپنی قومی عزت کو بالکل ہی خیرباد نہیں کہدی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ آئندہ کے تیس برس کی تاریخ میں ان کا حصہ بہت ہی کم ہے۔ اسپارٹا اور ایتھنز کے تعلقات عام طور پر بدستور دوستانہ رہے۔

اہل تھیبز بہت اچھے سپاہی تھے مگر ان کی رہبری کے لئے بڑے لوگوں کی ضرورت تھی ورنہ بصورت دیگر ان میں اتنی قوت و استقامت

نہیں تھی کہ وہ اپنے مواقع سے بیش از بیش فائدہ اٹھا سکتے۔ اپینیمانڈس اور پلوپیڈ اس کے انتقال کے بعد وہ اتنے خطرناک نہیں رہے تھے جتنے پہلے تھے۔ یہ عجیب قوم تھی کہ اس کی خصوصیت و فضیلت کا بیان کرنا مشکل ہے۔ خاص اہل تھیبز تو امراء کی ایک نسل سے تھے جن کے ضروریات سب وہیں تھے اور جو سوداگری و تجارت کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے۔ وہ بوئیشیا کے پست تر شہروں پر حکمرانی کرتے یا حکمرانی کرنا چاہتے تھے مگر انھیں اپنے میں جذب کرنے یا ان کے مفاد پر لحاظ کرنے کی فکر نہیں کرتے تھے اور لطیف جذبات سے بالعموم معرا تھے۔ تمام اہل بوئیشیا کے مانند ان میں بھی اگر فنون لطیفہ اور علم و ادب کی قابلیت موجود تھی تو بھی انھوں نے اس قابلیت کو اس سے زیادہ ترقی نہیں دی جتنا اپنے سیاسی و فوجی مواقع سے فائدہ اٹھایا۔ البتہ جب ذہین و طباع اشخاص ان میں حرکت پیدا کرتے تھے تو کچھ کر گزرتے تھے۔ جبتک کہ وہ بوئیشیا پر اپنا قبضہ قائم رکھ سکتے اور اپنے ہمسایگان اہالی فوسس و تھسلی کے مقابلہ میں ایسے محل و مرتبہ یہ فائز رہ سکتے تھے جس سے وہ مداخلت سے محفوظ رہیں، اس وقت تک وہ وطن میں عیش کی زندگی بسر کرنے پر قانع تھے حالانکہ بشرط امکان ان کے لئے یہ اہم تھا کہ ایوبیا میں مضبوطی سے قدم جما کر، اور دلیس کو اپنے قبضہ میں رکھکر اور بوئیشیا کے ان شہروں کو دبا کر جو واقعتًا یا روایتًا اتھینز کے دوست تھے وہ اپنے کو اتھینز کے مقابلہ میں محفوظ کر لیتے۔ جنگھائے ایران کے زمانہ میں وہ دشمن کیجانب ہو گئے تھے، فیلقوس مقدونوی کے ساتھ ان کا محالفہ بھی اسی قسم کے خود غرضانہ خیالات کی وجہ سے تھا۔ ڈیموس تھینیز کی غیر معمولی سعی و فصاحت سے بھی انھیں یہ ترغیب ہوئی کہ زیادہ شریفانہ روش اختیار کرتے، کیونکہ اغلب یہ تھا کہ مقدونوی تسلط کے تحت میں بھی وہ بوئیشیا کے مالک بنے رہتے اور جن مسرتوں سے لطف اُٹھانے پر وہ اس درجہ فدا تھے اس کے لئے انھیں وقت ملتا رہتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ تھسلی میں تھیبز کا اثر اب بھی محسوس ہوتا لیکن

اہل تھیبز نے اگرچہ سکندر (فیری) کے ایسے زبردست حکمراں کے مقابلہ میں اپنا زور دکھا دیا تھا مگر بظاہر انھوں نے ایسی کارروائیاں نہیں اختیار کیں جن سے ملک میں ان کے قدم جم جاتے چنانچہ ؁۳۵۹ میں سکندر کے قتل ہو جانے کے بعد اس کی بیوی کے بھائی نکافرن اور پیتھولاس، تھسلی پر سیادت اعلیٰ حاصل کر لینے میں کامیاب ہو گئے ۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑے شہر میں خود اس شہر کی حکومت ماتحت بھی تھی اور فیری کے مطلق العنان حکمرانوں کے غلبہ کو لاریسہ کے الیوڈی وغیرہ کے مانند دوسرے شہروں کے رقیب اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے تھسلی کے سوا اس طاقت کے لئے جو ان کے خدمات حاصل کر سکے وہ بہت ہی قابل قدر اضافہ تھے ۔

شمال میں زیادہ آگے بڑھکر مقدونیہ کی بادشاہت واقع تھی۔ یہاں امنتاس کے انتقال کی وجہ سے جانشینی کے تنازعات برپا ہو گئے تھے جس سے بادشاہت کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا اور کسی زبردست شخص کی بہت سخت ضرورت تھی۔ خلیج تھرما کے گرد اگر ایک طرف پڈنا اور میتھون کی اور دوسری طرف پوٹیڈا کی وہ نو آبادیاں واقع تھیں جو اب ایتھنز کے تابع تھیں اور ان کے متعلق آئندہ بہت کچھ سننے میں آئیگا۔ جزیرہ نمائے کیلکس پر خاص قصبہ اولنتھس کا تھا جو اب پھر ایک مرتبہ ایک معقول معاقدے کا سرگروہ بن گیا تھا۔ اس جزیرہ نما سے آگے مقدونیہ اور تھریس کے سواحل کرسونیس تک چلے گئے تھے اور کرسونیس سے آگے تھریس کی بادشاہت کا ڈانڈا اپردیاٹس اور بحر ایجیس سے جا ملا تھا۔ ایمفی پولس جو عملاً خود مختار تھا وہ دریائے اسٹرائمن کے دہانے کے قریب تجارتی و فوجی موقع کے اعتبار سے بہت ہی اہم جگہ پر واقع تھا، اور شمال مشرق میں کوہ پینگیوس اس سے زیادہ دور نہیں تھا اس پہاڑ میں سونے کی کان تھی جس میں اس وقت جزیرہ تھیسز کے باشندے کام کر رہے تھے جو ایتھنز سے آ کر اس جزیرے میں آباد ہوئے تھے۔ تھریس کے ساحل پر زیادہ اہم یونانی شہر ابیڈیرا نکمیا اور میرونیا تھے اور کرسونیس اور باسفورس کے درمیان بزنطیس اور

بزنطیم واقع تھے اور آخر الذکر کو سلمبریا اور کیاسیڈن پر سیادت حاصل تھی اور اپنے محل وقوع کی وجہ سے وہ غلہ اور دوسرے اشیاء کی اس تمام تجارتی آمد و رفت پر حاوی تھا جو یونان اور سواحل ایوکسن کے درمیان ہوتی تھیں۔

اب ہم اپنی عنان توجہ ایتھنز کی طرف پھیرتے ہیں۔ وہ اگرچہ اس قابل نہیں رہا تھا کہ دوسری طاقتوں کے اتحاد کے مقابلہ میں تنہا ٹھہر سکے اور نہ وہ اب عام طور پر یونانی سلطنتوں کا سرگروہ تسلیم کیا جاتا تھا (جیسا کہ پانچویں صدی میں جنگہائے ایران کے بعد کے شاندار ایام میں تھا) پھر بھی عالم یونانی میں اسے سب سے زیادہ زبردست سلطنت کی حیثیت حاصل تھی۔ کوئی دوسرا شہر اتنے اہم محالفہ کا سرگروہ نہیں تھا۔ یہ ضرور ہے کہ کارکیرا اس سے الگ ہو گیا تھا اور بزنطیم مع قرب و جوار کے شہروں کے کچھ زمانہ تک غیر دوستانہ رہا تھا مگر ؁۳۵۹ میں ایتھنز کی دوسری اشتراکیت کے بیشتر ارکان اب بھی بدستور وفادار تھے، اور ایوبیا کی جو سلطنتیں تقریباً بارہ برس قبل ایتھنز کے محالفہ سے نکل کر تھیبز کے محالفہ میں شامل ہو گئی تھیں ان میں سے اکثر سلطنتوں کو خود ان کی درخواست پر ٹموتھیس کی سرکردگی میں ایتھنز کے بیڑے نے آئندہ دو برس کے اندر اندر تھیبز کے تسلط سے آزاد کرا دیا، اور وہ سلطنتیں پھر ایتھنز کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئیں (اس واقعہ نے ڈیموس تھنیز پر جس نے اس مہم میں ناخدا کی خدمت انجام دی تھی، بڑا اثر دکھایا۔ ٹموتھیس نے اپنی مجلس کی تقریر سے اہل ایتھنز میں ایسا قوی جوش پیدا کر دیا تھا کہ اس مہم کی قرارداد کے منظور ہونے کے تین دن کے اندر ہی اندر فوج روانہ ہو گئی۱؎) پس اس طرح ایوبیا کے بیشتر حصص لمناس امبروس سکیراس اور سیماس (و دیگر جزائر) خلیج تھرماس کے اکثر ساحلی شہر تھرس کرسونیس اور تھریس کے جنوبی ساحل کے متعدد شہر ان سب پر ایتھنز کا اثر وسیع ہو گیا تھا۔ کسی

۱؎ ڈیوڈورس (شانزدہم ۷) نے اس مہم کو ؁۳۵۸-۷ میں قرار دیا ہے۔ کارسٹڈ کا فیصلہ ہے کہ یہ مہم ؁۳۵۷ کے موسم گرما کے آخر یعنی ؁۳۵۷-۶ میں بھیجی گئی تھی۔

دوسری طاقت کے پاس ایتھنز کے اتنے جہازات نہ تھے، اس کی تجارتی مستعدی اور اس کی خوش حالی کا کوئی ہمسر نہ تھا اور جو شہزادے سیمیریا یا سیپورس[1] کے گرد غلہ پیدا کرنے والی زمینوں پر حکمرانی کرتے تھے ان سے ایتھنز کا نہایت یارانہ تھا اور اس سرزمین سے ایتھنز کی تجارت بہت بڑھی ہوی تھی وہ ہر قسم کی شدید اندرونی تفریق سے پاک تھا اور اس کے عمومی نظام سلطنت کو ابتری کا کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا۔

تاہم اس کی حالت میں کمزوری کے عناصر بھی موجود تھے، جو بہت جلد پر زور طور پر خطرناک ہو جانے والے تھے۔ دوسری متفقیت کے وجود میں آنے کا سبب اصلی یعنے اسپارٹا کے مقابلہ میں باہمی تحفظ، مدت سے ناپدید ہو چکا تھا اور ایتھنز کی حکمت عملی یوماً فیوماً ایسی ہوتی جاتی تھی جس میں اس کے حلیفوں کی دلچسپی کم ہوتی جاتی تھی۔ اس پر بھی ان سے امدادی رقوم برابر وصول کیجارہی تھیں، یہاں تک کہ ایتھنز کے امیر البحر اپنے جہازات لیجاکر ان سے رقم وصول کرتے اور بر وقت جس مہم میں مشغول ہوتے اس میں صرف کر دیتے۔ اس کے ساتھ ہی اہل ایتھنز نے پھر یہ طریق اختیار کیا کہ اپنے مستعمروں کو مخالف سلطنتوں میں آباد ہونے اور زمین حاصل کرنے کے لئے بھیجنے لگے۔ یہ اگرچہ (مخصوص متعلقہ سلطنتوں کی حالت کے لحاظ سے) مخالفین کی قرارداد کے لفظاً مخالف نہیں تھا مگر معناً ضرور مخالف تھا۔ علاوہ ازیں ایتھنز کے نظام سلطنت اور اس کے مالی و فوجی انتظامات میں ایسی خصوصیتیں موجود تھیں جو آیندہ برسوں میں اس کے لئے سخت کمزوری کا سبب بننے والی تھیں اور قبل اس کے کہ ہم ڈیموس تھینیز کی سیاسی زندگی کے ابتدائی برسوں کے واقعات کی طرف متوجہ ہوں، ہمیں کسی قدر وسعت کے ساتھ اس سیاسی نظم پر غور کر لینا چاہئے جس کے تحت میں ایتھنز کے دوسرے مدبروں کے مانند اسے بھی کام کرنا پڑتا تھا۔

---

[1] ملاحظہ ہوں صفحات ۵۹، ۲

تعلیقات متعلقۂ باب دوم

(۱) فرینکوٹ نے (مالیات بلاد یونان) میں یہ دکھایا ہے کہ "خراج" اور "رقم امداد" کا فرق محض لفظی فرق نہیں تھا۔ خراج کا تعین عملاً ایتھنز کی جانب سے ہوتا تھا اور رقوم امداد کا انتظام حلفا کے ذریعہ سے ہوتا تھا اور ایتھنز کی مجلس ملکی اس کی تصدیق کرتی تھی۔ خراج اہل ایتھنز خود اپنے صوابدید کے بموجب کام میں لاتے تھے اور رقم امداد صرف شرکت کے مقاصد میں صرف ہو سکتی تھی۔ مقابلہ کیجے الیف۔ ڈبلیو مارشل کی تصنیف "ایتھنز کی مشترکیت ثانیہ" (کیمبرج سنہ ۱۹۰۵ء) اور فیبسن کی تصنیف "قدیم یونان و روما کے بین الاقوامی قانون و رواج" جلد دوم صفحات ۱۹-۲۴۔

(۲) سنہ ۳۷۸-۷۷ء میں جو نظم رائج کیا گیا تھا اس کے تفصیلات کے متعلق سخت اختلاف آرا ہے اور یہاں ان پر بحث کرنے کے لئے بہت جگہ درکار ہوگی۔ دولتمندوں سے پیشگی وصول کرنے کا طریقہ بالیقین پالکلس کے مخالف تقریر (۸-۹) کے وقت (یعنے سنہ ۳۶۲ء میں) رائج تھا۔ آیا اس سے قبل اس کا رواج ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں اس کا انحصار ڈیموس تھینیز کی تاویل پر منحصر ہے۔ مجھے یقین یہ ہے کہ اس موقع پر ڈیموس تھینیز کے متولیوں کی بنسبت جن رقوم کے دینے کا بیان ہوا ہے وہ انھوں نے پیشگی کے طور پر دی ہونگی، اور اگر ایسا تھا تو وصول کرنے کا یہ طریقہ سنہ ۳۷۶ء میں رائج تھا، اور اس قانون کے تحت میں یہی اصلی طریقہ ہوگا۔

باب سوم

چوتھی صدی قبل مسیح میں سلطنت ایتھنز کی حالت

ایتھنز میں اقتدار اعلیٰ مجلس ملکی کو حاصل تھا۔ ہر ایک بالغ شہری اس مجلس کا رکن تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کی مجلس میں غربا کی تعداد دولتمندوں سے بہر نوع زیادہ ہوگی۔ اس زمانہ میں دولت کی تقسیم کیونکر تھی اس کا تو کوئی قطعی علم اس زمانے کے حالات سے نہیں ہوتا، تاہم اتنا معلوم ہے کہ سنہ ۳۵۸ میں ان شہریوں کی تعداد جنکی آمدنی اتنی تھی کہ جنگی جہازوں کی تیاری کا بار ان پر ڈالا جاسکے صرف بارہ سو تھی اور سنہ ۳۲۲ ق م میں اکیس ہزار بالغ مرد شہریوں میں صرف نو ہزار ایسے تھے جنکی جائداد تیس مینا[1] کے قریب تھی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر غربا اپنی تعداد سے کام لینا چاہتے تو وہ مجلس کے متمول ارکان کو ہمیشہ مغلوب کردیتے اور چونکہ امرا و غربا کے سیاسی مقاصد ایک دوسرے سے مغائر تھے اس لئے فرقہ بندی کی صورت پیدا ہوگئی تھی مگر فرقہ بندی کا وہ مفہوم نہ سمجھنا چاہئے جو آجکل بالتخصیص سمجھا جاتا ہے کہ دونوں گروہ ایک منتظم جماعت کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کے درمیان قطعی اختلافات کی دیوار حائل ہوگئی تھی۔ متمول طبقے میں زمیندار اور تجار داخل تھے اور ان میں سے تجار کی وقعت

---

[1] ایک مینا چار پاؤنڈ کے قریب ہوتا ہے، اور ساٹھ مینا کا ایک ٹیلنٹ ہوتا ہے۔ ڈیموس تھینیز کا باپ ایک دولتمند شخص سمجھا جاتا تھا۔ اس کی جائداد بروقت مرگ تقریباً ۱۴ ٹیلنٹ کے تھی اور دولتمند ساہوکار پیشن کی جائداد ۳۰ ٹیلنٹ کی تھی۔ جنگی کشتیوں کا بار انھیں لوگوں پر پڑتا تھا جنکی آمدنی ۴۰ مینا سے ایک ٹیلنٹ تک ہوتی تھی۔

نسبتہً زمینداروں سے بدرجہا بڑھی ہوئی تھی۔ اس خیال کے قرائن دو وجوہ موجود ہیں کہ جب اٹیکا میں زراعت کو زوال ہوا تو اس کے ساتھ ہی ساتھ زیادہ تر حاصل زمینیں شہر کے رہنے والے سرمایہ داروں نے خریدلیں اور غلاموں کے ذریعہ سے ان میں زراعت کرنے لگے۔ اس قسم کی جائدادوں کو چھوڑکر اور لوگوں کے قبضہ میں بہت تھوڑی تھوڑی زمینیں تھیں اور یہ لوگ نہ صرف شخصی حیثیت سے کم وقعت تھے بلکہ مجلس میں برابر حاضر ہونا بھی ان کے لئے دشوار تھا، کیونکہ اپنے کاموں کو چھوڑکر شرکت مجلس کے لئے شہر میں آنا ان کے لئے متعذر تھا لیکن تجارتی طبقہ مجلس میں پوری طرح اپنے وسیع اثر سے کام لیتا رہا، سب سے پہلی بات تو یہ تھی کہ ملک کی دولت کا بہت بڑا حصہ ان کے ہاتھ میں تھا اور قوم کیسی ہی جمہوریت پسند کیوں نہ ہو دولت کے رسوخ سے باہر نہیں ہو سکتی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ جب سامان تعیش کی فراوانی اور طرز معاشرت میں ترقی ہوئی تو قسم قسم کے ضروریات پیدا ہونے لگے اور ان کی وجہ سے شہر اور بڑے بڑے قصبوں کی تجارتوں میں مختلف پیشے اور فن مختص ہونے لگے تو تاجروں اور ساہوکاروں اور ان سے متعلقہ افراد کی تعداد بہت بڑھ گئی اور اس کا اثر زیادہ وسعت کے ساتھ پھیلنے لگا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ایتھنز میں سامان خوراک مہیا کرنے کا انحصار انھیں تاجروں پر تھا، کیونکہ خود ملک میں غلہ بہت تھوڑا پیدا ہوتا تھا اور صرف یہی ایک امر ایسا تھا کہ (معمولی حالات میں) مجلس کے اندر تاجروں کا اثر و رسوخ ان کی تعداد کی مناسبت سے بہت زیادہ بڑھا دینے کے لئے کافی تھا۔ ان متمول طبقوں کو عام طور پر جنگ کے بہ نسبت امن کی صورت میں زیادہ فائدہ تھا۔

یہ ایک طبعی امر ہے کہ تجارتی جہازوں کی آمد و رفت حالت امن میں بہت زیادہ محفوظ تھی اور یہ خوف بھی دور نہیں ہوتا تھا کہ غیر ملکی حملہ کی صورت میں اٹیکا کی جائدادیں تباہ ہو جائیں گی (جیسا کہ جنگ پلوپونیس میں ہو چکا تھا) علاوہ ازیں جنگ سے جو غیر معمولی محصول عائد ہوتے تھے اُن کا خاص بار لامحالہ دولتمندوں پر پڑتا تھا، کیونکہ جنگی کشتیوں کے مہیا کرنے کا خرچ اور محصول جنگ کا بیشتر حصہ اسی متمول قلیل التعداد جماعت کو ادا کرنا پڑتا تھا۔ چونکہ حکومت کے معمولی

اخراجات میں بھی بہت بڑا حصہ انھیں لوگوں کا تھا اس وجہ سے جب یہ زائد مطالبہ ان سے کیا جاتا تو یہ ان پر بہت گراں گزرتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ کبھی کبھی خود تجارتی مفاد کے لئے بھی جنگ کی ضرورت ہوتی تھی اور اس غرض میں سب متفق تھے کہ بحر ایجین (یونان) اور ہلسپانٹ کی طرف سے باسفورس اور ایوکسن کا تجارتی راستہ کھلا رہے اور کسی حملہ کے اندیشہ میں جس قسم کی احتیاطی کارروائی بھی ضروری ہو وہ اختیار کیجائے۔ (آئندہ کے کسی باب میں ہمیں معلوم ہوگا کہ ان خیالات نے ایوبیولس کی حکمت عملی پر کس قدر اثر ڈالا) لیکن عام طور پر مرفہ الحال طبقے صلح و آشتی کی روش کی طرف مائل تھے اور جنگ کے بہ نسبت وہ اسے مرجح سمجھتے تھے کہ تدابر سیاسی اور محالفہ کے ذریعہ سے بلکہ ایک حد تک مراعات کرکے تجارت کو محفوظ و مامون رکھا جائے۔ اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے کہ آیا ان میں وہ نقائص تھے یا نہیں جو ہمیشہ ایسے لوگوں میں پیدا ہو جاتے ہیں، جن کا اولیں مقصد روپیہ پیدا کرنا ہوتا ہے، یا یہ کہ وہ قومی نصب العین اور فیاضانہ خیالات کی طرف سے لاپرواہ تھے یا بعید الوقوع اور وسیع مفاد کے مقابلہ میں زیادہ قریبی فائدہ کا خیال کرنے سے ان میں کوتاہ نظری پیدا ہوگئی تھی، لیکن ڈیموس تھینیز اکثر ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے خود اپنی حکمت عملی کے چلانے میں اس قسم کی دقتیں محسوس ہوتی تھیں مگر اس کے ساتھ ہی وہ بہت سے دولتمندوں کی حب الوطنی اور ان کے ہر طرح کے ایثار پر آمادہ رہنے کو بھی تسلیم کرتا ہے۔

برخلاف ازیں عوام الناس کا گروہ بالعموم جنگ اور توسیع سلطنت کی حکمت عملی کا مؤید تھا۔ کامیاب مہمیں اگر فراوانی کے ساتھ غلہ کے حاصل کرنے کا محفوظ ذریعہ نہ بھی ثابت ہوں تو بھی اتنا تو ضرور تھا کہ اس مقصد کے لئے اس سے بہتر کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی اور چونکہ جنگ کے اخراجات کا بار متمول طبقہ کے اوپر پڑتا تھا، اس لئے غربا کو اس کی مضرتوں کا احساس کم ہوتا تھا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جنگ کے ذریعہ سے زیادہ غریب طبقہ کو ایک

خاص ذریعہ معاش کا ہاتھ آجاتا تھا جو اسی کے لئے مخصوص تھا اور اس میں خال خال مستثنیات کے سوا غلاموں کی شرکت نہیں تھی۔ یہ کام بیڑے میں ملاحی کا کام تھا۔ علاوہ ازیں، عام مجمعوں کا میلان یہی ہوا کرتا ہے کہ قومی غرور اور اپنی وقتی اہمیت کے جوش میں وہ بلا سوچے سمجھے جنگ کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں ایسا ہی یہاں بھی ہوتا تھا چنانچہ اس کا ثبوت ان متعدد مقرروں کے حالات سے ملتا ہے جو گزشتہ روایات اور شہنشاہی ایتھنز کے عظیم ترین زمانے کی یاد دلا کر مجلس ملکی کو بھڑکا دیا کرتے تھے، یہ امر بھی اس کا شاہد ہے کہ ڈیموس تھینیز کو مجبور ہو کر ایک سے زائد مرتبہ اسی اشتعال انگیز جماعت کی مذمت اور عوام کے جوش و غضب کو فرو کرنا پڑا حالانکہ ڈیموس تھینیز وہ شخص تھا کہ جس موقع پر حزم و تدبیر کی کمزور روش کا اقتضا یہ ہوتا کہ صلح قائم رکھی جائے وہاں بھی وہ کسی طرح جنگ سے نہیں جھجکتا تھا۔

پس ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایتھنز میں دولتمند اور غریب طبقوں کے میلانات تقریباً بالکل ان کے برعکس تھے جو زمانۂ جدید کے بیشتر ممالک کے انھیں طبقات میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں عام طور پر وسعت سلطنت کے خیالات اور جنگجوئی کا میلان قوم کے متمول طبقے میں پایا جاتا ہے اور اس کی تائید حب الوطنی کے نام سے کیجاتی ہے اور اس کے مقابلے میں غربا کے خیالات کو تنگدلی، محدود نظری بلکہ خود غرضی کے الفاظ سے متہم کیا جاتا ہے۔ برخلاف ازیں، ایتھنز میں عوام الناس سے سرگروہ جنگ کے لئے شور مچاتے تھے اور جن لوگوں کو اس زمانے کی اصطلاح میں کنسرویٹو قدامت پسند کہنا چاہئے (اور جو جنگ و جدل کے زیادہ شائق ہوتے ہیں) وہ امن و صلح کے نباہنے اور اس کے قائم رکھنے میں زیادہ کوشاں تھے۔

بدقسمتی یہ تھی کہ بہ حیثیت مجموعی ان دونوں میں سے کوئی فریق بھی اعلیٰ خیالات کے اثر سے کام نہیں لیتا تھا۔ امیر و غریب دونوں یکساں طور پر یہ کہہ سکتے تھے کہ شہنشاہی کا استحکام یا کم از کم ایتھنز کی بحری فوقیت کا قیام مفلسوں اور ناداروں کی شکم پری کے لئے اہم و لازمی تھا۔ عوام الناس اس خیال میں ایتھنز کے

روایات قدیم کے برقرار رکھنے کے جوش وخروش کا بھی اضافہ کرسکتے تھے مگر یہ جوش اکثر محض سطحی ہوتا اور عام مقرروں کی تقریروں سے عارضی طور پر پیدا ہوجاتا تھا متمول طبقے ایسی درمیانی روش اختیار کرنا چاہتے تھے جس سے نہ تو تجارت کو نقصان پہنچے اور نہ بحری راستوں کے عدم تحفظ کی وجہ سے غلہ کی آمد میں خلل واقع ہو اور اس کے ساتھ ہی فوج اور بیڑے کی تیاری کے لئے بہت بڑا بار بھی نہ برداشت کرنا پڑے لیکن عوام الناس اور عام مقرر تو یہی سمجھتے تھے کہ "عہد زریں" گزشتہ زمانے میں گزر چکا اور متمول طبقے کے خیالات کی نسبت اس امر میں شک ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے کو مامون رکھنے کے سوا ان کا کوئی صاف مطمح نظر تھا بھی یا نہیں۔ اساکریٹس نے جب یہ کوشش کی کہ ایتھنز کے شایان شان ایک روش اختیار کیجائے تو اس کی کوشش کو بہت ہی کم قبول عام حاصل ہوا۔ اس سے بحث نہیں ہے کہ یہ روش بجائے خود اعلیٰ وافضل تھی یا نہیں مگر یہ مسلم ہے کہ یہ وہ زمانہ نہیں تھا جب علمی تجاویز کو وسعت کشادہ دلی کے ساتھ قبول کیا جائے اور جو شخص بھی اس زمانے کا دقت نظر کے ساتھ مطالعہ کرے گا اس پر یہ امر مخفی نہ رہے گا کہ ایک طرح کا روحانی جمود پیدا ہوگیا تھا اور یہ جمود اس احساس کے بالکل مخالف تھا جو پانچویں صدی کے دو ثلث اول میں (بلکہ کہنا چاہیئے کہ وبا کے بعد تک) اہل ایتھنز میں پایا جاتا تھا اور اگر کوئی شخص مذہبی احساس سے متاثر ہوکر ان لوگوں کے دلوں میں گرمی پیدا کرنیکی کوشش بھی کرتا تھا تو اس سے مخالفانہ انداز سے پیش آتے تھے[1] خود ڈیموس تھینیز سے بھی

---

[1] یہاں اس جمود کے اسباب پر بحث کرنا طول کا باعث ہوگا لیکن مختصر یہ ہے کہ اول تو وبا اور جنگ پلوپونیس نے لوگوں کی ہمتیں پست کر دی تھیں دوسرے فصاحت وبلاغت کا اثر ہر طرف چھا گیا تھا اور فصیح البیانی کا یہ عام خاصہ ہے کہ جو اس کام کو کرتے ہیں اور جو ان کے مخاطب ہوتے ہیں دونوں کی طبیعت سے صداقت کی صفت زائل ہوجاتی ہے افلاطون نے اس فصیح البیانی پر جو اعتراضات وارد کئے ہیں وہ تاریخ سے بالکل صحیح ثابت ہوتے ہیں اور ان اعتراضات میں سے اکثر اعتراضات زمانۂ حال کی اخبار نویسی پر بھی صادق آتے ہیں اور اس وجہ سے اسوقت بھی وہ دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔

(جس میں بلند نظری و تخیل کی کچھ کمی نہ تھی) یہ نہ ہو سکا کہ اہل اتھینز کی قدیم طرز زندگی کو دوبارہ مروج کر دیتا اگرچہ ایک موقع عظیم پر اس نے اس قدر آگ ضرور لگا دی تھی کہ قدیم شان و شوکت کی چمک دمک آخری طور پر ایک مرتبہ پھر نظر آ گئی۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، مجلس میں غربا کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ جب چاہتے ان لوگوں کو مغلوب کر دیتے جو زراعت اور تجارت اور روپیہ کے لین دین سے تعلق رکھتے تھے لیکن سوء اتفاق سے ہمارے پاس کوئی ذریعہ ایسا موجود نہیں ہے جس سے ہم تیقن کے ساتھ یہ معلوم کر سکیں کہ اس مجلس کے معمولی اجلاسوں میں شرکا کا تناسب کیا ہوا کرتا تھا اور چونکہ بقول ارسطو مجلس کا کام یہ تھا کہ جو تجاویز اس کے سامنے پیش ہوں ان پر حکم و فیصلہ صادر کرے اس لئے ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ معمولی حالات میں یہ مجلس کہاں تک اپنے فیصلوں کو عقل و استدلال کی بنا پر قائم کر سکتی تھی، اس میں بہت کم شک ہو سکتا ہے کہ بہت سے بہترین تعلیم یافتہ اشخاص کا میلان طبع یہ تھا کہ معاملات عامہ (عام زندگی) سے بالکل کنارہ کش ہو جائیں اور سلطنت کے معاملات میں کسی قسم کی دلچسپی کا اظہار نہ کریں اور اپنے کو اس خیال سے خوش رکھیں کہ وہ ایک ذی علم شخص کی حیثیت سے بطور خود مفاد عامہ کی خدمت انجام دے رہے ہیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور وہ سیاسی طاقت اور شہنشاہی کے غلبہ کو شخصی نیکو کاری کے مقابلہ میں ہیچ سمجھنے اور ایک جمہوری سلطنت میں سیاسیات کی لغویت میں پڑنے کو ایک فلسفی کے لئے باعث ننگ خیال کرنے لگے۔ چوتھی صدی میں فلسفہ میں نمایاں طور پر انفرادیت پیدا ہو گئی اور "شہری سلطنت" کے خیال سے اسے بیگانگی ہو گئی۔ سقراط کے اصولوں کے متعلق اس کے اہل ملک نے جو خیال قائم کیا تھا کہ وہ اصول ایک "شہری سلطنت" کے لئے موزوں نہیں ہیں وہی خیال اب اتھینز کے اہل فلسفہ خود اپنی نسبت قائم کرنے لگے۔ ان اصحاب علم کی تعداد کتنی ہی کم کیوں نہ ہو مگر اپنی قوم کی کارروائیوں پر کسی قسم کا اثر ڈالنے کی کوشش سے ان کا بالکل علیحدہ ہو جانا ضرور نقصان کا باعث تھا۔ علاوہ ازیں اس میں بھی زیادہ شک کی گنجائش نہیں ہے کہ مجلس ملکی کی شرکت کا معاوضہ ایک عام مزدور کی

اُجرت کے برابر تھا اس لئے اس معاوضہ کی کشش مفلسوں پر زیادہ پڑتی تھی اور جو لوگ کچھ علم رکھتے یا کاروباری آدمی تھے وہ اس سے کم موثر ہوتے تھے۔

لیکن دوسری جانب سے بھی کچھ نہ کچھ کہا جا سکتا ہے۔ اولاً یہ کہ جہاں تک مقامی حکومت کا تعلق تھا مجلس کے ارکان کے ایک معقول حصہ میں معاملات عامہ کو سرانجام دینے کی مہارت و قابلیت پیدا ہو گئی ہو گی اور جو امور ان کے سامنے پیش ہوتے تھے ان پر فیصلہ صادر کرنے کا ڈھب بھی انھوں نے سیکھ لیا ہو گا قصبوں شہروں کا انتظام بہت ہی مکمل تھا اور اس زمانے میں قصبوں کی سیاسی مستعدی بہت زوروں پر تھی اور اس کے ساتھ ہی ہر بالغ اہل قصبہ کو اپنے قصبہ کی مجلس میں شریک ہونے اور اس کے عہدوں کے حاصل کرنے کا حق ہوتا تھا یہ ایک ایسا طریقہ تھا جس میں اس سے زیادہ واقفیت و مہارت حاصل ہو سکتی تھی جتنی (بطریق تمثیل) انگلستان کی مقامی حکومت کے اس طریق میں حاصل ہو سکتی ہے جس میں قائم مقام جماعتوں کے ذریعہ سے کام ہوتا ہے اور اس لئے نسبتہً ایک محدود تعداد کو اس سے تعلیم حاصل ہوتی یا اس سے دلچسپی ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ سیاسیات کے سرگروہوں میں بہت بڑا حصہ دولتمند لوگوں کا تھا۔ سپہ سالاران افواج، سفرا، مالی و انتظامی عمال زیادہ تر اسی گروہ سے ہوتے تھے[1]۔ اس سے نہ صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سخت قسم کا تفریقی احساس موجود نہیں تھا بلکہ اس سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ عوام کو اس میں کچھ تامل نہیں تھا کہ وہ اپنے معاملات کو ان لوگوں کے سپردگی میں دیدیں جو یہ سمجھتے ہوں کہ ان کاموں کی سرکردگی ان کا فرض ہے اور ان میں اس کے سرانجام دینے کی قابلیت بھی موجود ہے اس سے بحث نہیں کہ وہ کون لوگ ہیں[2]۔ یہ بھی صحیح ہے کہ وہ اپنے سرگروہوں سے کسی قدر

---

[1] سنڈال نے بہت بڑی حد تک اس کو ثابت کر دیا ہے۔

[2] ارسطو نے سلطنت جمہوری کا جو یہ وصف بیان کیا ہے کہ وہ غریبوں کے فائدہ کے لئے غریبوں ہی کی حکومت ہوتی ہے یہ بیان درحقیقت اس کے منافی نہیں ہے نہ یہ اساکریٹس کے خلاف ہے جس نے ان شبہات و شکوک پر زور دیا ہے جو دولت سے پیدا ہوتے ہیں اور جو ڈیموس تھینیز کی سوانح اور تقریروں میں اچھی طرح واضح ہو گئے ہیں۔

رقابت کا بھی اظہار کرتے تھے اور اس زد میں وہ عہدہ دار زیادہ آجاتے تھے جو منتخب ہو جانے کے بعد قوم سے کسی حد تک آزاد ہو جاتے تھے مثلاً سپہ سالاران افواج وسفراء وغیرہ۔ ہمیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ اس رقابت نے کس قدر مضر اثر پیدا کیا، مگر اتنا ضرور ہے کہ کوئی امر اس کا سدّ راہ نہیں تھا کہ قابل اشخاص جس منصب کے اہل ہوں وہ اسے حاصل نکر سکیں۔ خواہ اس منصب میں کتنا ہی خطرہ کیوں نہ ہو۔ یہ ایک غیر معمولی بات ہے کہ شور و غل مچانے والے جاہلوں کے مجمع میں جیسے امور پیش آتے ہیں ان کا ذکر یہاں بہت کم سننے میں آتا ہے۔

ایتھنز کی مجلس ملکی کی ناقابلیت کے متعلق مبالغہ کرنیکی بہت گنجائش ہے اور اکثر اس معاملہ میں مبالغہ سے کام بھی لیا جاتا ہے، یہ یقینی ہے کہ یہ مجلس ایسی ناکارہ نہیں تھی کہ نازک موقعوں پر وہ اپنے ارکان سے بحث و استدلال اور ان کی معاملہ فہمی پر لحاظ نہ کر سکے اور معمولی حالتوں میں تو سیاسی قابلیت کے غلبہ و تفوق کا ہر ایک امکان موجود تھا۔ بایں ہمہ ایتھنز کی یہ مجلس ان خطرات سے محفوظ نہیں رہ سکتی تھی جو ہر ایک کثیر التعداد جماعت کے یکجا جمع ہونیکی صورت میں پیش آسکتے ہیں۔ یہ امکان ہمیشہ موجود رہتا تھا کہ جبتک کسی شدید اور فوری خطرہ سے ان میں جوش نہ پیدا ہو جائے یا وہ خوف زدہ ہو جائیں وہ اپنے جذبات و خواہشات کے مطیع ہو جانے پر برابر آمادہ رہتے تھے۔ لوگ جب مجمع میں جمع ہو جاتے ہیں تو جبتک کوئی غیر معمولی امر پیش نہ آوے وہ “غور و فکر” نہیں کرتے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کی طبیعتیں بہت ہلکی ہوتی ہیں وہ بہت ہی فوری طور پر رائے قائم کر لیتے ہیں اور یہی رائے ایک مرض متعدی کی طرح تمام مجمع میں سرایت کر جاتی ہے۔ مقرری و فصیح البیانی کا فن بحث و استدلال سے ایک بالکل جداگانہ شے ہے۔ مقرر اکثر ایسے دلائل استعمال کرتا ہے جس کی تائید منطق سے نہیں ہو سکتی، وہ مجمع پر اثر ڈالنے کے لئے ایسے طریقے اختیار کرتا ہے کہ اگر وہ اپنے کسی ذاتی دوست سے گفتگو کرتا ہو تو اس قسم کے طور و طریق کے استعمال سے اسے خود شرم آئیگی۔ اس میں اس امر کا بھی اضافہ کر لیا جائے کہ جس زمانے کے متعلق ہم اس وقت بحث کر رہے ہیں اس وقت اکثر امور نہایت پیچیدہ

پیش رہا کرتے تھے اور مجلس ملکی میں جیسی مختصر تقریریں کرنے کا رواج تھا ان میں ان مسائل پر کماحقہ بحث کرنا ممکن نہ تھا۔ علاوہ ازیں بحث میں پیچیدگی پیدا کرنے سے یہ احتمال رہا کرتا تھا کہ خود مقرر کی نسبت شک و شبہہ نہ پیدا ہو جائے کیونکہ عوام کی نظروں میں بحث و استدلال کی قابلیت اور پیشہ ور مقرروں کی سوفسطائیت میں بہت زیادہ فرق نہیں تھا۔ یہ مقرر ایسے پرفن ہوتے تھے کہ وہ ہر امر کی تائید میں گفتگو کر سکتے اور برے کو اچھا کر کے دکھا سکتے تھے بلکہ اگر ضرورت ہو تو کسی ایک ہی معاملہ میں دونوں جانب سے گفتگو کر سکتے تھے (اس کا اندازہ ہمیں ان تقریروں کے ضمن میں ہو چکا ہے جو قانونی عدالتوں میں ہوا کرتی تھیں) اتھینز کے مقرر اکثر قانونی عدالتوں کی طرح مجلس کے سامعین کو بھی مخالفوں کی چالاکی و ہوشیاری سے دھوکا نہ کھا جانے کی ہدایت کیا کرتے تھے، اگر چالاکی و فریب کا یہ شک و شبہہ نہ بھی ہوتا تو بھی یہ آسان کام نہیں تھا کہ پیچیدہ مسائل (مثلاً معاملات مالی وغیرہ) کو ایک مجمع عام کے سامنے بیان کیا جاتا اور اس کے موافق یا مخالف صحیح صحیح دلائل انھیں سمجھائے جا سکتے۔

بس اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اتنی بڑی جماعت صرف انھیں بناؤں پر رائے قائم کر سکتی تھی، جو مقرر اس کے سامنے پیش کریں واقعات کا براہ راست علم اسے یا تو بالکل نہیں ہوتا تھا یا اگر ہوتا بھی تھا تو بہت کم، اور جب کسی معاملہ کی ایک سے زائد صورتیں پیش کیجاتی تھیں تو وہ صورت سب سے زیادہ قابل قبول ہوتی تھی جسے وہ مقرر پیش کرے جس کی فصیح البیانی کا کرتب سب سے بڑھا ہوا ہو۔ مخالف دلیلوں کا بھی یہی حال تھا۔

اتھینز کی مجلس ملکی پر مقرروں کے انداز و اطوار کا اثر غالباً اس سے بہت زیادہ پڑتا تھا جو زمانۂ حال کے کسی مجمع پر پڑ سکتا ہے اور وہ فصیح البیانی کی شان و انداز سے بہت زیادہ مرعوب ہو جاتی تھی۔ مقرروں کے باہمی مباحثے کو وہ ایسا ہی سمجھتی تھی جیسا کہ لوگ تھیٹر کے دو حریف ایکٹروں کے مقابلہ کو سمجھتے ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ بیان کے انداز و اطوار سے انھیں اس درجہ دلچسپی تھی کہ

اس کے سوا اور کسی امر سے انھیں سروکار ہی نہیں تھا۔ جب یہ کام ہو جاتا تھا تو اس کے ساتھ ہی اس کے عملی نتیجہ کے نیک و بد کی بھی کچھ پروا باقی نہیں رہتی تھی۔ ڈیموس تھینیز کے اکثر حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس میلان طبع کا بہت قطعی احساس تھا، اس نے زور دیکر یہ کہا تھا کہ اگر تم بیکار بیٹھے رہو اور تمھارے اغراض و مقاصد صرف شور مچانے اور واہ واہ کرنے پر ختم ہو جائیں اور کام کے وقت کسی کا پتا بھی نہ چلے تو کیسی ہی فصاحت و بلاغت کے دریا کیوں نہ بہائے جائیں سمجھ لو کہ تمھاری عملی کارروائی کے بغیر فصاحت و بلاغت تمھارے ملک کو بچا نہیں سکتی۔ دوسرے موقع پر اس نے یہ کہا تھا کہ "میں نہیں جانتا کہ اسے حماقت کہوں یا بیفکری پر محمول کروں یا کسی اور لفظ سے اسے تعبیر کروں مگر حق یہ ہے کہ تم لوگ اس حد کو پہنچ گئے ہو کہ میرے دل میں اکثر یہ اندیشہ پیدا ہوا کرتا ہے کہ انسانی طاقت سے کوئی بالاتر طاقت ہماری قسمتوں کو تباہی کی طرف لئے جا رہی ہے۔ ابتذال کی حد یہ ہو گئی ہے کہ تم تقریریں کرنے کے لئے کرایہ کے لوگوں کو بلاتے ہو تاکہ ان کے خرافات بیہودہ مذاق، اور جن باتوں سے تمھیں دلچسپی ہو ان کا لطف اٹھاؤ اور یہ لوگ بھی ایسے ہیں کہ اکثر ان میں سے اس کام سے انکار نہیں کرتے یہ لوگ جب دوسروں کی برائیاں بیان کرتے ہیں تو تم لوگ انھیں سن سن کر ہنستے ہو" ڈیموس تھینیز اور اساکریٹیس دونوں اہل ایتھنز کو اس امر پر متواتر ملامت کیا کرتے ہیں کہ وہ ان مقرروں کی بات تک سننا نہیں چاہتے جو ناخوشگوار صداقت سے انھیں مطلع کرنے اور خوش آیند توقعات کی امید نہ دلاتے ہوں۔ اساکریٹیس کہتا ہے کہ "تمھارا ہمیشہ یہ طریقہ رہا ہے کہ جو لوگ تمھاری پسند کی باتیں نہ بیان کرتے ہوں ان کے سامنے تک آنکلے تم روادار نہیں ہوتے"۔ اہل ایتھنز کی سب سے بڑی مایۂ فخر و ناز شے کی تردید اس نے ایک جملہ میں کر دی ہے کہ "اس جمہوری سلطنت میں تقریر کی آزادی نہیں حاصل ہے"۔ اس زمانے کے اہل ایتھنز جن اخلاقی مرضوں میں مبتلا تھے ان میں بدترین مرض یہ تھا کہ ان میں جوش و طرب کا شوق حد سے بڑھا ہوا تھا اور دونوں طرف قوت ارادی کی کمزوری اور ناخوشگوار واقعات کے مقابلے کی عدم قدرت بھی اسی حد تک

پہنچی ہوئی تھی۔ خود آئین سلطنت اور اس کے طریق عملدرآمد دونوں میں کمزوریاں تھیں۔ جس کے نتائج بہت شدید پیدا ہو رہے تھے اور اب ہمیں انھیں امور کی طرف توجہ کرنا ہے۔

دو امور ایسے ہیں جن سے علٰحدہ ہو کر کسی حکومت کو جو ایک بڑی مجلس کے تابع ہو کامیابی کی کسی قسم کی توقع کا گمان بھی نہیں ہو سکتا اولاً یہ کہ ایک ذمہ دار وزارت ہونا چاہیئے۔ یہ ضرور ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً بدلتی رہے مگر جبتک وہ برسر کار رہے اس وقت تک حقیقی رہبری اسی کے ہاتھ میں ہو۔ ثانیاً یہ کہ مجلس کے فرائض صرف اہم امور کے تصفیہ تک محدود رہیں اس کی تجاویز کو عمل میں لانے کے جزئیات ذمہ دار و تجربہ کار عہدہ داروں یا محکموں کے ہاتھ میں چھوڑ دیئے جائیں اور انہیں اپنے کام میں معقول آزادی حاصل ہو یہ دونوں کے دونوں امر ایتھنز میں نہایت ہی ناکمل طور پر انجام پاتے تھے۔ سپہ سالاروں کے سوا تقریباً تمام عہدہ داران سلطنت کا انتخاب قرعہ اندازی سے ہوتا تھا۔ اس طرح ان کی موزونیت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی تھی۔ کوئی وزارت ایسی نہ تھی جس کا یہ فرض ہو کہ وہ قوم کو مشورہ دے۔ مجلس کے ہزاروں ارکان میں سے اصولاً ہر شخص کو ایک ہی سا موقع حاصل تھا اور اس کی ایک ہی سی ذمہ داری تھی۔ کسی شخص کا یہ فرض نہیں تھا کہ وہ کوئی تجویز پیش کرے اور اگرچہ واقعی قانون کے رو سے کوئی تجویز اس وقت تک بحث کے لئے پیش نہیں ہو سکتی تھی۔ جب تک کہ "پانچسو اشخاص کی مجلس خاص" ابتداءً اسے منظور نہ کر لے مگر یہ معلوم ہے کہ مجلس ملکی کو ہر رکن کی تحریک پر ترمیم کا غیر محدود اختیار حاصل تھا چنانچہ صلح فلاگریٹس کے مباحث سے اس کی کافی شہادت ملتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مجلس خاص کے تحریکات کے متعلق مجلس عام اس سے زیادہ توجہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں سمجھتی تھی جتنی وہ کسی عام پسند مقرر کی کسی انتہائی بیباکانہ تجویز پر کرتی جو وقت کے وقت پر پیش کر دی گئی ہو حالانکہ مجلس خاص کے تحریکات کے متعلق یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ ایسے لوگوں کی رائے ہے جنھوں نے اس معاملہ پر اچھی طرح غور کر لیا ہے۔ مجلس خاص کے انتظامی کاموں کی نوعیت پر جب غور کیا جاتا ہے تو تعجب ہوتا ہے کہ اس خوبی سے

یہ کام کیونکر چلتا تھا مجلس خاص کا یہ کام تھا کہ وہ مجلس ملکی کے تجاویز کو عمل میں لانے کی تدابیر اختیار کرے۔ بحث کے لئے ضروری اطلاعات وسامان بہم پہنچائے[1]، اور ان متعدد فرائض کو انجام دے جو زمانہ حال میں حکام ملکی کے مختلف محکموں کو سر انجام دینا پڑتے ہیں۔ مجلس خاص کا انتخاب چونکہ سال بسال قرعہ اندازی کے ذریعہ سے ہوتا تھا اس وجہ سے اس کی کوئی طمانیت نہیں ہو سکتی تھی کہ اس میں مشورہ دینے کی خاص اہلیت موجود ہو گی، وہ خود اپنے عملی فرائض کو کمیٹیوں کے ذریعہ سے انجام دیتی تھی جو سال میں دس مرتبہ بدلتی رہتی تھیں۔ اس وجہ سے یہ بھی توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ اس کی ایک مستقل و معین روش قائم رہے گی۔ علاوہ ازیں بحیثیت مجموعی وہ اگرچہ اپنا کام خوبی کے ساتھ انجام دیتی تھی مگر وہ جو کچھ کر سکتی تھی انھیں حدود کے اندر کر سکتی تھی جو مجلس ملکی کے تجاویز میں قرار پا گئے ہوں۔ اگر وہ خود اپنی کوئی مستقل روش قرار دینے یا اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتی تو غالباً اس قسم کی کوشش کی نسبت یہ سمجھا جاتا کہ یہ قوم کے قطعی حقوق میں ایک طرح کی عدیدی دست درازی ہے اور مجلس عام کا خیال بہت سختی کے ساتھ ان حقوق کو محفوظ رکھنے پر تلا رہتا تھا۔

کسی وزارت کے نہ ہونے کی وجہ سے مجلس خود اپنی متضاد کارروائیوں اور مختلف اجلاسوں کے تغیر پذیر خیالات سے نقصان اٹھاتی تھی، اس سے نہ صرف یہ ہوتا تھا کہ اس قسم کی جماعت کی کسی روش کے استقلال و دوام پر اعتماد نہیں ہو سکتا تھا بلکہ بجائے خود یہ بھی ناممکن تھا کہ کوئی صاف روش اختیار کی جا سکے جس کی وجہ محض یہ تھی کہ کسی شخص پر کسی تحریک کے پیش کرنے کی ذمہ داری نہیں تھی[2] یہ بھی ممکن تھا کہ جو تجویز قرار پائے وہ بلا تکمیل پڑی رہے کیونکہ اگرچہ کسی اہم کام کے اختیار کرنے کی تجویز منظور ہو جاتی تھی مگر جن وسائل و ذرائع سے وہ کام انجام پانا چاہیے ان کے لئے جن ضمنی تجویزوں کی ضرورت ہوتی تھی ان کا منظور ہونا رہ جاتا یا سامان ناکافی ہوتا تھا حقیقت

---

[1] دیکھئے حاشیہ نمبر ۱

[2] فلپ کے ایشیا پر قبضہ کرنے کی خبر موصول ہوئی تو تمام فرقے اور افراد خاموش رہے۔ اس سے یہ حالت ظاہر ہے۔

یہ ہے کہ ذرائع و وسائل کی تجویز میں مالی و بدنی خدمات کی ضرورت ہوتی تھی، اس لئے بہ ظن غالب اس قسم کی تجویز کے غیر دلعزیز ہو جانیکا احتمال رہا کرتا تھا اور کوئی صاحب ہمت ہی شخص ایسا ہوتا تھا جو اس قسم کی تحریک پیش کرنے کی جرأت کرے۔ اس کے ساتھ ہی انتظامی عمال مجلس ملکی کی منظوری کے بغیر کسی کام کی جرأت بھی نہیں کر سکتے تھے یہاں تک کہ خود مجلس ملکی کے عام احکام کو عمل میں لانے کے ذرائع تک وہ نہیں اختیار کر سکتے تھے۔ پانچویں صدی میں ایک حد تک اس وجہ سے تسلسل عمل پیدا ہو گیا تھا کہ سپہ سالار کے عہدے پر اکثر ایک ہی شخص کا بار بار انتخاب ہوتا رہتا تھا لیکن تقریباً اور تمام عہدہ داروں کا تقرر قرعہ کے ذریعہ سے ہوتا تھا، لیکن چوتھی صدی میں سپہ سالاروں میں سے بھی بہتوں کا انتخاب اگرچہ اکثر بار بار ہوتا رہا مگر اُن کی توجہ فن سپہ گری کی طرف زیادہ مائل ہوتی جاتی تھی اور وہ سیاسیات ملکی کے خیال سے ہٹتے جاتے تھے اور جب وہ ایتھنز کی طرف سے کسی جنگ میں مشغول نہیں ہوتے تھے تو کمتر ایسا ہوتا تھا کہ وہ کسی اور سلطنت کی طرف سے جنگ میں نہ شامل ہو جاتے ہوں، یہاں تک کہ خود ایتھنز کو دوبارہ ان کی خدمات کی ضرورت پیش آ جائے۔ جب وہ کہیں بھی جنگ میں نہ مشغول رہتے تو کسی ایسی جگہ جا کر لطف زندگی حاصل کرتے تھے جہاں وہ اعتراض کرنیوالوں کی نگاہ سے بچے رہیں۔ اس زمانے میں ہم بہت کم سنتے ہیں کہ سپہ سالار مجلس عام کو صلاح دیتے ہوں اگرچہ فوکیون بشرط ضرورت مدبری و سپہ گری دونوں کام انجام دیتا تھا۔ کسی مستقل و مسلسل روش کے قائم رہنے کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ کوئی فصیح و بلیغ مقرر یا کوئی مدبر کسی قدر طویل و صحیح کوشش سے مجلس ملکی کو اپنا گرویدہ بنالے خواہ یہ گرویدگی اس کے اخلاق کے باعث سے پیدا ہو جائے یا یہ کہ فرقۂ غالب کے خواہشات سے حسب مطلب کام لے سکے، اور چوتھی صدی میں اہل ایتھنز کی کارروائیوں میں کامل انتشار و بے ربطی کے نہ ہونے کا باعث یہی ہے کہ کیلسٹریٹس، ارسٹوفن، ایوبیولس اور ڈیموس تھینیز نے کئی کئی برس تک معقول اثر جما رکھا تھا۔ اس حالت میں بھی مجلس عام کے انداز و اطوار نے ان مدبروں کے کاموں کو ایسا دشوار بنا دیا تھا کہ کسی کو ان پر رشک و حسد کرنے کی ضرورت

نہیں تھی۔ مجلس ملکی کی سبکسری و عدم استقلال کی مثالیں کم نہیں ہیں اور اس کے ساتھ ہی صاحب قوت اشخاص کے ساتھ اس کی رقابت بھی بہت بڑھی ہوئی ہے اس خیال سے کہ کسی ایک روش کو کافی زمانہ تک قائم رکھکر اس کے نتیجہ کو دیکھا جائے ان مدبروں کو اپنے بقائے اثر کے لئے جس قسم کی کارروائیاں کرنی پڑتی تھیں وہ اکثر قابل افسوس معلوم ہوتی ہیں۔

ایک ایسے زمانے میں جبکہ یونان کی مختلف سلطنتوں کے تعلقات مخاصمانہ تھے یا کم از کم یہ ضرورت تھی کہ ان معاملات باہمی میں بڑی ہوشیاری سے کارروائی کی جائے۔ ایک عام مجلس کے مباحثہ کے طریقہ میں لازماً بہت سی خرابیوں کا اضافہ ہوگیا تھا، اس زمانے میں جو سلطنتیں دعوائے جمہوریت میں سب سے بڑھی ہوئی ہیں وہ بھی اس امر کی روادار نہیں ہیں کہ بین الاقوامی سیاسیات یا بری و بحری فوج کی کسی مجوزہ نقل و حرکت کے، جزئیات مجلس عام میں مباحثہ سے طے پائیں اس قسم کے معاملات میں یہ طریقہ قطعاً ناموزوں ہے۔ ایسے معاملات پر مجالس عام میں بحث کرتے وقت خواہ کیسی ہی احتیاط اور ہوشیاری جس سے خطرناک مواقع ٹل جاتے ہیں، برتی جائے مگر ان کو عوام کے سامنے معرض بحث میں لانا وہ سوئے تدبیر ہے جس میں کسی کو کلام کی گنجائش نہیں۔ اتھنز کے لوگ اس احتیاط اور ہوشیاری کی قدر و قیمت کا علم رکھتے تھے (جیسا کہ کالس ٹراٹس کو اسپارٹا اور تھراسی بولوس کو تھیبز میں سفیر بنا کر بھیجنے کی مثالوں سے ثابت ہے) مگر باوجود اس کے یہ علم ان کو بالعموم اس طرف مائل نہ کرتا تھا کہ غیر ملکی معاملات کو ذمہ دار وزرا کے سپرد کرکے ان کو آزادی کے ساتھ عمل کرنیکا اختیار دیدیں[۱]۔ اس طرح کے اختیار دینے کو وہ حکومت "اولیگارکی" (عدیدی) کا ایک طریقہ سمجھتے تھے جس کا روادار ہونا ان کے لئے قطعی غیر ممکن تھا، بلکہ ممکن ہے کہ وہ اس طریقے کی نسبت سمجھتے ہوں کہ وہ ان کو ایک غیر آئینی حکومت کی طرف لیجا رہا ہے۔ پس جمہوری اصول پر

---

[۱] اسکے مستثنیات میں ایک بڑی مثال سنہ ۳۳۹ ق۔م۔ میں ڈیموس تھینیز کا کار خاص کے لئے تھیبز جانا ہے (اسکے متعلق صفحہ (۳۷۳) دیکھا جائے)، سنڈوال نے یہ ظاہر کیا ہے کہ سپہ سالاروں کیطرح سفرا بھی بالعموم صاحب جائداد طبقہ سے لئے جاتے تھے کیونکہ ایسے ہی لوگ اپنے عہدہ کے لازمی اخراجات کو برداشت کرسکتے تھے مگر یہی امر اس کا بھی باعث ہوسکتا ہے کہ انکی جانب سے مجلس ملکی کی رقابت بڑھ گئی ہو۔

انتہائی حد تک عمل کرنے کا خمیازہ یہ بھگتنا پڑا کہ اہل ایتھنز کے غیر ملکی و فوجی معاملات کے انتظام ابتر و ناقص ہو گئے۔ فیلقوس میں تدبیر کا مادہ کافی طور پر موجود تھا مگر تدبر ایک ایسا وصف ہے جو افراد میں پایا جا سکتا ہے مجموں اور ازدحاموں میں اس کا پتا نہیں چل سکتا۔

مجلس ملکی کے اجلاسوں کا کثرت کے ساتھ ہونا بھی ایک بہت بڑا نقص تھا۔ اس کے اجلاس بیشتر ہفتے میں ایک بار بھی نہیں ہوتے تھے۔ اس قسم کے اجلاسوں سے اندرون ملک کے معاملات کا انجام پا جانا تو ممکن ہے مگر فوجی یا بین الاقوامی معاملات کا انجام پانا دشوار ہے کیونکہ ان معاملات میں نہ صرف رازداری کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ جس تیزی سے حالات تغیر پذیر ہوتے ہیں اسی تیزی اور ویسے ہی محل و موقع سے کارروائیوں کے بدلنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ڈیموس تھینیز نے بارہا اس پر زور دیا ہے کہ فیلقوس کو یہ فوقیت حاصل ہے کہ وہ اپنی تجاویز پر اختیار کامل رکھتا ہے اور جب تک وقت نہ آ جائے اس کے اظہار کے لئے وہ مجبور نہیں ہے اور وہ جس وقت چاہے بلا کسی کی صلاح و مشورے کے اس میں ترمیم کر سکتا ہے۔ مجلس ملکی کے غیر معمولی اجلاس بھی منعقد ہو سکتے تھے اور کبھی کبھی ہوتے بھی تھے مگر بظاہر ان کا تعلق انھیں معاملات سے ہوتا تھا جو بڑی ہی خاص اہمیت رکھتے ہوں، یا ناگہانی طور پر پیش آ جائیں۔

ارسطو[1] نے یہ لکھا ہے کہ قرعہ اندازی سے انتخاب کا طریقہ اور عدالتوں کا عوام کے زیر اثر ہونا یہی دو چیزیں قوم کے اقتدار اعلیٰ کے خاص علامات ہیں لیکن حقیقت یہ ہے اول الذکر کا نتیجہ صرف یہ ہوتا تھا کہ قابل افراد کے خدمات کے حاصل کرنے کے مواقع کم ہو جاتے تھے اور اس قسم کی عدالتوں نے سیاسی زندگی میں جو کچھ کیا وہ تو قطعی طور پر مضر ثابت ہو چکا ہے، اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ کسی مدبر پر عدالت میں مقدمہ چلانا بالکل بجا و درست ہے

---

[1] ارسطو۔ سیاسیات باب چہارم ۱۳۰۰ و ۱۳۰۱ وغیرہ۔

اور اس کے لئے کوئی نہ کوئی معین الزام اس پر عائد کرنا ضروری ہے[لہ] مگر جب خاص الزام سے قطع نظر کر کے فیصلہ کا مدار کار اس پر آرہا ہے کہ اس کی حکمت عملی کے غیر ہردلعزیز ہونے یا کسی خاص معاملہ میں اس کے ناکامیاب رہنے کی بنا پر اسے مجرم قرار دیکر سزا دیجائے تو صاف ظاہر ہے کہ ان حالات میں عدالت فوجداری میں کارروائی کرنا بالکل ہی ناموزوں ہے۔ اگر کسی مدبر سے کوئی جرم سرزد ہو تو جس طرح اور لوگوں کو سزا دیجائے اسی طرح اسے بھی سزا دینا چاہئے، لیکن اس وجہ سے کہ اس نے کسی کام کی تجویز کی ہو اور مجلس ملکی نے اسے اپنی ذمہ داری پر قبول کر لیا ہو تو پھر اسی کام میں جب حسب توقع کامیابی نہ ہو تو اس بنا پر مجوز کو کسی بھاری جرمانے یا جلاوطنی یا قتل کی سزا دینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا اور ایسی صورت میں تو یہ حرکت نہایت ہی زبوں ہے کہ جن حالات کے اثر میں جوری نے اس کے خلاف حکم صادر کیا ہو وہ ایک فوری جوش کی کیفیت سے زیادہ نہ ہو اور محض ایسے حالات کا نتیجہ ہو جن کا بدل جانا یقینی ہے اور بعد کو انھیں خود اپنی کارروائی پر افسوس کرنا پڑے۔

چوتھی صدی میں جن مدبروں پر مقدمات چلائے گئے اور ان کو سزائیں دی گئیں ان میں قریب قریب وہ تمام افراد شامل ہیں جنھوں نے کسی قسم کی بھی قابلیت کا اظہار کیا ہو اور جب اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو کہ زمانۂ حال کی طرح ناکامیابی کا نتیجہ زیادہ سے زیادہ یہ نہیں ہو گا کہ وہ عہدے سے برطرف کر دیئے جائیں یا اس امر پہ مجبور ہو جائیں کہ دارالعوام میں ایک جانب سے دوسری جانب چلے جائیں بلکہ اس کا نتیجہ موت، جلاوطنی یا مالی تباہی کی صورت میں ہو گا

[لہ] کارروائی کا سب سے زیادہ عام طریقہ غالباً یہ تھا کہ میعاد عہدہ کے ختم ہونے کے بعد مقدمہ چلایا جائے ختم میعاد پر "بورڈ آف آڈیٹر" (مجلس تنقیح) کو جب سبکدوش ہونے والے عہدہ دار کی کیفیت کارکردگی موصول ہوتی تھی تو وہ یہ دریافت کرتا تھا کہ آیا کوئی شخص اس کے خلاف کوئی الزام لگانا چاہتا ہے۔ اگر کوئی الزام عائد ہوتا تھا تو وہ اس معاملہ کو جوری کے سپرد کر دیتا تھا۔

تو پھر سوائے بہت ہی دلیر و جری اشخاص کے ان کاموں میں کوئی اور شخص ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا اور اس کا نتیجہ اکثر یہی ہوتا رہا ہے کہ مدبر و سپہ سالار اس قسم کے خطروں میں پڑنے سے اجتناب کریں جو ان حالات میں ہر راستباز شخص کو کبھی نہ کبھی پیش آ ہی جاتے ہیں۔

اسی طرح عدالتیں بھی رائے عامہ کے بہترین خیالات کا آئینہ نہیں تھیں بلکہ وہ سرے سے رائے عام کا آئینہ تھی ہی نہیں۔ جوری کی کثرت تعداد کو دیکھ کر اولاً ہمارے ذہن میں خیال پیدا ہوگا کہ ایسا نہ ہوگا مگر جوری کی خدمت انجام دینے میں وقت صرف کرنا پڑتا تھا اور اس سے صرف انہی لوگوں کو دلچسپی ہو سکتی تھی جو اپنا وقت کسی اور مفید طریقے پر صرف نہیں کر سکتے تھے۔ جوری کا روزانہ معاوضہ اب بھی صرف تین ”اوبل“[1] تھا اور یہ رقم ایک معمولی مزدور کی روزانہ اجرت کے نصف سے بھی غالباً کم تھی، پس یہ رقم صرف بڈھوں اور کمزوروں یا غریبوں اور کاہلوں کے لئے موجب ترغیب ہو سکتی تھی۔ جوری جس اخلاق و پایہ کے لوگوں پر مشتمل تھی اس کا کافی اندازہ ان دلائل سے ہو سکتا ہے جو ان کے خطاب کرتے وقت مقتدر و معزز اشخاص کو استعمال کرنا پڑتے تھے۔ (بارہا ان سے یہ کہا جاتا تھا کہ ملزم پر اگر انھوں نے بھاری جرمانہ نہ کیا تو خود جوری کا معاوضہ تک ادا کرنے کے لئے خزانہ میں کافی رقم مہیا نہ ہو سکے گی) حقیقت یہ ہے کہ عدالتوں میں جس انداز سے سیاسی تقریریں ہوتی تھیں ان کا لب و لہجہ (چند خاص مستثنیات کے سوا) ان تقریروں سے پست ہے جو مجلس ملکی میں ہوا کرتی تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ان مقرروں کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑتا تھا جن کو عامیانہ باتوں اور جوشیلے خیالات میں لطف آتا تھا اور مقرر کے طرز ادا کا اثر ان کے اوپر صداقت سے زیادہ پڑتا تھا۔ واقعات میں بلا خوف و خطر غلط بیانی سے کام لیا جا سکتا تھا، اور جوش کو ابھارنے کے لئے ایسے الفاظ استعمال ہوتے تھے جن کی نظیر مجلس ملکی میں نہیں مل سکتی۔ اس موقع پر عام خیالات و حسیات کا اثر سب سے بڑھ کر ہوتا تھا

---

[1] ایک اوبل (Obal) تقریباً ڈیڑھ پنس یا ڈیڑھ آنہ کے برابر ہوتا تھا۔

اور جوری کے دلوں میں برابر یہ خیال پیدا کرنے کی کوشش کیجاتی تھی کہ وہ یہ نہ دیکھیں کہ ملزم پر جو الزام لگایا گیا وہ فی نفسہ صحیح ہے یا نہیں بلکہ یہ دیکھیں کہ اس کے عادات و اطوار میں وہ تمام خرابیاں موجود ہیں یا نہیں جو کسی شخص میں ہونا ممکن ہیں یا کم از کم اس میں اتنی خرابی موجود ہے یا نہیں کہ وہ سزا سے بچ نکلے، خواہ یہ خرابی درحقیقت اتنی ہی ہو کہ وہ ایک ایسی معززانہ روش کا پابند ہے جو اس وقت وضع عام میں متروک ہو چکی ہے، اس کے ساتھ اس امر کا بھی اضافہ کر لینا چاہیے کہ جوری کو قانون کی صرف اسیقدر واقفیت ہوتی تھی جس قدر فریقین کے وکلاء انھیں سمجھا دیتے تھے۔ با ایں ہمہ انھیں نہ صرف نفس واقعہ پر بلکہ قانونی بنا پر بھی فیصلہ کرنا پڑتا تھا اور اس فیصلہ پر کسی قسم کی نظر ثانی نہیں ہوتی تھی۔ جب ان خیالات کو پیش نظر رکھکر دیکھا جائے تو اس طریقہ کی خرابیاں صاف آئینہ ہو جاتی ہیں۔ ان مدبروں پر جو سیاسی زندگی میں مشغول ہوں اس طریقہ کا جو کچھ بھی اثر پڑتا ہو اس سے قطع نظر کر کے خود ان فیصلوں کے بُرے نتائج بالکل صاف ظاہر ہیں۔ ملزم کو حکم موت کے خوف سے یا اس وجہ سے کہ جرمانہ کی رقم کا ادا کرنا اس کے امکان سے باہر ہوتا تھا، اکثر ملک سے باہر بھاگ جانا پڑتا تھا۔ اس قسم کی سیاسی جلاوطنی اہل ایتھنز کی زندگی سیاسی کے لئے ایک پھٹکار تھی۔ اس کی وجہ سے یکے بعد دیگرے وہ قابل ترین اشخاص سیاسی خدمات سے علیحدہ ہو گئے، جن کے چلے جانیکے چند ماہ یا چند سال کے بعد سلطنت کو ان کی از حد ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اگر کوئی موزوں وزارت نہ ہو تو "ملک معظم کے فریق مخالف" کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ایتھنز میں مقدمہ چلانے والوں کی گرم تقریروں اور جوری کے اشتعال انگیز جذبات سے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جن صورتوں میں زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ کوئی شخص عارضی طور پر معاملات کی سربراہی سے ہٹ جاتا ایتھنز کے مدبر مستقلاً ان کاموں سے دست کش ہو جاتے تھے۔

اہل ایتھنز کے طریق جوری کے نقائص کے اثرات صرف عدالتوں ہی تک محدود نہیں تھے بلکہ انھیں اہل جوری میں سے ہر سال مجلس وضع قوانین کا

انتخاب ہوتا تھا جسے یہ اختیار حاصل ہوتا تھا کہ وہ جس قانون کو چاہے بدل دے اور جسے چاہے قائم رکھے۔ مجلس ملکی صرف یہ فیصلہ کرتی تھی کہ قوانین کے ہر ایک مجموعہ میں سے کونسا مجموعہ بحال خود قائم رہے اور کون سے مجموعہ میں سال حال کے اندر تغیرات ہوں۔ اس کے بعد نئے قوانین یا پرانے قوانین کی ترمیمات کے مجوز و مخالف مجلس وضع قوانین کے روبرو حاضر ہوتے تھے اور کارروائی ایک مقدمہ کی صورت میں انجام پاتی تھی، اس کے بعد مجلس وضع قوانین اپنا آخری فیصلہ سناتی تھی، اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وضع قانون کے معاملہ میں قوم کی ذہنی قابلیت عدالت کے کاموں کی بہ نسبت زیادہ موزوں و مناسب طور پر کام میں لائی جاتی تھی۔

اب ہم سلطنت ایتھنز کے مالی انتظامات کا ذکر کرتے ہیں۔ عام اصول یہ تھا کہ صلح کے زمانے میں معمولی اخراجات کا انتظام اس قسم کی سرکاری جائدادوں کی آمدنی سے کیا جائے، جیسے لاریم کی کان کی پیداوار اور سرکاری زمینوں کا لگان وغیرہ تھا۔ اس کے سوا بالواسطہ محصولات تھے جیسے بندرگاہ و بازار کے محصول، نیلام کے ذریعہ سے جو چیزیں بیچی جاتیں ان کا فیصدی محصول اور دوسرے اسی قسم کے محاصل، البتہ بڑی بڑی عام تقریبوں کے خرچ کا ایک حصہ لازمی طور پر متمول اہل شہر پر عائد کیا جاتا تھا اور اس کے انتظام کے فرائض بھی انھیں کو انجام دینا پڑتے تھے ڈایونیسیا کی تقریبوں میں انھیں گانے والوں کے طائفہ کی سرکردگی کی خدمت انجام دینا پڑتی تھی۔ کھیلوں میں انھیں منتظم بننا پڑتا تھا، اور اسی قسم کے بہت سے کام تھے۔ اِن خدمات میں جو اخراجات ہوتے تھے وہ انھیں خود برداشت کرنا پڑتے تھے مگر بالواسطہ محصولوں میں بغیر اس کے اضافہ نہیں ہو سکتا تھا کہ تجارت پر اس سے ناقابل برداشت بار پڑ جائے اور اس لئے جنگ وغیرہ کے مواقع پر جب غیر معمولی اخراجات آ پڑتے تھے تو ان کے لئے سرمایہ پر خاص محصول براہ راست لگایا جاتا تھا اور بیڑے کا تیار رکھنا ایک "لازمی بار" تھا جو باری باری سے دولتمندوں کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔

ہم ابھی دیکھ چکے ہیں کہ ۳۷۸ ؁ میں محصول جنگ کے جمع کرنے کے لئے حلقہ (Symmorios) قائم کرکے کیا انتظام عمل میں آیا تھا۔ بحیثیت مجموعی اس طریقہ کی خوبی اس سے ظاہر ہے کہ جب اینڈروشن اور ٹماگریٹس اور دوسرے اشخاص بقایا وصول کرنے کے لئے مقرر ہوئے تو تین سو ٹیلنٹ کے مطالبہ میں سے صرف چودہ ٹیلنٹ بقایا میں رہے تھے[1]۔ علاوہ ازیں محصول جنگ لازمی طور پر موجب بار بھی نہیں تھا، اگرچہ ایسا ہونا ممکن تھا۔ ڈیموس تھینیز کے معاملہ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ دس برس کے زمانے میں جبتک کہ وہ تولیت کے تحت میں رہا اس کی جائداد کی مشخصہ مالیت پر یہ محصول ایک فیصدی سالانہ سے زیادہ نہیں تھا، مگر اصولاً یہ ایک غیر معمولی محصول تھا کوئی ایسا محصول قائم نہ تھا جو فوجی اغراض میں کام آسکے اور نہ اتفاقات میں صرف کرنے کے لئے باقاعدہ طور پر پس انداز کرکے کچھ جمع کیا جاتا تھا۔ ایوبیولس سے جہاں تک ہوسکتا تھا وہ محصول جنگ کے عائد کرنے سے بچتا رہتا تھا (اس کے وجوہات بعد کو بیان ہوں گے) مگر نتیجہ یہ تھا کہ سپہ سالاروں کے پاس رقم بہت ناکافی رہتی تھی، اور اس کے وصول کے لئے بیقاعدہ طریقے اختیار کرنا پڑتے تھے۔ اس امر کے فیصلے کے لئے صاف شہادت موجود نہیں ہے کہ ایتھنز کی دوسری مشترکیت میں جو حلیف شریک ہوئے، ان کے اداکردہ رقوم کہاں تک ایتھنز کے تحت تصرف میں تھے۔ غالباً یہ ہوتا تھا کہ ان رقوم کو کسی غرض میں شریک کرنے کے قبل حلیفوں کی مجلس اور ایتھنز کی مجلس عامہ دونوں کی قطعی منظوری لینا پڑتی تھی اگرچہ ۳۴۱ ؁ میں ڈیموس تھینیز نے علانیہ طور پر یہ خیال ظاہر کیا کہ کرسونیس میں ایتھنز کی فوقیت قائم رکھنے کے لئے اس کا صرف میں لانا ممکن ہے مگر "جنگ معاشری" نے اس رقم کو بہت گھٹا دیا تھا۔ اس جنگ کے قبل

---

[1] ڈیموس تھینیز دربارہ اینڈروشن دفعہ ۴۴ - اس کمیشن کے تقرر کی قطعی تاریخ اور اس کے صحیح حالات پر بہت بحث ہو چکی ہے مگر یہ تعداد صاف نہیں ہے۔

اس کی مقدار ساڑھے تین سو سالانہ تک پہنچی تھی اس کے بعد یہ مقدار گھٹکر دفعۃً نوّے تک پہنچ گئی، اور ۳۲۶؁ میں ساٹھ ٹیلنٹ سے زیادہ نہ رہی۔

”ناخدائی“ کا طریقہ جس کے تحت میں بیڑے کی تیاری اور اس کا انتظام ہوتا تھا اس میں بھی بہت سخت خرابیاں موجود تھیں۔ سابق زمانہ میں متمول شہریوں سے فرداً فرداً یہ کہا جاتا تھا کہ وہ ایک کشتی تیار کریں اور اس سے اپنی نگرانی میں کام لیں، مگر جنگ پلوپونس کے اختتام کے قریب متمول شہریوں کی دولت بہت کچھ گھٹ گئی تھی اور یہ ضروری معلوم ہوا کہ ایک کشتی کی تیاری میں دو اہل شہر شریک کئے جائیں، اور وہ باری باری اس کی کمان کریں۔ جو شخص یہ سمجھتا تھا کہ اس پر غیر واجبی بار ڈالا گیا ہے وہ جس شخص کو اس کام کے لئے اپنے سے بہتر سمجھتا تھا اس کے مقابلہ میں یہ دعویٰ کر سکتا تھا یا تو وہ کشتی تیار کرے یا اپنی جائداد کو اس کی جائداد سے بدل لے (افوبس اور اس کے دوستوں نے ڈیموس تھینیز کو نقصان پہنچانے کے لئے اس حق کو کس بری طرح استعمال کیا ہم ابھی ابھی دیکھ چکے ہیں) اس طریقے سے پہلا بڑا نقصان تو یہ تھا کہ اس میں تاخیر بہت زیادہ ہوتی تھی۔ مجلس ملکی کو نہ صرف یہ فیصلہ کرنا پڑتا تھا کہ کشتیوں کی تعداد کیا ہو اور شہری اور غیر ملک کے سکونت پذیر اشخاص اور اجیر کس نسبت سے کام میں لگائے جائیں (یہ ایک ایسا معاملہ تھا جس کے متعلق فیصلہ کے قبل بار بار رائیں بدلتی تھیں) بلکہ ہر ایک جائداد کے تبادلہ کے لئے وقت دینا پڑتا تھا اور جو لوگ فی الفور سامان نہیں کر سکتے تھے انھیں خدمت لازمہ کی انجام دہی کے لئے موقع دینا ہوتا تھا۔ ملاحوں اور کشتی کے عملہ کے مہیا کرنے میں بھی بہت بڑی دقت اُٹھانا پڑتی تھی۔ جن لوگوں کے نام سرکاری فہرستوں میں درج ہوتے تھے ان میں سے اکثر ناقابل ہوتے تھے اور جن مالکان کشتی کو مفاد عامہ کا خیال ہوتا تھا وہ بیشتر اوقات کرایہ پر دوسروں کو رکھنا قابل ترجیح سمجھتے تھے۔ دونوں صورتوں میں کشتی کے کپتان اور ملاحوں کا معاملہ شخصی حیثیت کا ہوتا تھا اور ملاحوں کو اگر موقع ملتا تھا تو وہ کام چھوڑ کر بھاگ بھی جاتے تھے، خاص کر اس صورت میں کہ انھیں وقت پر معاوضہ نہ ملے یا بدلی کے کچھ اور اسباب پیدا ہو جائیں۔ ماسوا اس کے جو مالکان کشتی خدمت پر

آمادہ نہ ہوتے تھے وہ بہت لیت ولعل سے کام لیتے تھے اگرچہ یہ لیت ولعل ایک حد خاص پر پہنچکر قابل مواخذہ قرار پاجاتا تھا مگر اس سے بہر نوع تاخیر وتعویق تو پیدا ہوجاتی تھی۔ یہ صورتیں بھی کچھ کم پیش نہیں آتی تھیں کہ مالک کشتی اپنے فرائض کسی ٹھیکہ دار کو سپرد کردیتا تھا جو نسبتاً کم خرچ میں کشتی تیار کردیتا اور اس کی کمان کرتا تھا مگر اس کسر کو لوٹ مار سے پورا کر لیتا تھا۔ دوست دشمن کی کوئی تفریق نہیں ہوتی تھی[1] بعض وقت مالی مشکلات اور دوسری دقتیں اس قدر بڑھجاتی تھیں کہ سلطنت کو مجبور ہو کر محب وطن اشخاص سے یہ درخواست کرنا پڑتی تھی کہ وہ رضاکارانہ طور پر کشتیوں کی کمان قبول کریں۔ چنانچہ سنہ ۳۵۸-۵۷ میں یہی صورت پیش آئی اس وقت کے رضاکاروں میں ایک رضاکار ڈیموس تھینیز بھی تھا اور فلینس کے ساتھ کشتی تیار کرنے میں شریک ہو کر ایوبیا کی مہم میں خدمات انجام دی تھیں۔

اس سال میں "جنگ معاشری" کی وجہ سے مالی حالت بہت ہی نازک ہوگئی تو پرینڈر کے تجویز کردہ قانون کے بموجب تیاری کشتی کا طریقہ اسی اصول پر قائم کردیا گیا جو جنگی محصول کے جمع کرنے کے لئے تھا۔ بیس بورڈ یا حلقے (جسے سمموری کہتے تھے) اس غرض سے قائم کئے گئے کہ کشتیوں کی تیاری کے لئے جو ضروری رقم درکار ہو اسے مہیا کریں ہر (بورڈ) حلقے میں ساٹھ آدمی تھے اور اس لئے ایسے لوگوں کی تعداد جن پر کشتی کا مہیا کرنا واجب تھا بارہ سو ہوتی تھی۔ ہر حلقے کے انتظام کا مدار کار اس (بورڈ) حلقے کے زیادہ متمول ارکان پر تھا مگر وہ اپنے اس اختیار سے صرف یہ کام لیتے تھے کہ خود اپنے حصہ کی پوری رقم نہ ادا کریں۔ تمام ارکان کو بلا لحاظ ان کی جائداد کے مساوی رقم دینا پڑتی تھی اور اس طرح کم مایہ ارکان پر نسبتاً زیادہ بار پڑجاتا تھا۔

---

[1] یہ مباحث "مالکان جہاز کی حکومت" سے متعلق تقریریں اور نیز ان تقریروں میں جو پالیکلس، ایورگس اور نیسیبولس کے خلاف ہیں (اور غلطی سے ڈیموس تھینیز کی طرف منسوب ہوگئی ہیں) اچھی طرح واضح ہو چکے ہیں۔

اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ جنگی محصول کے مانند اس (بورڈ) حلقے میں دولتمند ارکان پیشگی رقم دیدیتے ہوں ٹھیکہ کے ذریعہ سے کشتیوں کے مہیا کرنے کا طریقہ اب بھی عام طور پر رائج تھا - اس میں صرف معاملت کا پورا کرنا مدنظر ہوتا تھا، شخصی دلچسپی یا حب الوطنی کو چنداں دخل نہیں ہوتا تھا، اس میں شک نہیں کہ یہ ایک بدقسمتی تھی اور اس کمیٹی کے طریق سے کام کی عمدگی اور جوش وانہماک میں بالعموم کمی واقع ہوگئی تھی لیکن بروقت اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جس امر کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اس کا انتظام ہوگیا یعنے بیڑے کے لئے جس قسم کی ضرورت تھی وہ باسلوب مناسب مہیا ہوگئی -

اتھینز کے مالی طریق کا شاید سب سے بدترین جزو "رقوم خیراتی" کا اس غرض سے شہریوں میں تقسیم کردینا تھا کہ وہ تقریبات عام[1] کا لطف اٹھاسکیں۔ سلطنت کے عام محاصل میں اس "خیراتی سرمایہ" کو کیا درجہ حاصل تھا، یہ مسئلہ بہت متنازعہ فیہ رہچکا ہے مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہر سال کے شروع میں مجلس ملکی سے ایک موازنہ منظور ہوا کرتا تھا جس میں خاص خاص اغراض اور مخصوص سرمایوں کے لئے ہر ایک کے حسب ضرورت رقم معین کردی جاتی تھی اور جو رقم بچت میں رہتی تھی اور کسی خاص مد سے مخصوص نہیں ہوتی تھی وہ ایام جنگ میں فوجی مد میں داخل کردی جاتی تھی، اور دوران امن میں "خیراتی سرمایہ" میں منتقل ہوجاتی تھی، اور اسی مد سے شہریوں میں تقسیم ہوا کرتی تھی - بظاہر اس تقسیم کو انتہائی جمہوریت پسند مدبر اگربیس نے چوتھی صدی کے اوائل میں رواج دیا تھا، اور تفصیلی وجزوی حیثیت سے نہیں مگر اصولی حیثیت سے یہ ان تقسیموں کی تجدید تھی جو سابقہ صدی میں ہوئی تھیں اور ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا کہ جب ڈیموس تھینیز نے معاملات عامہ میں قدم رکھا ہے اس وقت ایک خاص قانون یہ منظور ہوا تھا کہ جو رقمیں تقسیم ہوتی ہیں ان کی مقدار بڑھا دیجائے

---

[1] مازکی نے یہ ظاہر کیا ہے کہ "خیراتی رقم" کی تقسیم کی ابتدا غالباً پریکلس نے کی تھی اور یہ تقسیم اس امداد سے بالکل جداگانہ تھی جو رفع تکالیف غربا کے لئے کلیوفن نے قائم کی تھی -

(شاید) موازنہ میں ایک مختصر سی رقم جنگی اغراض کے لئے رکھکر باقی تمام بجٹ کو جنگی سرمایہ کے بجائے "خیراتی سرمایہ" میں شامل کردیا جاتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس تقسیم میں ایک گونہ مذہبی رنگ بھی شامل تھا۔ تمام تقریبیں دیوتاؤں کے اعزاز میں ہوتی تھیں اور کم ازکم یہ احساس ضرور موجود تھا کہ ان تقریبات کے جوش دل کے ساتھ بجالانے سے بھلائی کی توقع ہے[2]۔ اس تقسیم کے حق میں تقدس و پرہیزگاری پر کتنا ہی زور کیوں نہ دیا جائے مگر اس میں شک کرنا مشکل ہے کہ اس کے قبول عام کی بنا نیکوکاری سے زیادہ عیش وعشرت پر تھی اور قانون جس سختی کے ساتھ اس پر عمل کرتا تھا وہ سلطنت کے لئے نہایت ہی مضرت رساں تھا۔ اس وقت ہم صرف ایک مثال اس امر کی دیتے ہیں کہ ایتھنز کے جمہوریت پسند باشندے وقتی مسرت کو سبب سے مقدم جگہ سے ہٹاکر دوسرے درجہ پر رکھنے کو کس قدر ناگوار سمجھتے تھے۔ سنہ ۳۵۸ میں پہلی مرتبہ "خیراتی سرمایہ" کے نگرانوں کا ایک بورڈ قائم ہوا جس میں دس رکن تھے اور ان کے عہدے کی میعاد چار برس کی مقرر ہوی اور اس کے بعد وہ پھر دوبارہ منتخب نہیں ہوسکتے تھے۔ یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ معاملات مالی کا کوئی ماہر اس بورڈ کا رکن منتخب ہوجائے اس کے طریق عمل کو اپنے قبضہ میں کرلے اور اپنے عہدے سے الگ ہونے کے بعد بھی اپنے کسی دوست و ہمدرد کے انتخاب کے ذریعہ سے اس پر قابو رکھ سکے۔ چنانچہ ایوبیولس سنہ ۳۵۴ سے سنہ ۳۵۰ تک اس خیراتی کمیشن کا رکن رہا اور اس کے بعد سنہ ۳۵۰ سے سنہ ۳۴۶ تک ۳۳۹ اس کا معاون افوبیلس (اسکنیز کا بھائی) بورڈ کا رکن رہا۔ اسکنیز کہتا ہے کہ اس بورڈ کے

---

[1] باب چہارم صفحہ ۱۲۷ دیکھا جائے۔

[2] یہ احساس زیادہ گہرا نہیں تھا اور تقریبات کے لحاظ سے مذہبی احساس سے خفیف اثر کو انیگزمینس نے "فن تقریر" میں اچھی طرح واضح کردیا ہے۔

[3] دوسرے اشخاص جو اس کمیشن کے رکن تھے ان میں ڈیوفینٹس (اسفٹس) سنہ ۳۵۸ سے سنہ ۳۵۴ تک ہبیعوڈلس سنہ ۳۴۶ سے سنہ ۳۴۲ تک ڈیموس تھینیز سنہ ۳۳۹ سے سنہ ۳۳۴ تک اسکے رکن تھے۔

ارکان نے اس اعتماد کی وجہ سے جو قوم کو ایو بیولس کی ذات پر تھا، سلطنت کے تمام اہم مالی عہدوں[1] کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا اور عملی طور پر تمام نظم و نسق پر وہی لوگ حاوی تھے۔ جنگ کر دینا سے تقریباً ایک برس قبل تک یہ نہ ہو سکا کہ ڈیموس تھینیز اس خیراتی سرمایہ کو جنگی اغراض میں صرف کرنے میں کامیاب ہو جاتا اور خیراتی بورڈ کے برابر قائم رہنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ تقسیم پھر جاری ہو گئی تھی۔ جنگ کے تھوڑے ہی زمانہ بعد "فوجی سرمایہ" کا ایک علیحدہ خازن مقرر ہو گیا جس کا تقرر چار برس کے لئے ہوا کرتا تھا۔ اسکے ساتھ ہی اس امر کا بھی اضافہ کر لینا چاہیئے کہ خاص خاص ضروریات کا سرانجام یوں بھی ہوا کرتا تھا کہ مخصوص اشخاص یا چند اشخاص کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو خاص کمیشن دیا جائے (یعنے وہ بالتخصیص اس کام پر مامور ہو کر اس کے ذمہ دار بنا دیے جائیں) چنانچہ ہم "دیواروں کا کمیشن" "سنگ گاہ کا کمیشن" اور "بیڑے کا کمیشن" کا ذکر سنتے ہیں۔ درآمد غلہ کے نگراں اور اسی قسم کے اور دوسرے خاص خاص عہدہ دار مامور ہوا کرتے تھے (غلہ کی نگرانی کا عہدہ سنہ ۳۵۷–۶ میں کیلیس تھنس کے پاس اور سنہ ۳۳۸–۷ میں ڈیموس تھینز کے پاس رہا)۔

آخر میں ہمیں فوجی معاملات کی کارروائی پر غور کرنا ہے دو امر جو سب سے اہم ہیں وہ یہ ہیں کہ سپہ سالار دوسرے عہدہ داروں کے بہ نسبت زیادہ آزاد ہوتے تھے اور اجیر سپاہیوں سے کام لیا جاتا تھا اور تقریباً ہر فوج میں انھیں کا زیادہ حصہ ہوتا تھا۔ اس عہد کے بڑے بڑے سپہ سالاروں کی وفاداری میں اگرچہ شک کی کوئی وجہ نہیں ہے مگر وہ اس درجہ دل سے شہر کے ہوا خواہ نہیں تھے جیسے پانچویں صدی کے سپہ سالار ہو گزرے ہیں یا یوں کہنا چاہیئے کہ یہ سپہ سالار جو جنگ کی نگرانی کے ذمہ دار تھے اور نسبتہً زیادہ آزاد تھے ان میں اور ان کے ان برائے نام شرکائے کار میں جن کو

---

[1] انھیں عہدوں میں ایک عہدہ (Apodectae) کا تھا اس کے پاس تمام آمدنی جمع ہوتی تھی ایک عہدہ مالی سکریٹری (ناظر مالیات) کا تھا جس کا کام یہ تھا کہ سلطنت کے تمام مالی مدات کی حالت سے قوم کو مطلع کرے۔ اسکینز کہتا ہے کہ معاملات کی یہ حالت ہیگمیان کے قانون کے نافذ ہونے تک یعنے (سنہ ۳۳۶ کے بعد تک) قائم رہی۔

خود ملک کے اندر جنگ کے لئے سامان مہیا کرنا پڑتا اور وہ مختلف خدمات انجام دینا ہوتیں جنہیں فوجی رنگ سے زیادہ ملکی رنگ غالب ہوتا تھا ان دونوں میں ایک طرح کا فرق پیدا ہو گیا تھا۔ بالعموم جنگی سپہ سالار ایتھنز میں کمتر آتے تھے۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ ان کو واپس طلب کر لیا جائے اور سلطنت کے اور عہدہ داروں کی طرح ان پر بھی مقدمہ چلایا جائے اور اہل ایتھنز نے اپنے بہت سے قابل ترین سپہ سالاروں سے اسی طرح سے اپنا پیچھا چھڑایا مگر سپہ سالار زیادہ تر اپنے سپاہیوں ہی سے قریبی تعلق رکھتے تھے اور ایتھنز میں ان کے خدمات کی ضرورت نہیں ہوتی تھی تو یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ دوسرے آقاؤں کے تحت میں ان کے لئے کام نکل آئے اور ان کو ایسی تنخواہیں ملجائیں جن کے وہ متوقع ہوں[1]۔ اب پیشہ ور فوجوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا جس میں کم و بیش اجیر سپاہیوں کے رسالوں کا نظم و نسق قائم ہو گیا تھا اور ہر گروہ کا ایک سپہ سالار یا سردار ہوتا تھا۔ ملکی زندگی سے سپاہیوں کا تعلق یوماً فیوماً کم ہوتا جاتا تھا۔ ہم ایسے لوگوں کا ذکر سنتے ہیں کہ جب ان کے پاس کام نہیں ہوتا تھا تو وہ ایتھنز سے باہر رہا کرتے تھے۔ افکریٹس کیبریاس جیرس وغیرہ اس قسم کے لوگوں میں سے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ سپہ سالار جن کی خدمات سے بھی مفر نہیں تھا اور جن کی آزادی بھی روکی نہیں جا سکتی تھی، انھیں سلطنت جمہوریہ اکثر ایک گونہ بے اعتمادی کی نظر سے دیکھتی تھی مگر اس کے ساتھ ہی چونکہ ان کے بغیر کام بھی نہیں چل سکتا تھا اس وجہ سے ان کی خوشامد و ثنا و صفت بھی ایسی ہوتی تھی اور ان کو امتیازات بھی اس طرح سے عطا کئے جاتے تھے جنھیں ڈیموس تھینیز ایک طاقتور خوددار قوم کے رتبہ کے منافی سمجھتا تھا۔ بہت سے اسباب ایسے جمع ہو گئے تھے جن کی وجہ سے یہ تغیر پیش آیا کہ اہل ایتھنز کی فوج کا بیشتر حصہ عام طور پر اجیر سپاہیوں سے مرکب ہو گیا۔ پہلی وجہ تو یہ تھی کہ ایتھنز کے باشندے جسمانی خدمت کے لئے بہت کم آمادہ ہوتے تھے۔ ایک حد تک یہ باعث بھی تھا کہ بہترین تعلیم یافتہ اور اعلیٰ ترین

---

[1] تعلیق ۴۔

فلسفیانہ طبیعت کے اشخاص فوجی خدمت اور شہنشاہی مقاصد کو کسی قدر حقیر سمجھتے تھے۔ بڑے بڑے علما کا ان خیالات کو افراد کی زندگی کے نیک مقاصد میں قطعی طور پر نہ شامل کرنا بے نتیجہ نہیں رہ سکتا تھا، مگر بہت بڑی وجہ یہ تھی کہ اہل ایتھنز یوماً فیوماً کاروبار میں زیادہ منہمک ہوتے جاتے تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر وہ فوجی خدمت کے باعث زیادہ زمانہ تک مسلسل غیر حاضر رہیں گے تو ان کا کاروبار تباہ ہو جائے گا، اور جب لڑائیوں کا زمانہ طویل ہو گیا اور فوجی کارروائیاں صرف گرمی کے چند مہینوں تک محدود نہ رہیں تو ان کے اس اکراہ میں بالطبع زیادتی ہو گئی۔

دوسری بنا یہ تھی کہ خود جنگ کے فن میں زیادہ مشق و مہارت کی ضرورت پیدا ہو گئی تھی، اور اب قریب قریب یہ امر لابد ہو گیا تھا کہ سپاہیوں کو ایک فن کی حیثیت سے جنگ کی تعلیم دی جائے۔ نئے آلات اور جدید منضبط رسالوں سے کام لیا جانے لگا تھا اور فوج کے ہر ایک ہتھیار کے استعمال کے لئے مشق و مہارت کی ضرورت تھی۔ جنگ کے جو طریقے پرانے زمانے سے چلے آ رہے تھے اب ان کے بجائے زیادہ گہری چالیں اختیار کی جانے لگی تھیں اور ایتھنز کے باشندے اگر زیادہ تعداد میں فوج کی خدمت کرنا بھی چاہتے تو بھی وہ ان تمام لوازم کو پورا نہیں کر سکتے تھے۔

تیسری وجہ یہ تھی کہ ایسے آدمی بہت کثرت سے موجود تھے جو اجیر سپاہیوں کی خدمت انجام دینے کے لئے آمادہ رہتے تھے۔ پہلے زمانے میں ضرورت سے زائد آبادی ترک وطن کر کے جدید نو آبادیاں بساتی تھی مگر نو آبادی کے لئے جتنے مواقع مناسب تھے وہ سب پُر ہو چکے تھے، اور آبادی بدستور بڑھتی جاتی تھی۔ ادھر یونان کے بیشتر حصوں میں غلہ کی پیداوار بڑھنے کے بجائے گھٹتی جاتی تھی۔ اس کا دباؤ بالتخصیص زراعتی طبقے پر زیادہ پڑ رہا تھا کیونکہ ان کے غلہ کی مقدار ان کی تعداد کو کفایت نہیں کرتی تھی اور بیرون ملک سے جو غلہ آتا تھا اس سے با آسانی مدد نہیں ملتی تھی کیونکہ وہ غلہ زیادہ تر شہروں میں کھپ جاتا تھا۔ موجودہ زمانے میں اگر یہ صورت پیش آئے تو غالباً اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک بہت بڑی تعداد

روزگار کی تلاش میں شہروں میں آرہے گی۔ ایک حد تک[1] یونان میں بھی یہ ہوا ہوگا اور اس نقل مقام سے بیکار مفلسوں کی تعداد بڑھ گئی ہوگی مگر شہروں میں کام کرنے والوں کی ضرورت کم تھی، کیونکہ غلاموں سے کام لینے کا باقاعدہ طریقہ رائج تھا اور کام اگر ہوتا بھی تو بھی غلاموں کی موجودگی سے شہر و دیہات دونوں جگہ آزاد مزدوروں کی اجرت کا کم ہونا لازمی تھا۔ اس لئے اس میں زیادہ نفع اور زیادہ دلچسپی تھی کہ اجیر سپاہیوں کے کسی قاید کے تحت میں ملازمت حاصل کرلیجائے اور جو سلطنت سب سے زیادہ معاوضہ دے اس کی طرف سے جنگ کیجائے اور ایسی لڑائیوں میں شرکت کیجائے، جنمیں لوٹ مار کا زیادہ موقع حاصل ہو لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ طویل لڑائیوں، سیاسی جلاوطنیوں اور انقلابات کی وجہ سے (جو ہمیشہ ایک نہ ایک سلطنت میں واقع ہوتے رہتے تھے) ملک بے خانماں آدمیوں سے بھر گیا تھا، جو معاوضہ اور لوٹ مار کی توقع سے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالنے کے لئے آمادہ رہتے تھے لیکن اگرچہ آمادہ کار اجیر سپاہیوں کی موجودگی اور سلطنتوں کے ان سے کام لینے کے وجوہ بآسانی بیان ہو سکتے ہیں مگر اس طریقے کے نتائج کسی طرح تباہی سے خالی نہ تھے۔ ایتھنز کے سپہ سالار اگرچہ بالعموم اپنے مالکوں کے وفادار ہوتے تھے لیکن ایک حد تک وہ اپنے سپاہیوں کے ہاتھ میں ہوتے تھے کیونکہ ان سپاہیوں کی وفاداری کا کچھ بھروسا نہیں ہوتا تھا اور بعض وقت ایسا بھی ہوتا تھا کہ جس طرح سپاہیوں کو اس کی پروا نہ تھی کہ وہ کس کی طرف سے لڑ رہے ہیں اسی طرح سپہ سالار بھی اس خیال سے معرا ہوتے تھے (جیسا کہ کیریڈیمس کے واقعہ میں ہوا) اگرچہ اس زمانے میں ہم کو ان اجیر فوجوں کی غداری

---

[1] مسٹر اے۔ ای زمرن نے "شوشیو لاجیکل ریویو" جلد دوم نمبر ۱ و ۲ (سنہ ۱۹۰۹) میں اس خیال کی تردید کی ہے مگر ان کی بے انتہا دلچسپ بحث کے باوجود میرا یہ خیال نہیں ہے کہ انھوں نے جو واقعات دلیلاً پیش کئے ہیں ان سے ان کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جاتا ہے تاہم اس تمام معاملہ پر شہادت کی اور زیادہ مکمل چھان بین ضروری ہے۔

یا بزدلی کی کوئی نمایاں مثال نہ مل سکے مگر ڈیموس تھینیز وغیرہ کے اکثر بیانات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کی فوجوں سے وہ امیدیں وابستہ نہیں ہو سکتی تھیں جو خود اہل شہر کی فوجوں سے ہوتیں جن کے ذاتی مفاد معرض خطر میں ہوتے تھے۔ رسکن ایک قابل قدر جملہ میں اس امر پر زور دیتا ہے کہ سپاہی کا کام مارنا نہیں بلکہ خود مرجانا ہے لیکن اجیر سپاہی غالباً اس کے برعکس خیال رکھتے ہوں گے۔ علاوہ ازیں اجیر سپاہی کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ وہ یا جنگ میں مشغول رہے یا لوٹ مار کرتا رہے۔ اس کے لئے بیکار رہنا فاقہ کشی کے مرادف تھا پس اجیر سپاہیوں کے غول جو یونان میں ہر طرف گھومتے پھرتے تھے وہ سب کے لئے ایک بلائے بے درماں تھے اور جب ایتھنز یا کوئی اور سلطنت انھیں نوکر رکھ لیتی اور وقت پر ان کی تنخواہ نہ ادا کرتی تو وہ بطور خود اپنا معاوضہ وصول کر لیتے تھے اور اس میں دوست دشمن کی کوئی تفریق نہ ہوتی تھی۔ ڈیموس تھینیز کہتا ہے کہ ایتھنز کے حلیفوں پر ان فوجوں کا سخت خوف طاری رہتا تھا جو ایتھنز ان کے پاس بھیجتا تھا اور خود ایتھنز کے مدبر ہمیشہ اس ترغیب و تحریص کے روکنے میں کامیاب نہیں ہوتے تھے کہ محصول عائد کرنے سے بچنے کے لئے سپہ سالاروں اور فوجوں کو اجازت دیدیں کہ وہ خود اپنا معاوضہ وصول کرلیں خواہ اس میں وہ ایتھنز کے حلیفوں کے شہروں اور ان کے جہازوں ہی کو کیوں نہ لوٹ لیں۔

چوتھی صدی کے وسط میں ایتھنز کی زندگی عامہ کی جو حالت و کیفیت تھی اس کے خاص خاص اصناف پر اب ہم ایک سرسری نظر ڈال چکے ہیں اور اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ فیلقوس (شاہ مقدونیہ) سے جو کشمکش پیش آنے والی تھی اس کے لئے ایتھنز کی سلطنت بالکل ہی تیار نہ تھی۔ اعیانی حکومت کے بدتر عناصر کے ساتھ اس کے بہتر عناصر بھی غارت کر دیے گئے تھے یہ بات قیاس میں آتی ہے کہ اگر سلطنت جمہوریہ میں حکومت کے کاموں میں عام قوم کا حصہ اسی حد تک محدود رہتا کہ وہ دانشمندی کے ساتھ ذمہ دار سرگروہوں کا انتخاب اور زیر بحث مسائل میں اہم امور کا تعین کر دیتے اور اس کے آگے جزوی و عملی نظم و نسق کا کام (ضروری احتیاط کو مد نظر رکھکر) ماہرین کے ہاتھوں میں

دیدیتے تو غالباً انھیں کامیابی ہو جاتی۔ کامیابی کی وجہ صرف یہی نہیں ہوتی کہ ایتھنز نے جو کچھ کیا وہ زیادہ منضبط و منتظم طریقے سے انجام پاتا بلکہ یہ وجہ بھی ہوتی کہ ماہر مدبرین و سفرا تمام طاقتوں کو اس خوبی سے متحد کر لیتے کہ کسی مجلس ملکی سے یہ کام کبھی انجام نہ پا سکتا تھا، لیکن ایتھنز کی سلطنت جمہوری سے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے سرگروہوں پر اتنا اعتبار کرے کہ فوجی و بین الاقوامی معاملات کے سرانجام دینے میں انھیں بقدر ضرورت آزادی دیدے اور اس کی ناکامی کی بڑی وجہ یہی تھی کہ لائق و قابل آدمیوں سے اسے گہری رقابت تھی۔ اگر یہ رقابت مانع نہوتی تو ممکن تھا کہ سلطنت کے بہت سے صیغوں میں اصلاح ہو جاتی جس سے کام میں عمدگی و کامیابی پیدا ہو جاتی۔ جن اصطلاحات کی ضرورت تھی ان سے منجملہ اور لوگوں کے ڈیموس تھینیز بھی پوری طرح آگاہ معلوم ہوتا ہے مگر ڈیموس تھینیز کو آزادانہ کام کرنے کا موقع اس وقت تک نہیں ملا جبتک کہ کام از دست رفتہ نہیں ہو گیا۔

اس امر کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ اہل ایتھنز کی یہ رقابت بے بنیاد نہیں تھی۔ اہل یونان کی یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ ان میں کسی شخص کو وسیع یا غیر ذمہ دارانہ اختیار کا حاصل ہو جانا اخلاق کے لئے غیر معمولی طور پر مضر و مہلک ثابت ہوتا تھا یہ مطلق العنان بادشاہوں اور خود غرض اعیانی سلطنتوں نے یہ سبق پڑھا دیا تھا کہ اختیار اور نہایت ہی وحشیانہ قسم کی خود غرضی کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے، اور تاریخ یونان میں جو چند دانشمند و نیک خواہ صاحب قانون ہو گزرے تھے ان کی مثالیں اس امر کے لئے کافی نہیں تھیں کہ اس سبق کو بھلا دیا جائے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کی سلطنت جمہوریہ نے یہ نہ سمجھا کہ جمہوریت کے نفاذ کے لئے ایک شرط لازمی ہے جس کے بغیر غالباً کوئی جمہوری سلطنت بھی قابل و مستعد دشمنوں کے مقابلہ میں قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ شرط یہ تھی کہ صاف طور پر یہ اعتراف کر لیا جاتا کہ جن لوگوں میں غور و فکر کی قوت، پیش بینی، تجویزوں کے مکمل کرنے اور فوجوں کے لڑانے کی مہارت ہے ان کا ایک طبقۂ خاص، حکومت میں داخل ہونا چاہئے۔

دوسری نظر سے بھی دیکھا جائے تو بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ امن کے زمانے میں عام بحث و مباحثہ کے ذریعہ سے حکومت کرنے کا امکان قرین قیاس ہو سکتا ہے لیکن جنگ کے وقت میں جب لوگ تہذیب و تمدن کو برطرف کر کے ابتدائی طرز کے اعمال و افعال کی طرف پلٹ پڑتے ہیں تو پھر کامیابی کے لئے اسی قدیمی انداز کی حکومت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر سلطنت کی قوت کو مجتمع رکھنے اور اس کے کاموں کو زور و قوت کے ساتھ چلانے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ ایک حد تک مطلق العنانی سے کام لیا جائے خواہ یہ مطلق العنانی اسی قسم کی ہو کہ بہترین و قابل ترین اشخاص کی حکومت مطلق کو برضا و رغبت قبول کر لیا جائے۔ اس کے بغیر ناکامی کا ہونا تقریباً قطعی و لازمی ہے چوتھی صدی کے پر تخیل لکھنے والوں میں بیشتر اشخاص نے بادشاہی کی جانبداری میں قوی میلان کا اظہار کیا ہے۔ اس سے ایک بڑی حد تک ان کے صحت احساس کا پتہ چلتا ہے۔ اسا کریٹس اغراض امن کے لئے یہ چاہتا تھا کہ ایتھنز کے عاقل ترین اشخاص کی ایک اعیانی حکومت قائم ہو جائے جو عوام کی منتخب کردہ ہو مگر جب وہ جنگ کی بحث کرتا ہے تو پھر اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ کسی ایک بلند پایہ شخص کی مطلق العنان حکومت ہونا چاہیئے یہ شخص جلیسن ہو ڈائونسس ہو یا خود فیلقوس ہی کیوں نہ ہو لیکن چوتھی صدی میں یہ صرف خیال آرائوں کی ناقابل عمل بلند پروازیاں تھیں۔ ایتھنز کی طرف سے جو لوگ جنگ و سیاسیات کے میدان میں جولانیاں دکھا رہے تھے ان میں سے اکثر و بیشتر ان خیالات سے بہت دور تھے اور اسی وجہ سے انھیں اس میدان میں نیچا دیکھنا پڑا۔

تعلیقات باب سوم

(۱) اگر ہیس (صفحہ ۴۴) نے حاضری مجلس کا معاوضہ تین اوبل مقرر کر دیا تھا۔ عام طور پر یہ یقین کیا جاتا ہے کہ چوتھی صدی کے وسط میں اس کی مقدار ایک درہم

(۱۶ اوبل) تک بڑھادی گئی تھی تاکہ یہ معاوضہ مزدوری کی زیادتی اور روپیہ کی قیمت کی کمی کی تلافی کرسکے، مگر برنیڈیس اور سنڈوال اس کے منکر ہیں۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنڈوال مجلس ملکی میں عوام الناس کے غلبہ کو گھٹانا چاہتا ہے۔

(۲) اس بحث پر بالخصوص باسولر کی تصنیف "ایٹکا کی حیات بلدیہ" دیکھنا چاہیئے۔ سنڈوال کا خیال یہ ہے کہ مقامی و ملکی معاملات میں صرف وہی لوگ زیادہ دخل دیتے تھے جو غریب ترین طبقہ سے ایک درجہ بلند تھے (صفحہ ۱۵۱ دیکھنا چاہیئے) اگر ایسا ہے تو بھی مقامی سیاسیات میں دخل پانے سے ایک بہت بڑی تعداد کو مجلس ملکی کی رکنیت کی تعلیم حاصل ہو جاتی ہوگی اور ایوبولائیڈس (حامیان ایوبولس؟) کے خلاف جو تقریر ہوئی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بالکل غریب اشخاص بھی اپنے قصبہ کی زندگی میں اہم حصہ لے سکتے تھے۔

(۳) سنڈوال یہ ظاہر کرتا ہے کہ بہ ظن غالب مجلس ملکی کے بہ نسبت مجلس خاص میں ان لوگوں کی تعداد نسبتہً زیادہ تھی جو کسی قسم کی جائداد کے مالک تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے لوگوں کی تعداد جن کو سیاسیات سے ذوق ہو اور اپنے کو ملک کے نظم و نسق میں دخل دینے کا اہل سمجھتے ہوں، زیادہ غریب طبقے کے اُن افراد سے نسبتہً زیادہ ہوگی جن کی طبیعت سیاسیات کی طرف ٹائل ہو اور اس لئے قرعہ کا طریقہ اس قدر بے سروپا نہیں تھا جیسا بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے لیکن پھر بھی اس کی کوئی ذمہ داری نہیں تھی کہ حصۂ غالب اپنے کام کی اہلیت رکھتا ہوگا۔ انتخاب کا یہ طریقہ اگرچہ جمہوریت کا ایک بالکل استقرائی نتیجہ معلوم ہوتا ہو مگر اس سے زیادہ لغو و مہمل کوئی طریقہ خیال میں نہیں آسکتا (اس میں شک نہیں کہ یہ طریقہ بالقصد اس غرض سے وضع کیا گیا تھا کہ قابل اشخاص کو مسلسل اپنا اثر قائم رکھنے کا موقع نہ ملے)۔

(۴) اس امر کی کافی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ "نظم و نسق ملک کے نگرانکار" کے عہدے کی ابتدا اس صدی کے وسط تک پیچھے ہٹا کر دکھائی جائے۔ یہ عہدہ اولاً ۳۲۲-۱ میں ظاہر ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ "خیراتی بورڈ" (مجلس) کے بجائے یہ عہدہ قائم کیا گیا ہو کیونکہ اس کے بعد سے پھر "خیراتی بورڈ (مجلس) کا ذکر سننے میں

نہیں آتا۔ خیراتی بورڈ (مجلس) اور دوسرے مالی عہدوں کی تمام بحث کے متعلق سنڈ وال کی تحریر دیکھنا چاہیئے جس کا ذکر صفحہ ۳۹ - ۴۱) پر ہو چکا ہے۔ نیز فرینکوٹ کی تصنیف "یونان کے شہروں کی مالیات" دیکھنا چاہیئے۔ اس تصنیف میں ہر قسم کا مواد موجود ہے۔ فرگوسن نے (یونانی ایتھنز صفحہ ۴۷۲ - ۴۷۵) میں یہ کوشش کی ہے کہ خیراتی کمشنروں کی چار برس کی میعاد کو غلط ثابت کرے مگر وہ صحیح نتیجے پر نہیں پہنچ سکا ہے۔ مازگی نے بھی ان مختلف سوالات پر بحث کی ہے جو اس ضمن میں پیدا ہوتے ہیں مگر میں اس کی اکثر رایوں سے اتفاق کرنے سے معذور ہوں۔ شہادت کے ناکافی ہونے اور خود مسئلۂ زیر بحث کی پیچیدگی کی وجہ سے یہ ضروری ہے کہ اس کتاب میں یہ مسئلہ جس طرح بیان ہوا ہے اس کے جزئیات کو ظن غالب سے زیادہ باوقعت نہ سمجھا جائے مگر خود نفس مطلب میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس خیرات و مبرات نے سلطنت کے خزانے کو خالی کر دیا تھا، حالانکہ اس توفیر کو جنگ میں صرف کرنا یا اسے محفوظ رکھنا چاہیئے تھا۔

سلطنت کے مصارف کے لئے سود پر قرض لینے کا طریقہ یونان میں شاذ و نادر ہی عمل میں آتا تھا۔ دیکھئے زمرن کی "دولت عامۂ ایتھنز" صفحہ ۲۰۵۔

(۵) ڈیموس تھینیز کے مجموعۂ تصانیف میں ایک تقریر ہے جس کا شمار تیرھواں ہے۔ تقریر جس حالت میں موجود ہے اس کی نسبت یہ یقین ہے کہ وہ ڈیموس تھینیز کی نہیں ہے مگر اس میں بہت کچھ ڈیموس تھینیز کی تقریر کے اجزا موجود ہیں اور اس میں شک نہیں کہ خیالات ڈیموس تھینیز ہی کے ہیں۔ اس تقریر میں ایک نہایت دلپذیر طریقے پر طرز تخاطب کے اس تغیر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو سپہ سالاروں کے متعلق زمانۂ قدیم کے بعد پیدا ہو گیا تھا۔ ڈیموس تھینیز کہتا ہے کہ ہمارے آباواجداد نے تھمسٹاکلیز کی کوئی تصویر نہیں بنائی جس نے جنگ سلیمس میں بیڑے کی کمان کی تھی، نہ انھوں نے ملٹیاڈیز کی کوئی تصویر بنائی جس نے جنگ میراتھان میں فوج کی سپہ سالاری کی تھی۔ نہ ان کثیر التعداد افراد کی کوئی یادگار اس قسم کی قائم کی جن کے کارنامے ان سپہ سالاروں سے بدرجہا بڑھے ہوئے تھے جو اس زمانے میں

موجود ہیں، تمھارے آباو اجداد نے ان کی عزت یہی کی کہ ان کو اپنے برابر سمجھا۔ کیونکہ اس زمانے کے لوگوں سے یہ امر بعید تھا کہ وہ خود قوم کی کامیابیوں کو فراموش کردیں۔ سلمیس اور میراتھان کی فتوحات کو کوئی شخص تھمسٹاکلیز اور ملٹیاڈیز کے فتوحات نہیں کہتا تھا، بلکہ ایتھنز کے فتوحات کہتا تھا، مگر آج ہم لوگوں کو یہ کہتے سنتے ہیں کہ ٹموتھیس نے کارکرا پر قبضہ کر لیا اور افکریٹس نے اسپارٹا کے ایک رسالے کو کاٹ ڈالا، اور کیبریاس نے نیکسس کی بحری جنگ فتح کر لی۔ تم جب ان سپہ سالاروں کا اس درجہ غیر معمولی اعزاز کرتے ہو تو گویا تم ان کامیابیوں میں خود اپنے حق کو چھوڑ دیتے ہو۔" یہی جملہ کسی قدر پھیلاؤ کے ساتھ اس تقریر میں بھی ملتا ہے جو ارسٹاکریٹس کی مخالفت میں ہے۔

باب چہارم

ڈیموس تھینیز کی زندگی عامّہ کا آغاز

یہ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ ۳۶۱؁ کے قریب ارسٹوفن کو وہ غلبہ و اثر حاصل ہو گیا جس سے کیلسٹریٹس اس وجہ سے محروم ہو گیا تھا کہ کرسونیز کے نواح میں ایتھنز کی فوجیں ناکامیاب ہو گئی تھیں۔ اس کا بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ارسٹوفن ہی کی سرکردگی کے ابتدائی زمانہ میں کرسونیز پر ایتھنز کو غلبہ حاصل ہوا اور یہ غلبہ زیادہ تر چیرس کی کارگزاریوں اور کوششوں کی وجہ سے حاصل ہوا۔ چیرس قوم میں بہت ہردلعزیز تھا اور اس نے اس موقع پر اور اس کے بعد بھی ارسٹوفن کو اس کی حکمت عملی کے بقا میں ہر طرح کی مدد دی، لیکن ایتھنز کے معاملات میں بہتری کی جو صورت پیدا ہوتی جاتی تھی وہ ۳۵۸-۷؁ کی معاشری جنگ کے برپا ہو جانے سے بہت جلد رک گئی۔ اس جنگ کے دو سبب تھے پہلا سبب تو یہ تھا کہ "مشترکیت ثانیہ" کے ارکان کے ساتھ انھوں نے جو قرارداد ٹھیرائی تھی، اس کی لفظاً نہیں مگر معناً ضرور خلاف ورزی کی۔ ایک تو اپنے حلیفوں کے شہروں میں ایتھنز کے مستعمرین کو بسنے کے لئے بھیجدیا اور پھر اور بھی مختلف قسم کی زیادتیاں کیں۔ چیرس نے کیاس، روڈز اور دوسرے شہروں میں جیسی چیرہ دستیاں کیں غالباً یہی چیرہ دستیاں اس شعلہ کے فوراً بھڑک اٹھنے کا باعث ہو گئیں، مگر اس بارے میں تحقیق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ تھیبز کی پرزور کارروائیوں اور خاص کر اپیمیناںڈس کی ۳۶۳-۴؁ کی بحری مہم کی وجہ سے حلیفوں کا تعلق ایتھنز کے ساتھ کمزور ہو گیا تھا۔ درحقیقت ارسٹوفن کی خواہش یہ تھی کہ تھیبز سے دوستانہ راہ و رسم قائم رکھے اور اس معاملہ میں اس کا خاص مخالف ایوبیولس بھی اس کے ساتھ متفق تھا مگر اس کا کچھ نتیجہ

نہیں نکلا اور ۳۵۸؁ میں حلیفوں میں سے سب سے زیادہ قوی سلطنت نے ایتھنز کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

اس جنگ کے مصیبت انگیز حالات کی تفصیل میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، اس میں خاص قابل ذکر وہ دو امر ہیں جو اس زمانے کے خصوصیات میں داخل تھے۔ اولاً تو ارسٹوفن اور چیریس نے حلیفوں کے مقابلے میں ناکامیاب رہنے کے باعث ٹموتھیس اور افکریٹیس پر مواخذہ کیا حالانکہ کیلسٹریٹس کے دور اقتدار میں یہی دونوں سب سے زیادہ کامیاب سپہ سالار رہ چکے تھے اور غالباً ایتھنز میں اب بھی کوئی امیر البحر ان سے بہتر نہیں تھا[1]۔ دوئم یہ کہ شاہ ایران نے اس مناقشہ میں دخل دیا۔ اس جنگ کے اثنا میں چیریس نے جو ایتھنز کی طرف سے امیر البحر کی خدمت انجام دے رہا تھا، محض اپنی مرضی سے ایران کے ایک باغی مرزبان ارتابیزس کو مدد دی۔ شاہ ایران نے اس کا عوض یہ لیا کہ حلیفوں کو شہ دیدی اور اس کے باجگذار ماسولس والی کیریا نے ان کو پوری طرح مدد دی۔ شاہ کی جانب سے اعتراض ہونے پر اہل ایتھنز نے چیریس کو واپس بلا لیا۔ شاہ نے ایک بڑی حد تک اب اپنی طاقت کو بحال اور اپنی مملکت کے نظم و نسق کو درست کر لیا تھا۔ اس لئے اہل ایتھنز نے اس خیال سے کہ خود شاہ سے جنگ نہ چھڑ جائے بدرجۂ مجبوری کیاس، کاس، روڈز اور بزنطیم کی خود مختاریاں تسلیم کر لیں۔ اس کے بعد ہی بہت جلد سلیمبریا، پرنتھس، سیتھمنا اور میٹلینی بھی مشترکیت ایتھنز سے نکل گئے۔ اور اگرچہ مشترکیت کی صورت اب بھی باقی رہی اور حلیفوں کی مجلس کے اجلاس ہوتے رہے مگر یہ اس عظیم الشان محالفہ کا صرف پوست رہ گیا تھا، جسے کیلسٹریٹس نے قائم کیا تھا۔ اس معاشری جنگ کی تباہیاں جس طرح رفتہ رفتہ ارسٹوفن کے اثر کو زائل کرتی گئیں، اسی طرح بتدریج اس کے مخالف ایوبیولس کو عروج حاصل ہوتا گیا اس نے زیادہ تر عدالتی کارروائیاں کو اپنی ترقی کا زینہ قرار دیا۔ اس کے سوا قابل افراد کا ایک گروہ بھی آہستہ آہستہ

---

[1] تیسرا جلیل القدر سپہ سالار کبیریاس، ۳۵۸؁ کی جنگ میں کام آچکا تھا۔

اپنے گرد جمع کر لیا۔ انھیں میں اسکینیز بھی تھا جس نے کسی وقت میں ارسٹوفن کی تائید کی تھی اور اسکینیز کا بھائی افوبیٹس بھی ان میں شامل تھا۔ انھیں تدبیروں سے آخر سنہ ۳۵۵ میں ایوبیوس نے ایتھنز میں سب پر تقدم حاصل کر لیا اور غالباً اسی کے اثر سے سنہ ۳۵۵ میں حلیفوں سے صلح ہو گئی۔ ڈیموس تھینیز نے اسی معاشری جنگ کے زمانے میں سیاسی مسائل پر اپنی پہلی دو تقریریں مرتب کی تھیں۔ جنگ کی وجہ سے شہر کے مالی وسائل پر ناقابل برداشت بار پڑ گیا تھا تین برس کے اندر ایک ہزار ٹیلنٹ سے زیادہ صرف اجیر سپاہیوں پر خرچ ہو گئے تھے[۵۱]۔ مالی حالت کے متعلق جو تردد درپیش تھا اس کا اندازہ ان تقریروں سے بہت خوبی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں تقریریں مالی معاملات کے تجاویز پر مبنی ہیں۔

سنہ ۳۵۶ یا اس کے قریب زمانہ میں اساکریٹس کے ایک شاگرد اینڈروٹین نے یہ تجویز پیش کی کہ محصول جنگ کا جو بقایا رہ گیا ہے[۵۲] اسکی وصولی کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔ یہ بقایا چودہ "ٹیلنٹ" تھا۔ ڈیموس تھینیز نے اینڈروٹین کی جو کیفیت بیان کی ہے اگر اس پر اعتماد کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک نہایت ہی ظالمانہ طبیعت کا بد اطوار شخص تھا۔ اس نے یہ تجویز پیش کی کہ یا تو ان مقدس برتنوں کو جو مذہبی جلوس میں استعمال ہوتے ہیں گلا کر سکہ بنایا جائے یا ایک نیا جنگی محصول قائم کیا جائے یا بقایا وصول کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ آخری طریقہ سب سے زیادہ کم قابل اعتراض تھا۔ اس لئے ایک

---

[۵۱] اساکریٹس نے صلح کے متعلق جو تقریر کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہر کس انتہائی حد تک درماندہ ہو چکا تھا۔ یہ رنیڈز کا قانون (صفحہ ۹۶) ان ذرائع میں سے ایک ذریعہ تھا جو سرمایہ کے عجلت کے ساتھ جمع کرنے کے لئے تجویز کئے گئے تھے۔

[۵۲] ایک ایسے انتظام میں جہاں متمول افراد رقوم معینہ ادا کرتے ہوں، بقایا کیونکر پیش آیا۔ صاف واضح نہیں ہوتا۔ شاید یہ وجہ ہوئی ہو کہ جس قدر رقم ان سے طلب کی گئی ہو اسے انھوں نے پورا نہ ادا کیا ہو۔ جو رقوم اب تک باقی تھیں، وہ بہت ہی کم تھیں کسی شخص پر شاید ہی ایک "مینا" سے زیادہ رہی ہو۔

کمیشن کا تقرر ہو گیا اور اسے "ایوڈکٹی" (محصلان محصول سرکاری) اور "الیون" (پولیس کے اعلیٰ عہدہ داروں) کی مدد دی گئی۔ اس کمیشن میں خود اینڈروٹین مع اپنے دوست ٹموکریٹیز کے داخل تھا۔ اینڈروٹین نے روپیہ کے وصول کرنے میں نہایت ہی کج خلقی بلکہ جور و سختی سے کام لیا اور اس طرح جو جذبہ اس کے خلاف پیدا ہو گیا، اس سے اس کے دو شخصی دشمن ایوکٹیمن و ڈایوڈورس کو یہ موقع ملگیا کہ وہ تھوڑے ہی دنوں بعد اس پر جرم قائم کر کے مقدمہ چلا دیں، لیکن یہ قانونی کارروائی خود کمیشن سے متعلق نہیں پیدا ہوی بلکہ ایک خلاف قانون حکم کے تجویز کرنے کے جرم میں عائد کی گئی[1]۔ جس فیصلہ کے متعلق یہ اعتراض ہوا تھا وہ یہ تھا کہ جب مجلس خاص کی میعاد ۳۵۵ ق م کے موسم سرما میں ختم ہونے والی تھی اس کے ارکان کو تاج عطا کیے جائیں۔ ان ارکان میں خود اینڈروٹین بھی داخل تھا۔ اس کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ اس سے قوانین کی مخالفت ہوتی ہے اولاً یہ کہ مجلس ملکی میں کسی تجویز کے پیش کرنے کے قبل یہ ضروری تھا کہ مجلس خاص میں وہ تحریک منظور ہو چکی ہوتی اور دوسرے یہ کہ جب مجلس خاص نے جنگی جہازوں کی ایک خاص تعداد نہ تیار کی ہو اس کے ارکان کو تاج عطا کرنے کی ممانعت تھی۔ (اگرچہ مجلس خاص کی میعاد ختم ہونے کے بعد اس کے ارکان کے کاموں کی قدر کرنے کا یہی مخصوص طریقہ تھا کہ انھیں تاج عطا کیے جاتے تھے) مزید براں اس تجویز کو اس بنا پر بھی خلاف قانون قرار دیا گیا تھا کہ اینڈروٹین پر ایسی بداطواری کا الزام عائد تھا جس کی وجہ سے وہ سرکاری کاموں میں شرکت کرنے کے ناقابل ہو گیا تھا۔ اینڈروٹین نے جب اس کے خلاف یہ حجت پیش کی کہ بقایا کی وصولی میں اس نے خدمات عامہ کو جس جوش کے ساتھ انجام دیا ہے اسکی وجہ سے لوگ اس کے دشمن ہو گئے ہیں اور یہی دشمنی اس امر کی محرک ہوئی ہے مگر اس حجت کو ناواجب قرار دیا گیا۔ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ قوم کو اس کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس نے مذہبی خزانے کے زر و سیم کو گلا کر انھیں

---

[1] اس کے متعلق اس باب کے آخر میں پہلی تعلیق دیکھنا چاہیئے۔

دوبارہ ڈھالا جس سے ان کی قیمت بڑھ گئی مگر اس پر بھی کچھ التفات نہیں کیا گیا۔ درحقیقت سرکاری معاملات میں اس نے جو کارروائی کی تھی وہ نہایت ہی ملامت کی مستوجب تھی۔ ایوکیٹمن کے بعد ڈایوڈورس نے تقریر کی، اس کی تقریر ڈیموس تھینیز نے مرتب کی تھی اور اس نے اس معاملہ کو اسی طرح اس کی زبان سے ادا کرایا تھا، مگر اینڈروٹین اس کا یہ جواب دیسکتا تھا کہ کسی مجلس خاص سے یہ توقع نہیں کیجا سکتی کہ وہ خود اپنے شکریہ کی تحریک پیش کرے گی، نیز یہ کہ مجلس خاص نے بقدر ضرورت جنگی جہازوں کی تیاری کے لئے روپیہ جمع کر لیا تھا مگر ایک عہدہ دار وہ روپیہ لیکر فرار ہو گیا اس واقعہ نے درحقیقت مجلس خاص کو الزام سے بری کر دیا یا سوا اسکے اینڈروٹین کی شخصی خرابیاں کتنی ہی بڑھی ہوی کیوں نہ ہوں لیکن تنہا اسکی وجہ سے مجلس خاص کے تمام ارکان پر الزام لگانا کسی طرح بجا نہیں تھا۔ اس لئے اینڈروٹین بطریق مناسب بری کر دیا گیا۔ ڈیموس تھینیز نے ڈایوڈورس کی زبان سے جوری کو اس امر سے متنبہ کیا ہے کہ وہ اس کے تربیت یافتہ فصیح البیان مخالف کی پُرفطرت ذکاوت سے ہوشیار رہیں، حالانکہ وہ خود اپنی تقریر کا خلاصہ لکھتا ہے اور وہ خلاصہ بھی بُرا خلاصہ ہوتا ہے[1]۔ اس سے اس کے دلائل پر عیاری و سوفسطائیت کا شک ہوتا ہے۔

ہم نہیں جانتے کہ ڈیموس تھینیز نے اس معاملہ کو کیوں اپنے ہاتھ میں لیا۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اینڈروٹین، ارسٹوفن کا مؤید تھا اور ڈیموس تھینیز فریق مخالف میں شریک ہو کر پہلے اپنی قوت کی آزمائش کرنا چاہتا تھا (سلطنت کے دینی و دنیاوی سرمایوں کے قرض کی تحقیقات کرنے کے لئے خود ارسٹوفن نے بھی ایک اس قسم کے کمیشن کی تجویز کی تھی اور اس لئے غالب خیال یہ ہو سکتا ہے کہ اینڈروٹین کا فیصلہ بھی اس کے حسب رائے ہوا ہو) یا اس کی وجہ یہ ہو کہ مجلس خاص کو جس قدر جہازات بنانا چاہئے تھے وہ اس قدر جہاز نہ بنا سکی تھی۔ اس لئے ڈیموس تھینیز کو اس معاملہ میں خاص طور پر دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔

بیڑے کے تمام متعلقہ معاملات میں ڈیموس تھینیز کو جو انہماک تھا وہ اسکی

---

[1] بہت ممکن ہے کہ قانون کی لفظی رعایت کے مطابق اس کا استدلال کچھ بجا ہو مگر انصافاً اسکی اصلیت کچھ بھی نتھی۔

اس تقریر سے ظاہر ہو چکا تھا جو اس نے جہاز کے ناخداؤں کے تاج کی بحث میں کی تھی اور خود ذاتی طور پر متعدد بار اس نے جو خدمات امیری جہاز کے انجام دیئے تھے وہ بھی اس کے شاہد تھے۔ اینڈروٹین کے خلاف جو تقریر ہے اس میں جس امر پر زور دیا گیا ہے اور جیسے تاریخ سے واضح کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایتھنز کی خوشحالی بیڑے کی خوبی و عمدگی پر منحصر ہے اور یہ حصہ خاص اس کے مخصوصات میں سے ہے علاوہ ازیں جیسا کہ اکثر بعد کو ظاہر ہوا ہے، اس پر اس امر کا بھی بہت ہی اثر پڑا کہ لوگ اپنی نابکاری کو خدمات سلطنت کے پردہ میں چھپانا چاہتے ہے اور تمام بحث میں کم از کم یہ امر ضرور دلچسپ ہے کہ اس نے اس وقت اور نیز بعد کے زمانے میں یہ دعویٰ کیا کہ معمولی سی معمولی باتوں میں بھی مدبران ملک کے عادات و اخلاق کو شہر کے اعلیٰ ترین روایات کے معیار پر جانچنا چاہئے۔ اینڈروٹین نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس نے ان چند سونے کے تاجوں کو جو بطور اعزاز عطا کئے گئے تھے اور جنھیں لوگوں نے مندروں میں نذر چڑھا دیا تھا، اس نے انھیں گلا کر پیالے بنا دیئے ہیں (جو دولت کی علامت ہیں) اور اس طرح ان کی قیمت بڑھا دی ہے۔

اس پر ڈیموس تھینیز کہتا ہے کہ اینڈروٹین نے اس کے ساتھ اس امر پر خیال تک نہیں کیا کہ یہ قوم کبھی حصول زر کی زیادہ شائق نہیں رہی ہے مگر دنیا کی تمام چیزوں میں اسے اعزاز کی تمنا سب سے زیادہ رہی ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ایتھنز میں جب دولت کی فراوانی ہو جاتی ہے تو یہ قوم اسے حصول اعزاز کے لئے اس طرح بیدریغ صرف کر دیتی ہے کہ کوئی دوسری یونانی قوم اس معاملہ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس کے باشندے اس کام میں اپنی ذاتی آمدنی سے شرکت کرتے ہیں اور عزت کے حاصل کرنے کا موقع آجاتا ہے تو پھر وہ کبھی خطرہ سے نہیں جھجکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے کاموں کی یادگار میں دائمی و پائدار عمارتیں تیار کیں اور اس اعزاز میں جو چیزیں نذر کیں انکی آرائش و زیبائش میں اپنا کمال دکھا دیا۔ یہ طاق رواق، یہ پارتھینن یہ چہل ستون، یہ کشتی سازی کے کارخانے تمھاری نظروں کے سامنے ہیں۔ قوم نے محض برتن نہیں بنائے، نہ صرف سونے کے تین چار پیالے بنا دیئے جن میں سے کسی کا وزن ایک مینا سے

زیادہ نہ ہو اور جو حسب خواہش پھر گلائے جا سکیں۔ تقریر کا باقی حصہ بہت ہی پرزور ہے اور اس میں پاکبازانہ غصہ کا انداز بہت خوبی کے ساتھ قائم رکھا گیا ہے۔ کہیں ہجو ملیح سے کام لیا گیا ہے، کہیں نہایت بلیغ سوالات کیے گئے ہیں، کہیں چبھتے ہوئے چھوٹے چھوٹے جملوں اور کہیں پرزور فقروں سے اس کا لطف بڑھایا گیا ہے۔

دوسری تقریر جسے ڈیموس تھینیز نے غالباً اس وقت مرتب کیا ہوگا جب[1] "معاشری جنگ" اختتام کے قریب پہنچ رہی تھی (یا شاید خود صلح ہو جانیکے تھوڑے زمانہ بعد اسے ترتیب دیا ہوگا) وہ لیپٹائنس کے قانون کی مخالفت میں ہے۔ لیپٹائنس نے ارسٹوفن کی رائے سے یہ تجویز پیش کی تھی کہ قابل قدر خدمات کے صلے میں اکثر لوگوں کو جو بعض سرکاری محاصل سے معاف کر دیا جاتا ہے اسے منسوخ کر دیا جائے۔ اور یہ منسوخی نہ صرف آیندہ کے لئے بلکہ گذشتہ عطیے بھی منسوخ قرار پائیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس تجویز کی وجہ اصلی یہ ہوی تھی کہ سلطنت کے وسائل کی طرف سے دلوں میں ہیجان و اضطراب پیدا ہوتا جاتا تھا، اور غالباً اس کی وجہ یہ بھی ہوی ہوگی کہ قریبی زمانہ میں اس قسم کی معافیوں کے عطا کرنے میں حقیقی یا فرضی خرابیاں بھی رونما ہو گئی تھیں۔ چند سال بعد خود ڈیموس تھینیز نے اس امر پر اعتراض کیا ہے کہ یہ عطیے نہایت بے پروائی و بیدردی سے دیئے جاتے ہیں، اور اس قانون کے مخالفوں نے یہ خواہش کی تھی کہ موجودہ طریقۂ عمل کو قائم نہ رکھا جائے بلکہ لیپٹائنس کی تجاویز سے بھی بہتر طریق پر اس میں

---

[1] مسئلۂ زیر بحث میں خاص بارگانیوالوں کے طائفہ کے اخراجات تھے یعنے ڈیونوسیس اور دوسرے تہواروں کے موقع پر گانیوالوں کو جمع کرکے ان سے کام لینے اور ان کے اخراجات ادا کرنے کے فرائض۔ یا ایتھینا کے میلہ میں کھیل تماشہ کا سامان کرنا اور اس قسم کے دوسرے اخراجات تھے۔ قبائیلی دعوتیں اور کچھ اور بھی دوسرے فرائض اس میں شامل تھے لیکن کشتیوں کے تیار کرنے اور جنگی محصول سے اس قسم کی مستقل معافی کبھی بھی نہیں دی جاتی تھی۔

ترمیم کی جائے۔

یہ قانون مجلس ملکی میں منظور ہو گیا شاید یہ منظوری ۳۵۶ق م میں ہوئی تھی۔ مگر اس قانون کے محرک پر ایک شخص بیتھپس نامی نے فوراً ہی اس تجویز کے خلاف ضابطہ ہونے کا الزام لگا دیا لیکن بیتھپس کا انتقال ہو گیا اور ایک برس سے زائد زمانہ گزر جانے کے بعد اس کے بیٹے ایپسفین نے پھر اس معاملہ کو اٹھایا۔ اب صرف یہ ممکن تھا کہ خود اس قانون پر اعتراض کیا جائے اسکے محرک پر اب اعتراض نہیں ہوسکتا تھا۔ چونکہ قانون کے منظور کر لینے کے بعد وہ کل قوم کا قانون ہو گیا تھا اس لئے حسب رواج قوم نے اسکی بازپرس و حمایت کے لئے مقرر تجویز کئے۔ ان مقرروں میں خود لیپٹائنس بھی داخل تھا اور اسکے علاوہ ارسٹوفن، لیوڈمیس، سیفسوڈوٹس (جو سب کے سب اعلیٰ درجہ کے فصیح البیان تھے) اور ایک نہایت مشہور شخص ڈینس نامی ان مقرروں کے زمرے میں شامل تھے۔ فارمیو نے ایپسفین کی نیابت اور ڈیموس تھینیز نے اس معاملہ میں اس کی تائید کی، لیکن ڈیموس تھینیز نے ظاہر یہ کیا کہ وہ کیبریاس کے بیٹے ٹسیپس کے مفاد کے خیال سے اس معاملہ میں دخل دے رہا ہے (کیبریاس جنگ کیاس میں مارا گیا اور اپنے معافی محاصل کا حق اپنے بیٹے کے نام چھوڑ گیا تھا) فارمیو نے سب سے پہلے عدالت کو مخاطب کیا اور اس بے ضابطگی کے متعلق یقیناً اس نے اہم بناؤں کو بیان کیا۔ ڈیموس تھینیز اگرچہ اس مقدمہ کے بعض قانونی پہلوؤں پر بھی نظر کرتا ہے مگر وہ خاص زور اس امر پر دیتا ہے کہ اس قسم کے

---

۵۱ یہ تیقن نہیں ہے کہ ٹسیپس فی الواقع اس کارروائی عدالتی میں کوئی فریق تھا یا نہیں یا صرف یہ وجہ تھی کہ ٹسیپس یا اس کی ماں نے ترغیب یا کچھ معاوضہ دیکر ڈیموس تھینیز کو اس کی طرف سے بحث کرنے کے لئے آمادہ کر دیا تھا (پلوٹارک کا قول ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ڈیموس تھینیز کو ٹسیپس کی ماں سے دلی لگاؤ تھا۔ اگرچہ یہ اثر اس حد تک نہیں پڑا کہ وہ اس سے عقد کر لیتا) مجھے یہ خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ڈیموس تھینیز نے یہ تقریر خود اپنی زبان سے نہیں کی تھی (جیسا کہ بلاس کا خیال ہے)

قانون کا اخلاقی اثر کس قدر برا ہوگا، کیونکہ یہ قانون خدمات عامہ کی طرف رغبت دلانے میں نہایت کارآمد تھا اور اس کا منسوخ کردینا دانشمندی کے خلاف ہوگا۔ اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ اہل شہر عمدہ خدمات کی قدر نہیں کرتے اور اسکے شکرگزار نہیں ہوتے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اس قانون سے فائدہ اٹھانے والوں میں سے چند شخصوں کی ناقابلیت ثابت ہو جانے کے سبب سے اس حق کا سلب کرلینا ایک طرح کی ناراستی اور اعتماد عام کا زائل کردینا ہے، جو اتھینز کے روایات کے نہایت درجہ منافی ہے۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اس قانون کے منظور ہو جانے سے سلطنت یا اہل شہر کا کچھ زیادہ فائدہ بھی نہیں ہوگا۔ اس حد تک تو ڈیموس تھینیز کے بیان کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا اور جس انداز میں اس نے اسے بیان کیا ہے وہ نہایت بلند و مدبرانہ انداز معلوم ہوتا ہے، لیکن دوسری طرف یہ بھی نظر آتا ہے کہ اس نے جو دلائل استعمال کیے ہیں ان میں سے بیشتر بالکل ہی سوفسطائیت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور اس سے دل پر نہ صرف یہ اثر پڑتا ہے کہ اس نے اس معاملہ کے موافق و مخالف ہر ایک دلیل کو اچھی طرح جانچ لیا ہے بلکہ یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو اسی خوبی کے ساتھ دوسری جانب سے بھی گفتگو کر سکتا تھا اور اس دیدہ و دانستہ ناانصافی کی وجہ سے اس تقریر کے پڑھنے والے کی ہمدردی (باوجود اس تقریر کے دلپذیر طرز بیان اور اعلیٰ اخلاقی انداز کے) ڈیموس تھینیز کے ساتھ نہیں رہتی۔ اس نیک مقصد میں محض ہیجانی غصہ کی وجہ سے بعد کو جو تقریریں ڈیموس تھینیز نے کیں ان میں بھی ناانصافی کی جھلک موجود ہے مگر اس سے وہ تنغض نہیں پیدا ہوتا جو زیر بحث تقریر سے پیدا ہوتا ہے۔ اس مقدمہ کا نتیجہ بالتحقیق نہیں معلوم ہے کہ کیا ہوا[2] مگر اس کے بعد سے معافی محاصل کے عطا کرنے کا ذکر بہت کم

---

[1] وہ بالخصوص ایسے واقعات کو لیتا ہے جو بظاہر لیپٹینس کے قانون کے تحت میں نہیں آتے تھے اور اگر آتے بھی تھے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قانون کے الفاظ کی خراب ترتیب سے ایسا ہوا، لیکن ڈیموس تھینیز انھیں واقعات کو نمونہ قرار دیکر ان پر بحث کرتا ہے۔

[2] یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور کوئی ایک شہادت بھی ایسی نہیں مہیا ہو سکی جسکی تطبیق کلی اس مسئلہ کی دوسری رائے سے ہو سکتی ہے۔

سننے میں آتا ہے اور کم از کم یہ گمان ضرور ہوتا ہے کہ یہ قانون علیٰ حالہ برقرار رہ گیا۔

اینڈروٹین اور لیپٹائینس کی مخالفت میں ڈیموستھینیز نے جو تقریریں کیں ان کی دلچسپی کی خاص وجہ یہ ہے کہ ان سے ڈیموستھینیز کے اس وقت کا حال معلوم ہوتا ہے جبکہ اس کی حیثیت ایک سیاسی قانون پیشہ سے زیادہ آگے نہیں بڑھی تھی۔ ابھی مدبر ملکی کا وہ درجہ اسے نہیں حاصل ہوا تھا، جب اس کے دل میں قومی عزائم کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اس کے عزائم کو تدریجی طور پر قوت حاصل ہوئی اور اس کے بعد کی تقریروں میں جو اوصاف ظاہر ہوئے وہ اگرچہ کسی حد تک ان تقریروں میں بھی پائے جاتے ہیں مگر ان اوصاف کا مقابلہ ان محاسن سے کیا جائے جو مخالفت فیلقوس والی تیسری تقریر یا تاج والی تقریر میں پائے جاتے ہیں تو صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ مدبری و مقرری دونوں جہتوں سے اسے ابھی کس حد تک ترقی کرنا تھی مگر ایک مدبر کی حیثیت سے اس نے ۳۵۵؁ میں بھی بہت اچھا اثر ڈالا۔ مجلس ملکی کے سامنے اس نے جو تقریریں کیں ان میں سے جس قدر تقریریں موجود ہیں ان سب میں پہلی تقریر وہ ہے جو "سموری" (مجلس بحری) کے متعلق ہوئی تھی۔ یہ تقریر ۳۵۴؁ میں ہوئی تھی اور اس کا اثر بہت اچھا مترتب ہوتا تھا۔ جس مباحثہ میں یہ تقریر ہوئی تھی اس کے وقوع کا باعث یہ ہوا کہ ایتھنز میں یہ خبریں پھیل رہی تھیں کہ آرٹیکزرکسیس جنگ کے لئے بڑے سامان کر رہا ہے اور اہل ایتھنز کے حلیفوں کے متعلق بادشاہ نے جو روش اختیار کی تھی اس سے خوف طاری ہو گیا تھا اور کیرس نے آرٹیبزس کو جو مدد دی تھی اس سے بھی پریشانی پیدا ہو گئی تھی۔ ان وجوہ سے اہل ایتھنز کو یہ گمان ہو گیا تھا کہ شاید بادشاہ کا منشا خود ان پر حملہ کر دینے کا ہے اور اس وجہ سے وہ اندیشہ مند ہو گئے تھے (لیکن حقیقت میں بادشاہ کی ان تمام تیاریوں کا مقصود خود اپنی مصر و ایشیائے کوچک کی باغی رعایا کی سرکوبی کرنا تھا) متعدد مقرروں نے مجلس ملکی پر یہ زور دیا کہ وہ ارٹیکزرکسیس کے مفروضہ ارادہ کے عمل میں لانے کے قبل ہی خود پیش قدمی کر کے شہنشاہی ایران پر

حملہ کردیں اور اپنی تجویز کی تائید میں انھوں نے ازمنۂ گزشتہ کے روایات اور میراتھان و سلیمس کے شاندار فتوحات کے واسطے دلائے[1]۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ تجویز دیوانگی سے کچھ کم نہ تھی۔ اتھینز کے مقبوضات کے متعلق اگر فیلقوس مقدونوی کی طرف سے خطرہ یوماً فیوماً سخت و شدید نہ بھی ہوتا جاتا تو بھی اتھینز کا تن تنہا ایران پر حملہ آور ہونا ایک بالکل عبث کام تھا اور دوسری یونانی سلطنتوں کو اپنے ساتھ شریک ہونے کی ترغیب دینے کی کوشش اس صورت میں بھی بالکل عبث و مایوس کن تھی کہ بادشاہ کی یہ سب تیاریاں فی الواقع خود اتھینز ہی کے خلاف ہوتیں اس لئے ڈیموس تھینیز نے اس تجویز سے مخالفت کی اور وہی دلائل پیش کئے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور ان دلائل کو سامعین کے لئے خوشگوار بنانے کے خیال سے ان میں یہ بھی اضافہ کر دیا کہ اہل ایران اور اہل اتھینز کے خیال عزت میں کیسا فرق ہے، ایران کے مقابلہ میں اتھینز ہی مرد میدان رہا ہے اور اب بھی اس تقدم کو قائم رکھنا چاہیئے مگر اس کا محل استعمال بے موقع ہونا چاہیئے اور اگر ایران کی طرف سے واقعی کوئی خطرہ رونما ہوا تو یہ اطمینان ہے کہ آدمی اور روپیہ کا فی الفور کافی تعداد و مقدار میں انتظام ہو جائے گا مگر اس کے ساتھ ہی اس نے یہ دلیل پیش کی کہ خود بادشاہ کے مفاد کی نظر سے بھی اس کا یونان پر حملہ آور ہونا سود مند ہوگا۔ یہ آخری دلیل اگرچہ اس قدر یقین دلانے والی نہیں ہے مگر تقریر کے بیشتر مباحث عاقلانہ و مدبرانہ ہیں لیکن ڈیموس تھینیز نے ایک طرف تو اعلان جنگ کی مجنونانہ تجویز کی مذمت کی، دوسری طرف ان مباحث کی وجہ سے جو جوش پیدا ہو گیا تھا اس سے نفع اٹھا کر ایک عملۂ اصلاح کی تجویز بھی پیش کر دی یعنے بیڑے کی قوت کار کو بڑھا دینا چاہیئے، سیاسی حالت کا صاف اقتضا یہ تھا کہ اتھینز کو جنگ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ ایران کے خلاف نہ سہی تو

---

[1] بعض لوگوں کو ایران سے جنگ آزمائی کا خیال غالباً اساکریٹس کی تحریروں اور بالخصوص پینجیرکس (Panegyricus) کی وجہ سے بہت مرغوب و محبوب ہو گیا تھا۔

کم از کم اپنے دوسرے دشمنوں سے ضرور ایسے ہوشیار رہنا چاہیے تھا اور ۳۵۷ سنہ میں پیریندڑز کے قانون سے جو طریقہ[1] قائم ہوا تھا وہ قابل اطمینان نہیں ثابت ہوا تھا۔ پہلے ہی مذکور ہو چکا ہے کہ اس قانون کی رو سے جو مجالس بحری قائم ہوئی تھیں ان کے زیادہ متمول ارکان اس بار کا مناسب حصہ ادا کرنے سے کسی نہ کسی طرح بچ نکلتے تھے مثلاً وہ یہ انتظام کرتے تھے کہ فلاں کام ایک ٹیلنٹ کے عوض ٹھیکے پر ہونا چاہیئے اور اس کے بعد یہ پورا ٹیلنٹ اپنے غریب تر رفقا سے وصول کر لیتے تھے[2]۔ وہ خود بہت ہی کم یا کچھ بھی خرچ نہیں کرتے تھے اور پھر بھی کشتی رکھنے والوں کی طرح سال رواں کے لئے تمام دوسرے محاصل کی ادائی سے مستثنیٰ ہو جاتے تھے بلکہ دوسرے سال کے گزر جانے تک کشتی رکھنے کی ذمہ داری سے بھی بچ جاتے تھے[3]۔ یہ بھی معلوم رہنا چاہیئے کہ مختلف مجالس اور ان کے ارکان کے فرائض ایسے بے اصول طریقہ سے منقسم تھے کہ کمی واقع ہو جانے کی صورت میں یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ اس کا ذمہ دار کون ہے۔ علاوہ ازیں وہ بارہ سو شخص جو از روئے قانون اس بار کے ذمہ دار تھے وہ بارہ سو صرف نام ہی کو تھے کیونکہ خاص خاص مستثنیات کی تعداد بہت بڑھی ہوئی تھی۔ ڈیموس تھینیز[4] نے یہ تجویز کی کہ بارہ سو کو بجائے نام دو ہزار تک بڑھا دینا چاہیئے تاکہ تمام مستثنیات کے بعد بھی عملاً بارہ سو آدمی مہیا ہو سکیں، اور مجلسوں کے ارکان کی اور قابل محصول جائداد کی اور تیار ہونے والی کشتیوں کی تقسیم اس قدر دقت نظر سے کیجائے اور محصول کے جمع کرنے اور کشتیوں کے ساز و سامان سے درست کرنیکے متعلق اشخاص کی معینہ جماعتوں کو معینہ فرائض ایسی تفصیل کے ساتھ سپرد کر دیئے جائیں کہ ان سے

---

[1] صفحہ ۹۶

[2] ڈیموس تھینیز ان میڈیم ۱۵۵

[3] لیکن محصول جنگی سے مستثنیٰ نہیں ہوتے تھے۔

[4] ڈیموس تھینیز دی کورہ ۱۰۲۔

بچ نکلنا غیر ممکن ہو جائے اور فرائض مناسب طور پر انجام پائیں۔ مجوزہ اصلاح کی جامعیت ڈیموس تھنیز کا خاص حصہ ہے۔ اپنی سابقہ تقریروں کی طرح اس تقریر میں بھی اس نے اپنے موافق و مخالف دونوں جانب کی ہر ایک ممکن دلیل پر نظر ڈالی تھی۔ اس نے کسی جزوی امر کو بھی بحث کے بغیر نہیں چھوڑا اور برسبیل تقدیر ہر اعتراض کا پہلے ہی جواب دے دیا اور اس کے ساتھ ہی قوم سے یہ التجا بھی کی کہ ہر فرض جو ان پر عائد کیا جائے اس کی انجام دہی میں وہ اس بے غرضانہ مستعدی کا اظہار کریں جس کے بغیر بہتر سے بہتر تجویز بھی ناکام ہو جاتی ہے۔

یہ مجوزہ اصلاح منظور نہیں ہوئی مگر یہ حکمت عملی کا ایک مہتم بالشان اعلان تھا اور تقریر کا مقصد خاص حاصل ہو گیا۔ چونکہ ایران کے خلاف جنگ کا اعلان نہیں ہوا، یہ امر قریب قریب متیقن ہے کہ یہ نتیجہ محض ڈیموس تھنیز کی وجہ سے نکلا۔ وہ خود یہ کہتا ہے کہ کسی اور مقرر نے اس کی تائید نہیں کی اور اگرچہ یہ امر مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ مجلس میں باقاعدہ مقرر کی حیثیت سے صرف ایک ہی برس کا زمانہ گزارنے کے بعد اسے اتنا اثر حاصل ہو گیا ہو مگر اس کے ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نہ صرف اس کی پیش کردہ صورت حال ناقابل جواب تھی (اگرچہ دوسری طرف کی بر خود غلط حب الوطنی کے اظہار جوش کے مقابلہ میں اس کا پیش کرنا کسی قدر ہمت کا کام تھا) بلکہ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ غالباً اس نے خود اس وقت تک اپنے اوصاف فصاحت و بلاغت اور ساخت کشتی کے فرائض کی پر جوش ادائی اور دوسرے اعزازی کاموں کی انجام دہی سے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مائل کر لی تھی۔

اس وقت کے سربر آوردہ مدبرین یا فرقہائے سیاسیہ کے متعلق ڈیموس تھنیز جو روش اختیار کرنا چاہتا تھا وہ اس تقریر میں بالصراحت بیان نہیں کی گئی ہے کیونکہ معاصر مدبروں کا نام لیکر مجلس میں ان کے متعلق کچھ کہنے کا رواج نہیں تھا مگر اغلب یہ ہے کہ ارسطو فن اپنی جنگ معاشری والی حکمت عملی کی ناکامیابی سے بدنام ہو کر لیپٹائنس کے قانون پر اعتراض ہونے اور

ایرانی مسئلہ پر مباحثہ ہونے کے اثنا میں کنارہ کش ہو گیا تھا اور اگر ایسا نہیں ہوا تھا تو ایران سے جنگ کرنے کی تجویز اس کے مؤیدین کی آخری کوشش تھی۔ ایو بیولس جس کی روش زیادہ تر صلح جوئی و کفایت شعاری کی طرف مائل تھی۔ سرگروہ بنتا جا رہا تھا اور بالتخصیص دولتمند طبقات یعنی سربر آوردہ تجار اور بڑے بڑے محصول ادا کرنے والے اشخاص سے اسے تائید مل رہی تھی کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک (خالص مدافعتی اغراض یا تجارت کی حفاظت کے سوا اور ہر طرح پر جنگ کا ٹلتے رہنا نہایت ضروری و اہم تھا۔ لپٹائنس کے بالمقابل تقریر میں ڈیموس تھینیز نے ارسٹوفن کی مخالفت میں گفتگو کی تھی اور اپنی مجالس بحری والی تقریر میں اس حد تک ایو بیولس کا جانبدار تھا، جہاں تک کہ وہ بیباکانہ فوجی عزائم کی مذمت کرتا اور ایتھنز کے مالی وسائل کے ختم ہو جانے پر زور دے رہا تھا مگر یہ یقینی ہے کہ ڈیموس تھینیز مرفہ الحال[1] طبقات کے اغراض کا حامی نہیں تھا، کیونکہ مجالس بحری کی جو اصلاح اس نے تجویز کی تھی اس کا مقصود یہی تھا کہ دولتمند اشخاص اپنے فرائض کی ادائی سے بچ نہ سکیں اور اس کی خواہش یہ تھی کہ کسی ناگہانی امر کے پیش آ جانے کے لئے زیادہ قابل اطمینان طور پر تیاریاں کی جائیں۔ کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ ایو بیولس کی حکمت عملی کے متعلق اس کی مخالفت زیادہ صاف طور پر قطعی و واضح ہو گئی اور ہمارا آئندہ کا کام یہ ہوگا کہ ہم زیادہ مکمل طور پر یہ سمجھیں کہ وہ حکمت عملی کیا تھی۔

ایو بیولس کے مقاصد اور اس کے طریقہائے کار کے متعلق یونان کے مورخین کے درمیان اب تک معرکۃ الآراء مباحث جاری ہیں۔ اتنا تو سب تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ایک دیانتدار، غیر مرتشی مدبر تھا اور یہ امتیاز اس زمانہ کے کسی مدبر کے لئے کوئی چھوٹی بات نہ تھی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی مسلم ہے کہ وہ مالیات کا ماہر تھا۔ البتہ اس امر میں کلام ہے کہ آیا اسکی حکمت عملی

---

[1] لپٹائنس کے قانون پر اعتراض کرتے وقت بھی وہ اس امر کی تائید میں نہیں تھا کہ متمول اشخاص کو بے تکان معافیاں دیدی جائیں۔

عاقلانہ و مبنی بر حب وطن تھی یا یہ سب کچھ محض تنگ خیالانہ اعتذار تھا۔

ہم یہ دکھا چکے ہیں کہ جنگ معاشری کی وجہ سے شہر کو کس قدر نقصان پہنچ چکا تھا۔ بیشک کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو شہر کے ان نقصانات اور اسکی خستگی کو کم کر کے دکھاتے تھے[1] (بیڑا اب بھی اس کے پاس معقول تھا مگر نقد روپیہ بہت کم تھا) بلکہ ایسے لوگ بھی موجود تھے (جیسا کہ ہم اوپر دکھا چکے ہیں) جو ایران سے اپنی لفنت مول لینے کے لئے شور مچاتے رہتے ہونگے[2] لیکن با ایں ہمہ اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ اس وقت کی پہلی ضرورت یہ تھی کہ شہر کو سانس لینے کا موقع ملجائے تاکہ وہ اپنے خزانہ کو پھر معمور کر لے، اپنے بیڑے اور اپنے سامان مدافعت کو درست کر لے اور اپنے تجارتی جہازوں کو اس قابل کر دے کہ وہ ایک مرتبہ پھر بے خوف و خطر عظیم الشان تجارتی راستوں پر آمد و رفت کر سکیں۔ یہ تھی صورت حالات جبکہ ایوبیکولس نے معاملات پر اقتدار حاصل کرنا شروع کیا۔ سنہ ۳۵۴ء میں وہ تھیورک بورڈ (مجلس خیراتی) کا رکن ہو گیا[3] اور اس پر جو اعتماد تھا اسکی وجہ سے نظم و نسق ملک کے خاص خاص انتخابی عہدے اسی بورڈ (مجلس) کے ارکان کے ہاتھ میں آ گئے اس کی ہدایت کے موافق کشتیوں کی تعداد بہت کچھ بڑھا دی گئی لنگر گاہوں کی مرمت ہوئی اور ان میں وسعت دی گئی۔ کوئی غیر معمولی محصول لگائے بغیر ایک معقول رقم بھی جمع کر لی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایوبیکلس کے مالیات کی یہ کامیابی ایک حد تک موازنۂ سالانہ کی جزرسی کے ساتھ مرتب کئے جانے پر مبنی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ تھیورک بورڈ (مجلس خیراتی) کا تقرر چار برس کے لئے ہوا تھا اور اسی کے ارکان خاص خاص عہدوں پر فائز تھے۔ اس وجہ سے

---

[1] دیکھئے اساکریٹس۔

[2] مقابلہ کیجئے فلسفۂ ڈیموس تھینیز حصۂ اول فقرۂ ۳۴ (مذکورہ صفحۂ ۳۵۱)

[3] اس امر میں کلام ہے کہ آیا اس کے سوا کوئی اور خاص عہدہ بھی اس کے پاس تھا یا نہیں اور چونکہ دونوں جانب کوئی شہادت نہیں ہے، اس لئے یہ مسئلہ ناقابل حل ہے۔

سابق کے بہ نسبت اس امر کا زیادہ امکان حاصل ہو گیا تھا کہ تجاویز وسیع پیمانہ پر مرتب کیئے جائیں اور اس کامیابی کا کچھ سبب یہ بھی تھا کہ ایوبیولس نے تجارت کی ہمت افزائی کی تھی جس سے اور فوائد کے علاوہ یہ فائدہ بھی ہوا کہ بالواسطہ محصول کے ذریعہ سے جو رقم وصول ہوتی تھی اس میں زیادتی ہوتی گئی۔ پس اس طرح ایوبیولس نے نہ صرف گودیوں اور مدافعات کے متعلق وہ بڑے بڑے کام جاری کر دئے جو تجارت کے لئے مفید تھے بلکہ اس نے خود شہر کی سڑکوں اور اس کے بہم رسانی آب کو بھی بہت ترقی دی۔ یہ وہ مفید کام ہیں جن کا ڈیموس تھینیز بے وجہ مضحکہ اُڑتا ہے[1]۔ اس سے جس طرح تجارتی طبقوں کو فائدہ پہنچا اسی طرح عوام الناس کو بھی فائدہ پہنچا۔ تجارتی مناقشات کے طے کرنے کے لئے ایک نیا اور زیادہ زوردار عملی طریق کارروائی قائم کر کے اس نے ایتھنز کی تجارت کی بلاشک وشبہہ بڑی خدمت انجام دی[2]۔ اس کے ساتھ ہی اس نے عہدہ داروں پر بھی سخت نظر رکھی اور اگر ان سے رشوت خواری یا کسی اور قسم کی ذرا بھی بے ضابطگی ظاہر ہوی تو ان پر بیدریغ مقدمہ چلا دیا۔ وہ شہر کی حقیقی کمزوری اور اس زمانہ میں توسیع سلطنت کی حکمت عملی کے کامیابی کے ساتھ چلانے کی عدم قابلیت کو سمجھتا تھا۔ اسلئے وہ کسی جنگ میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا اگرچہ (جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا) اقطاع تھیریس میں ایتھنز کے اغراض کو مستحکم کرنے کے لئے کارروائیاں کیں اور اس طرح غلہ کے حصول کو محفوظ رکھا اور جہاں اس نے فیلقوس کے خلاف کسی جنگی کارروائی کے اختیار کرنے سے انکار کر دیا وہیں اس نے یہ بھی کیا کہ جب یہ گمان غالب ہو گیا کہ فیلقوس کی طرف سے اٹیکا کو خطرہ ہے تو اس نے مدافعت کی مناسب کارروائیاں اختیار کیں۔ یونانی سلطنتوں کا بظاہر ناقابل اصلاح عدم اتفاق اس عروج پذیر مقدونوی طاقت کے خلاف کسی

---

[1] (Olynth) حصۂ سوم فقرۂ ۱۲۔

[2] ایضاً

دیر یا اتحاد کے قائم کرنے میں سدِّ راہ ہو رہا تھا، اور ایوبیولس اس واقعہ کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔

دوسری طرف اس میں بھی شک نہیں کہ تھیٹر وغیرہ کے لئے غربا کو جو رقم تقسیم ہوتی تھی اس نے اسے مسلم قرار دیدیا، اور اس میں ایک نیا استحکام پیدا کر دیا، اور ممکن ہے کہ اس نے اس مصرف کو اور بڑھا بھی دیا ہو۔ اس نے کس طریق پر اس کام کو انجام دیا، اس کے متعلق تیقن کے ساتھ کوئی بات محقق نہیں ہو سکتی مگر یہ معلوم ہے کہ ایک قانون ایسا تھا جو اس خیراتی رقم کو فوجی اغراض میں صرف کرنے سے مانع تھا اور نیز یہ کہ ۳۴۹؁ تک یہ ایک جدید قانون سمجھا جاتا تھا اور اس لئے ہر طور پر گمان یہی ہے کہ ایوبیولس اور اس کے فریق ہی نے یہ قانون تجویز کیا تھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ ڈیموس تھینیز نے اس سال یہ مطالبہ کیا تھا کہ جن لوگوں نے اس قانون کو تجویز کیا ہے وہی اس کی ترمیم کرنے میں سہولت پیدا کریں۔ ایک شارح کا یہ بیان کہ ایوبیولس نے قانوناً یہ قرار دیدیا تھا کہ جو شخص بھی اس قانون کی ترمیم کی تجویز کرے گا اسے موت کی سزا دیجائے گی، ڈیموس تھینیز کے بعض الفاظ کے غلط سمجھنے پر مبنی ہے[1]۔ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ اس قانون نے غیر مخصوص شدہ رقوم کا (فوجی و دیگر ضروریات کے لئے) قوم کے احکام سے مختص کرائے جانے کے طریقہ کو بند کر دیا تھا اور یہ کام محض یہ قانون بنا دینے سے ہو گیا کہ سالانہ موازنہ میں جو رقوم مخصوص نہ کر دی گئی ہوں وہ سب کی سب خیراتی مد میں شامل ہو جایا کریں۔ چونکہ کوئی حکم قانون کو توڑ نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے لئے نہایت سخت سزائیں مقرر تھیں اور پس انداز رقم کے لئے کوئی خاص حکم حاصل کرنے کے لئے ایوبیولس کے قانون کی ترمیم ضروری تھی اسی لئے جب ۳۴۹؁ میں ڈیموس تھینیز نے خیراتی رقم کو قومی اغراض میں منتقل کرنا چاہا تو اس نے مجلس وضع قوانین کے تقرر کا مطالبہ کیا کیونکہ اسی مجلس کے ذریعہ سے

---

[1] (Olynth) حصہ سوم فقرہ ۱۲۔

قوانین کی ترمیم و منظوری ہو سکتی تھی۔

ایوبیولس کی حکمت عملی کے معنی اب زیادہ واضح ہو جاتے ہیں۔ جبتک یہ ممکن تھا کہ بڑی بڑی رقمیں قوم کے احکام سے منظور ہو جائیں (جو آتش بیان مقرروں کی تقریروں سے فوری طور پر جوش میں آجاتے اور اعلان جنگ کے لئے مستعد ہو جاتے تھے) اس وقت تک یہ اطمینان نہیں تھا کہ بیڑے اور مدافعات کو از سر نو درست کرنے کے متعلق اس کی جو تجویز تھی وہ خاطر خواہ عمل میں آسکے گی اور حملہ کے خلاف قوی انتظام ہو جائے گا۔ اس قسم کے اظہار رایوں کے روکنے سے اس وقت تک بہت کم نقصان ہو سکتا تھا، جبتک وہ خود اور اس کے احباب اعلی عہدوں پر قابض تھے اور وہ سالانہ موازنہ میں ان مدافعتی کارروائیوں اور ان مفاد عامہ کی ترقیوں کے لئے جن کا ایوبیولس خواہاں تھا کافی رقوم کا انتظام کر لیتے تھے۔ اس طرح وہ ان تمام فوجی مصارف کو جو ان کے خیال میں ہوتے تھے انھیں پس انداز کے اوپر ڈال رکھنے کے بجائے موازنہ میں شامل کر لیتے تھے۔ اس غور و فکر کے ساتھ موازنہ کے مرتب کرنے سے ایوبیولس سلطنت کی تمام ضرورتوں کے مہیا کر لینے کی قدرت رکھتا تھا۔ (بشرطیکہ واقعی جنگ سے وہ بچا رہے) اور تمام ضرورتوں کے پورا کرنے کے بعد جو رقم بچ رہتی تھی اسے قوم میں تقسیم کر کے انھیں بھی مطمئن کر دیتا تھا، کیونکہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ توسیع سلطنت کی حکمت عملی کے ترک کر دینے کے لئے اسے عوام الناس کے ہموار کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا تھا۔ اس حکمت عملی کا ترک کر دینا ان کے فطری جذبات کے خلاف تھا اور وہ مقرر جو زمانۂ گزشتہ کی عظمت و شان کا حوالہ دے دے کر ان کے غرور کو تیز کرتے اور ان میں ہلچل قائم رکھنے والے جوش کو برقرار رکھتے تھے وہ ان جذبات کو اور ابھارتے رہتے تھے لیکن اپنی کفایت شعاری اور مرمت مدافعات کے تجاویز کے متعلق وہ خیراتی رقم کی تقسیموں سے وہی فائدہ حاصل کر سکتا تھا جو بیمہ کی قسط کی ادائی سے حاصل ہوتا ہے[1] ان تقسیموں

---

[1] یہ استعارہ بلاک کی کتاب سیاسیات اٹیکا صفحہ ۱۷۸ سے ماخوذ ہے۔

کے متعلق ڈیمیڈس کا یہ کہنا کہ ”وہ حکومت جمہوری کے پختہ کرنے کا کام دیتے ہیں“ بلا وجہ نہیں تھا۔

پس اب ایوبیولس کی حکمت عملی بالکل سریع الفہم معلوم ہوتی ہے۔ اس کا مقصد فی نفسہٖ اچھا تھا اور اس کی انجام دہی میں اس نے جس قابلیت کا اظہار کیا وہ بھی ہر طرح قابل تعریف تھی، مگر اس کے ساتھ ہی اس کی کمزوری بھی ظاہر و باہر ہے۔ اول یہ کہ اس نے اس امر کو زائد از ضرورت آسان سمجھ لیا کہ ایک مدت معقول تک جنگ سے بچا رہنا ممکن ہے اور اپنے اس خواب شیریں کا ترک کرنا اسے اس درجہ گراں تھا کہ جب وہ واقعی جنگ پر مجبور ہو گیا تو اس وقت بھی وہ عملی کارروائی کو ٹالتا رہا تا آنکہ وقت ہاتھ سے نکل گیا۔ (اس کی کیفیت آگے چل کر معلوم ہو جائے گی) دوسرے یہ کہ کیسے ہی دلائل کیوں نہ پیش کئے جائیں مگر اس امر واقعہ پر پردہ نہیں پڑ سکتا کہ جس رقم سے ایک زبردست سرمایۂ حفاظتی قائم ہو سکتا تھا اسے کھیل تماشہ پر ضائع کیا جا رہا تھا، جس نے قوم کی زندگی میں ایک غیر مناسب اہمیت حاصل کر لی تھی۔ آخری امر یہ ہے کہ کوئی حکمت عملی جب زبردست و قابل ہاتھوں سے انجام پائے تو وہ بجا و مفید ہوتی ہے مگر وہی حکمت عملی ایک کمزور گروہ کے ہاتھ میں پڑ کر یا عوام الناس کے دباؤ کی وجہ سے تباہ کن ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی تقسیموں کے لئے قوم کی طرف سے مطالبہ کا زیادہ ہوتا جانا اور مادحان جمہوریت کا اسے منظور کرتے جانا اور اس طرح نظم و نسق ملک کے لئے خزانہ کا خالی ہو جانا ایک ایسی ترغیب تھی جس کا روکنا آگے چل کر ناممکن ہو جاتا اور ہم ایوبیولس کے ہمعصر مصنفوں کی طرف سے بالکل کان بند نہیں کر سکتے جو ایوبیولس کو یہ سمجھتے تھے کہ وہ قوم میں اس حد تک کاہلی و عیش پرستی کی ہمت دلا رہا تھا کہ جب ہمت و جرائت اور حب وطن کے اظہار کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اس وقت وہ لوگ بیکار ہوے جا رہے تھے۔ تھیوپامپس کہتا ہے کہ ”ایوبیولس ایک حامیٔ جمہوریت شخص تھا جو اپنی فکر و محنت کی وجہ سے

نمایاں تھا اس نے بہت بڑی رقم کا انتظام کیا اور اسے اہل اتھینز میں تقسیم کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا اس کی سرگروہی کے زمانہ میں شہر بالکل ہی بزدل و کاہل ہوگیا"۔ فاضل سرمایہ کے قوم میں تقسیم کرنے کے دستور کی ارسطو[1] نے جو مذمتیں کی ہیں ان میں صاف اشارہ ایوبیولس ہی کی طرف پایا جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ "عوام آج روپیہ پاتے ہیں اور کل پھر ویسی ہی بدتر حالت میں ہو جاتے ہیں اور غربا کی اس طرح سے امداد کرنا ایک ٹوٹے کوزے میں پانی بھرنا ہے"۔

اس کے جواب میں یہ دلیل پیش کیجا سکتی ہے کہ قوم پہلے ہی اس قدر کمزور و مبتذل ہوگئی تھی کہ ایوبیولس کی کارروائی ان کی اخلاقی کمزوری کا نتیجہ تھی نہ کہ اس کا سبب اور امر واقعہ کے علی حالہ تسلیم کر لینے سے وہ اقتصادی حالات کے اعتبار سے بہترین کام کر رہا تھا۔ بایں ہمہ (اس بحث سے قطع نظر کر کے کہ لوگوں کے اخلاق اس وقت اس درجہ مبتذل ہوگئے تھے یا نہیں) (جیسا کہ اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے) یہ محسوس کرنا کچھ دشوار نہیں ہے کہ ایوبیولس کی حکمت عملی کسی قدر لغو اور مضحکہ خیز ضرور تھی اس میں تو شک ہی نہیں کہ وہ اس اعلیٰ تخیل سے بالکل معرا تھی جو ڈیموس تھینیز نے اپنے لئے اہل اتھینز کے روایات کی بنا پر اس امید میں قائم کیا تھا کہ وہ اپنے اہل ملک کو یہ ترغیب دے سکے گا کہ وہ صرف اسی پر بس نہ کریں کہ حب الوطنی کے جذبات جب مقرروں کی زبانوں سے ادا ہوں تو وہ احسنت و مرحبا کا شور بلند کردیں بلکہ ان جذبات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جس برداشت شدائد و ایثار کی ضرورت ہے اسے بھی پورا کر دکھائیں اور خود ڈیموس تھینیز نے ایسا ہی کیا اس کی کامیابی کا زمانہ اگرچہ بہت ہی قلیل رہا مگر پھر بھی اس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ تخیل محض ایک ہوائی خیال نہیں تھا۔

مگر جس وقت ایوبیولس اول اول صاحب امتیاز ہوا ہے اس وقت وہ یقیناً بالکل حق پر تھا۔ اخراجات میں کفایت شعاری مدافعات اور بیڑے کی

---

[1] ارسطو سیاسیات باب ششم صفحہ ۱۳۲۔

مرمت قطعاً لازمی تھی، خواہ اس کے ساتھ (عوام میں) روپیہ کی تقسیم ہوتی یا نہ ہوتی۔ جنگ سے بچنا بھی اگر ممکن ہوتا تو یہ بھی بہت ہی مناسب تھا اور ڈیموس تھینیز نے اپنی عین بعد کی دو تقریروں میں جو تجاویز پیش کئے ہیں وہ اگرچہ بلند حوصلگی و حب الوطنی کے خیالات سے مملو ہیں مگر ان کا غلط ہونا تقریباً یقینی ہے۔ اس میں زیادہ سہولت معلوم ہوتی ہے کہ ان تقریروں پر اسی وقت غور کرلیا جائے اگرچہ وقت کے اعتبار سے انھیں ان بعض واقعات کے بعد آنا چاہیے جو دوسرے باب میں مذکور ہونگے۔

پہلا مرحلہ پلوپونیس کے معاملات سے پیدا ہوا۔ یہاں اسپارٹا آخری دس برس سے اس تاک میں لگا ہوا تھا کہ موقع پاکر اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو دوبارہ حاصل کرلے، اور ۳۵۳؁ میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ موقع آگیا ہے۔ ۳۵۷؁ سے اہل تھیبز جنھوں نے پلوپونیس میں اسپارٹا کے دشمنوں کو مدد دی تھی، اہل فوکس کے ساتھ جنگ مقدس میں پھنسے ہوئے تھے (جس کے مزید حالات بعد میں بیان ہوں گے)۔ اس لئے ان کو بہت کم موقع حاصل تھا کہ وہ اپنے جنوبی یونان کے دوستوں کی مدد کرسکتے۔ لیکن موخرالذکر نے اپنی مدد کے لئے ایتھنز کی طرف توجہ کی، اور (غالباً ارسٹوفن کی سرگروہی کے آخری برس میں) ان کے حسب مراد کام ہوگیا۔ خاص کر اہل میسینا سے یہ قطعی وعدہ کرلیا گیا کہ اگر اسپارٹا نے ان کی آزادی کو تباہ کرنے کی کوشش کی تو ایتھنز ان کی مدد کریگا۔ اہل اسپارٹا نے بھی کچھ کم جودت نہیں دکھائی۔ انھوں نے ۳۵۲؁ میں دوسری یونانی سلطنتوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ ابتداءً جو سلطنت جس حصۂ ملک پر قابض تھی وہی اس پر بحال کردی جائے۔ یہ یقینی تھا کہ اس تجویز پر کچھ نہ کچھ تائید ایتھنز سے بھی ضرور ہوگی کیونکہ اس کے منظور ہوجانے سے اروپس کی واپسی کا تیقن تھا، جس پر ۳۶۶؁ سے تھیبز نے قبضہ کر رکھا تھا اور اس کے ساتھ ہی بیوشیا کے شہر تھیسپی، پلیٹی آرکومینس بھی جو ایتھنز سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے

اپنی حالت سابقہ پر بحال ہو جائیں گے۔ پلوپونیس کی سلطنتوں میں ایلس کو یہ طمع دامنگیر ہوئی ہوگی ٹرفلیا کو اہل آرکیڈیا سے واپس لے لے گی اسی طرح فلیوس کو ٹریکرینم واپس ملجانے کی توقع ہوگی جس پر سردست آرگوس والوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ پس اس وقت اسپارٹا بھی صاف یہ دعوی کر سکے گا کہ آرکیڈیا اور مسینا پر اس کا تسلط دوبارہ تسلیم کر لیا جائے اور جن سلطنتوں کو اپنے سابقہ اقطاع ملک کی بحالی سے نفع پہنچا ہوگا ان کی تائید کی اسے امید ہو سکیگی۔

جب مجلس ملکی میں یہ بحث چھڑی اور اسپارٹا اور میگلو پولس دونوں کے سفیروں کے بیانات سن لئے گئے تو اس مسئلہ پر بہت ہی گرم مباحثہ ہوا۔ اہل اسپارٹا کی تجویز کی تائید میں ان خیالات کا اثر پڑ رہا تھا کہ اکثر اہل ایتھنز کو تھیبز کی طرف سے سخت عناد تھا۔ اوروپس کے واپس لینے کی خواہش دلوں میں موجزن تھی اور اہل اسپارٹا سے جنھوں نے مینٹینیا اور دوسرے مقامات میں ان کے پہلو بہ پہلو جنگ کی تھی، تعلقات کا منقطع کر دینا انھیں گوارا نہ تھا۔ ڈیموس تھینیز نے اگرچہ سابقہ مقرروں کے برخلاف غیر جانبدار رہنے کا ادعا کیا مگر اس نے اہل آرکیڈیا کی درخواست کی اس بنا پر تائید کی کہ اہل ایتھنز کے مقاصد کا اقتضا یہ ہے کہ اسپارٹا و تھیبز میں توازن قوت قائم رہنا چاہیئے، اور اہل اسپارٹا کو اگر مسینا و آرکیڈیا پر دوبارہ سیادت اعلی قائم کرنے کا موقع مل جائے گا تو ان کی طاقت ضرورت سے زیادہ بڑھ جائے گی۔ علاوہ ازیں اہل ایتھنز اس سے پہلے مسینا کی تائید کا وعدہ کر چکا ہے اور اگر آرکیڈیا کی درخواست کو منظور کر لیا گیا تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ اہل اسپارٹا دونوں طرف دست درازی سے روک دئے جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی اہل آرکیڈیا کے ساتھ محالفہ دونوں جانب سے صاف دلی کے ساتھ ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ اہل آرکیڈیا اپنی جگہ پر اپنے تھیبز کے محالفہ کو باضابطہ منسوخ کر دیں۔ ڈیموس تھینیز کی دلیل یہ تھی کہ توقع نہیں ہے کہ اسپارٹا واقعی جنگ جاری کر دے گا اور اسپارٹا کے خواہشات قبول کئے بغیر بھی یہ ممکن ہوگا بلکہ خود اسپارٹا کی مدد سے ایسا ہو سکتا تھا کہ اوروپس واپس ملجائے اور تھیبز سے مقبوضہ شہروں کی واپسی کا مطالبہ کیا جائے۔ ان آخری

مباحثہ پر ڈیموس تھینیز کے دلائل کچھ بھی دلنشین نہیں ہیں جن کی بنا اس خیال پر ہے کہ اسپارٹا کو اپنی سلطنت کے واپس لینے کا اتنا خیال نہیں ہے جتنا وہ عام اصول کو عمل میں لانے کا خواہاں ہے حالانکہ یہ وہ بات ہے جس کا وہ خود اسپارٹا کی بے باکانہ حرکتوں پر اظہار نفرت کرنے سے منکر ہو چکا ہے[1]۔

اصل مسئلہ کے متعلق اس میں بہت کم شک و شبہہ کی گنجائش تھی کہ اگر اہل آرکیڈیا سے محالفہ کر لیا جاتا تو واقعی اسپارٹا کے ساتھ جنگ کا سخت خطرہ رونما ہو جاتا اور غالباً تھیبز سے بھی یہی صورت پیش آجاتی۔ اسپارٹا اگر پلوپونیس میں دوبارہ تسلط حاصل بھی کر لیتا تو بھی وہ ایتھنز کو نقصان نہ پہنچاتا کیونکہ جنگ کی صورت میں اس کی پلوپونیس کی ماتحت ریاستیں پھر اس کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوتیں۔ پس بحالات موجودہ ایتھنز کے مقاصد کو دیکھتے ہوئے ایوبیولس کی عدم مداخلت کی حکمت عملی بلا شک و شبہہ زیادہ محفوظ تھی۔ دوسری طرف یہ بھی ناممکن ہے کہ ان اعلیٰ دلائل کی قدر نہ کیجائے، جن پر ڈیموس تھینیز نے اپنی رائے کی بنا قائم کی تھی یعنے اہل میسینا سے جو وعدہ ہو چکا ہے اس پر ثابت قدم رہنا اور دوسروں کی ظلم و زیادتی کی مظلوموں کی طرف ایتھنز کی معمولی روش کا قائم رکھنا۔ ایک معنی کر کے آیندہ کے واقعات نے ایک حد تک اس حکمت عملی کو صحیح و بجا ثابت کر دیا۔ کیونکہ جب اہل ایتھنز نے آرکیڈیا کے محالفہ کو نامنظور کر دیا تو جنگ مقدس کے دباؤ سے عارضی مہلت ملجانے کے باعث تھیبز کو موقع مل گیا کہ وہ اہل آرکیڈیا کی مدد کر سکے، جو اب ہمیشہ سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ اس سے متحد ہو گئے تھے اور چند برس بعد اہل تھیبز کی طرح وہ بھی فیلقوس کے حلیف بن گئے۔ اس وقت اہل ایتھنز نے ان سے مدد حاصل کرنے کی جو کچھ بھی کوششیں کیں سب رائگاں گئیں۔ اسپارٹا اور اہل آرکیڈیا میں

---

[1] اس تقریر اور اس کے بعد والی تقریر دونوں میں ڈیموس تھینیز نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ابھی تک وہ اس اہمیت کو پوری طرح سمجھ نہیں سکا ہے کہ ایک مجرد امکانی دلیل اور ایک اچھی دلیل میں کیا فرق ہے۔ معاملات کی وسعت نظر کے ساتھ یہ نقص جاتا رہا۔

دو تین برس تک بغیر کسی نتیجہ کے مخاصمت جاری رہی یہاں تک کہ سنہ ۳۵ میں صلح ہوگئی جس کے بموجب اہل آرکیڈیا کی آزادی بحال رہی۔ ستم رسیدوں کی حمایت کے متعلق ڈیموس تھینیز نے جو خیال پیش کیا تھا وہ اہل روڈز کی آزادی کی مدافعت والی تقریر میں پھر نمایاں ہوا۔ سنہ ۳۵۵ میں جنگ معاشرتی کے ختم ہونے پر روڈز (شورشی شہروں میں ایک ممتاز شہر تھا) ماسولس شاہ کیریا کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ یہ بادشاہ ایران کے ماتحت تھا اور اس نے ایتھنز کے خلاف حلیفوں کو مدد دی تھی۔ اس نے شہر کے اندر ایک عدیدی سازش کی پخت وپز کی، جمہوریت پسند فریق جلا وطن کر دیا گیا اور یہ عدیدی، جنھوں نے سخت ظالمانہ کارروائیاں اختیار کیں، کیریا کی قلعہ گیر فوج کی مدد سے اپنی جگہ پر قائم رہے۔ اس قسم کے واقعات کاس میں بھی پیش آئے اور ایتھنز نے حفظ ما تقدم کے طور پر یہ ضروری سمجھا کہ سیماس میں رہنے والے اہل ایتھنز کے گروہ کو تقویت پہنچائی جائے۔ سنہ ۳۵۱ میں (اور ممکن ہے کہ اس سے برس دو برس قبل) جلا وطن اہل روڈز نے ایک وفد ایتھنز کو روانہ کیا اور امداد و بحالی کی درخواست کی۔ بالفاظ دیگر یہ چاہا کہ جزیرے کو عدیدی حکومت کے قبضہ اور آرتیمیسیا کے اقتدار سے جو (غالباً سنہ ۳۵۳ میں) اپنے بھائی و شوہر ماسولس کی جگہ تخت نشین ہوئی تھی فوراً نکال لیا جائے۔ اہل ایتھنز اس درخواست کے قبول کرنے کی طرف بہت کم مائل تھے۔ اسی جمہوریت پسند فریق نے سنہ ۳۵۸ میں ایتھنز میں شورش برپا کی تھی اور اب ان کی اس مصیبت پر عام لوگ خوش ہو رہے تھے لیکن ڈیموس تھینیز نے اہل ایتھنز پر زور دیا کہ وہ اپنے کینہ کو دل سے نکال ڈالیں اور ہر جگہ جمہوریت کے حامی و محافظ ہونے کی روایتی روش اختیار کریں اور یہ خیال کریں کہ اگر اسی طرح یونان کی تمام سلطنتوں میں عدیدی حکومتیں قائم ہو جائیں اور ایتھنز کی حکومت جمہوریہ یکہ و تنہا رہ جائے تو اسے کیسا خطرہ پیش آ جائیگا۔ اس کی دلیل یہ تھی کہ آرٹیگزرسس کو حال ہی میں جن تباہیوں کا سامنا ہوا ہے ان کی وجہ سے یہ توقع تھی کہ وہ خود یا آرتیمیسیا اس جزیرے میں اہل ایتھنز کے دوبارہ قائم ہو جانے کی سختی کے ساتھ مخالفت کر سکیں لیکن اس میں بھی

کچھ شک نہیں کہ روڈز کے معاملات میں اتھینز کے مداخلت کرنے کی صورت میں کیریا یا ایران سے جنگ ہو پڑنے کے خطرے کو ڈیموس تھینیز نے کم کر کے دکھایا تھا۔ بہرنوع اس قسم کی مداخلت ایوبیولس کی حکمت عملی کے قطعاً مخالف تھی اور اس موقع پر قوم کا خیال بھی بحیثیت مجموعی اسی کی جانب مائل تھا۔ ڈیموس تھینیز کی فیاضانہ مگر غالباً غیر مصلحت آمیز التجا ناکام رہی اور کئی برس بعد بھی وہ کاس اور روڈز کا کیریا کے ماتحت کی حیثیت سے ذکر کرتا ہے۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد خود آرتیمیسیا کا انتقال ہو گیا اور کہا جاتا ہے کہ ماسولس کے رنج و صدمہ کی وجہ سے یہ موت واقع ہوئی۔ ڈیموس تھینیز نے بڑی فکر و سعی کے ساتھ مجلس کے سامنے ان تینوں تقریروں میں جن پر ابھی بحث ہو چکی ہے غیر جانبداری کی شان قائم رکھنے کی کوشش کی ہے اور اس وجہ سے یہ تقریریں نسبتہً کسی قدر کمزور اور بعض بعض موقعوں پر بالکل عالمانہ انداز کی ہو گئی ہیں لیکن جیسا کہ ہم دکھا چکے ہیں وقتاً فوقتاً اس کی قوت تخیل اپنا زور دکھا جاتی ہے اور وہ اتھینز سے اپنے گزشتہ کارناموں کے نام روشن رکھنے کی التجا کرنے لگتا ہے لیکن پھر بھی اس وقت کے عام نمائشی محبان وطن کی تقریروں اور ان تقریروں میں یہ فرق ہے کہ ڈیموس تھینیز اس امر پر زور دیتا ہے کہ اس قسم کی حکمت عملی کے اختیار کرنے کی صورت میں ہر شہری کو بہ نفس نفیس کام کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کہ حب الوطنی کے جذبات بغیر شخصی قربانی کے بالکل بیکار ہیں۔ ان تینوں میں سے آخری تقریر میں اس نے بہت سختی کے ساتھ اپنے مخالفین کے روایات اتھینز کے توڑنے اور اپنے سامعین کو ان اصولوں پر (جن کا وہ ادعا کرتے ہیں) کاربند ہونے کے لئے آمادہ کرنے کی دشواری دونوں باتوں پر زور دیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس نے آرکیڈیا کے ساتھ معاملہ کرنے اور اہل روڈز کی التجا کے متعلق کارروائی کرنے دونوں باتوں میں جس حکمت عملی پر زور دیا ہے وہ اقتضائے وقت کے اعتبار سے غالباً غیر دانشمندانہ تھی۔ یہ بہت ہی نامناسب ہوتا کہ تھوڑے ہی زمانہ بعد جن قوتوں اور جن رقموں سے فیلقوس کے خلاف کام لینا یقینی تھا ان کو دوسری طرف صرف کر دیا جاتا۔ ڈیموس تھینیز کو

ابھی ایک مدبر کی حیثیت سے بہت کچھ سیکھنا تھا۔ ان تقریروں میں اگرچہ دو ایک جگہ حریصانہ ابن الوقتی کی جھلک بھی نظر آجاتی ہے جو بالقصد اس غرض سے اختیار کی گئی تھی کہ مجلس یہ خیال کرے کہ مقرر معاملات دنیا کا سمجھنے والا شخص ہے تاہم ڈیموس تھینیز کی تمام زندگی کے اعتبار سے ان ابتدائی تقریروں کی اہمیت ان امور میں مخفی ہے کہ ان سے جن قومی فرائض کے احساس کا اظہار ہوتا ہے وہ برابر بڑھتا جاتا ہے۔ چند اہم اصول جیسے کہ توازن قوت کا مسلمہ اور اہل ایتھنز کی سی حکومت جمہوریہ کے ساتھ شاہی و عدیدی حکومتوں کی لازمی مخاصمت وغیرہ بہت صاف طور پر بیان کیے گئے ہیں اور گزشتہ تجربات سے سبق حاصل کرنے کی جا بجا درخواست کی گئی ہے۔ ان مباحث کے متعلق یہ تقریریں اس طویل سلسلہ کی پہلی کڑی ہیں جن میں انھیں خیالات کا پتہ چل سکتا ہے۔

محصولوں کے بقایا کے وصول کرنے کے متعلق جو کمیشن مقرر کیا گیا تھا اور جس کی کارروائی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس میں اینڈروٹین کے ساتھ ٹماکریٹس بھی شامل تھا۔ ٹماکریٹس پر جو نالش ہوئی اس کے بھی مختصر تذکرہ کی ضرورت ہے۔ اگر اور کسی وجہ سے نہیں تو صرف اس وجہ سے کہ اس سے اہل ایتھنز کی عام زندگی کے بعض نمایاں خصوصیات واضح ہو جاتے ہیں۔ اینڈروٹین کے مقدمہ کی طرح جسے اس مقدمہ کی اپیل اور اسے اُس کا نتیجہ سمجھنا چاہیے اس مقدمہ میں بھی ڈیوڈورس کی تقریر ڈیموس تھینیز نے ہی لکھی تھی۔

۳۵۵ میں اہل ایتھنز نے ماسولس (شاہ کیریا) کے پاس ایک سفارت روانہ کی جس کا مقصد شاید یہ تھا کہ ایتھنز کے سرکش حلیفوں کی مدد کرنے پر روڈز کے معاملات میں دخل دینے کے خلاف اعتراض کیا جائے۔ اینڈروٹین میلانوپس اور گلاسٹس سفیر بنا کر بھیجے گئے تھے اور جس جہاز پر انھوں نے سفر کیا اس کے ناخدا آرکیبیس اور لیسیتھیڈیس تھے، راستہ میں انھوں نے مصر کے ایک تجارتی جہاز کو گرفتار کر لیا اور اسے ایتھنز میں لے آئے۔ مجلس ملکی نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ ایتھنز اور شاہ ایران کے دوستانہ تعلقات ہیں اور مصر نے شاہ کے خلاف

بغاوت کر دی تھی اس لئے اہل مصر ایتھنز کے دشمن ہیں اور ان کا جہاز ایک جائز مال غنیمت ہے (حالانکہ ابھی چند ہی روز پیشتر ایتھنز کے سپہ سالار و سپاہی مصریوں کو مدد دے چکے تھے)، اس تصفیہ کے بموجب رقم غنیمت سلطنت کو ملنا چاہیئے تھی اور یونانی جہاز کے دونوں ناخدا قانوناً اس کے ادا کر دینے کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے۔ کچھ ہی دنوں قبل سلطنت کے قرضوں کی تحقیقات کے لئے ارسٹوفن کی تحریک پر ایک کمیشن مقرر ہوا تھا، ایوکٹیمن نے اس کمیشن کے روبرو ان لوگوں کو اس رقم کی ادائی کا (جو ساڑھے نو ٹیلنٹ تک پہنچتی تھی) ملزم قرار دیا اور بعد کو یہ تجویز کی کہ ان کو اس رقم کے ادا کر دینے کے لئے حکم دیا جانا چاہیئے مگر چونکہ یہ مسلم تھا کہ رقم اینڈروٹین میلانوپس اور گلاسٹس کے ہاتھوں میں تھی اس لئے ناخداؤں کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق عدالت کے روبرو بحث پیش کریں کہ آیا وہ اس کی ادائی کے ذمہ دار ہیں یا سفرا۔ اینڈروٹین کو ایوکٹیمن کے حکم کے ناجائز ثابت کرنے میں ناکامی ہوئی اور ان تینوں نے رقم کی ادائی سے بچنے کے لئے مختلف حیلے نکالے مگر سب بیکار گئے۔ آخر ۳۵۳ق م میں انھوں نے دیکھا کہ اب کوئی چارۂ کار سوا اس کے باقی نہیں رہا کہ یا تو یہ لوگ یہ قرض فوراً ادا کر دیں یا عدالت ایک ایسی رقم کی ادائی کا حکم دے دے جو اصلی قرضہ سے تین گونہ زائد ہو۔ آخر الذکر صورت میں رقم کی ادائی تک انھیں قید رہنا پڑتا۔ اس لئے انھوں نے ٹماکریٹس سے ایک قانون یہ تجویز کرا دیا کہ سلطنت کا کوئی مقروض جسے قید کا (اور اس کے ساتھ ہی ادائی رقم کا بھی) حکم دیا گیا ہو بقدر قرضہ اپنی ذات یا اپنے دوستوں کی ضمانت دیسکتا ہے اور قرض کی ادائی کے لئے اسے سال رواں کے ایک مہینہ قبل تک کی اجازت ملنا چاہیئے اس مدت کے گزر جانے کے بعد اس کی ضمانت ضبط ہو جائے اور وہ خود قید کر دیا جائے۔ اس قانون کو سازشی طور پر پردہ ہی پردہ میں منظور کر دینے کے لئے ایک شخص ایکرسٹس نامی کو یہ ترغیب دی گئی کہ وسط جولائی ۳۵۳ق م کی مجلس ملکی میں وہ یہ تجویز پیش کرے مجلس وضع قوانین کے دوسرے دن ہی طلب کرنے کا حکم نافذ کیا جائے جس کے لئے عذر یہ

بیان کیا گیا کہ پیناتھینیا کے میلے (Panathenaca) کے لئے جو رقم منظور کی گئی ہے وہ ناکافی ہے، چنانچہ مجلس وضع قوانین کا انعقاد ہوا اور پیناتھینیا کے میلے کے متعلق تو کچھ نہ ہوا مگر ٹماکریٹس کا قانون کسی نہ کسی طرح منظور ہو گیا۔ ڈیوڈورس اور ایوکٹیمن نے اس قانون کے ناجائز ہونے کا دعویٰ کر کے ٹماکریٹس پر مقدمہ چلا دیا اور یہ مقدمہ غالباً اوائل سنہ ۳۵۳ میں ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ یہ قانون ناجائز تھا اور محض اینڈروٹین اور اس کے رفقا کو روز بد سے بچانے کا ایک حیلہ تھا۔ ڈیموس تھینیز نے اس مسئلہ سے متعلق جو دلائل پیش کئے وہ نہایت قطعی و دلنشین تھے اس لئے اس امر کا اور زیادہ افسوس ہوتا ہے کہ (لیپٹائنس کے خلاف والی تقریر کی طرح) اس تقریر میں بھی بہت سے دوسرے دلائل ایسے نتائج کے خلاف پیش کئے گئے جن کے اس قانون سے پیدا ہونے کا کوئی خواب بھی نہیں دیکھتا تھا اور اگر اس سے یہ نتیجے اخذ کئے جا سکتے تھے تو صرف اسی طرح کہ قانون بہت عجلت میں اور بہت وسیع الاثر مفہوم میں مرتب کیا گیا تھا۔ وہ ہر امر کو ٹماکریٹس و اینڈروٹین کے خلاف اس طرح کھینچ تان کر بیان کرتا ہے کہ کم از کم ان کے واقعی و حقیقی ہونے کا تو یقین ہی نہیں ہوتا اور برا اثر تو ضرور ہی پڑتا ہے[1] مگر اس کے ساتھ ہی قانون کی واقفیت اور طرز ادا کے قطعی موثر ہونے کی کمال خوبی بھی ظاہر ہوتی ہے اور جابجا تحریر کے نمایاں و واضح ٹکڑوں سے اس کی آیندہ کی بہترین تقریروں کا قبل از وقت اظہار ہوتا ہے[2] ہم نہیں جانتے کہ اس مقدمہ کا نتیجہ کیا ہوا۔ اگر ٹماکریٹس پر کوئی جرمانہ عائد کیا گیا تو یہ اغلب ہے کہ وہ اس قدر سخت نہیں تھا کہ اسے جلاوطن ہو جانا پڑے کیونکہ عام طور پر

---

[1] اس تقریر کا جو نسخہ موجود ہے وہ دو تقریروں یا ایک ہی تقریر کے دو مرتبہ مرتب کئے جانے کا مجموعہ مرکب معلوم ہوتا ہے مگر اسکی صحیح تاریخ بالیقین ترتیب نہیں پا سکتی۔ اس تقریر کا ایک جزو اینڈروٹین کے خلاف والی تقریر کے ایک بڑے حصہ کا اعادہ ہے اور اس میں بہت ہی کم تغیر کیا گیا ہے۔

[2] مثلاً فقرہ ۲۰۰ کی لانگینس سے بہت ہی ثنا و صفت کی ہے۔

یہ گمان کیا جاتا ہے کہ یہی ٹماکریٹس ہے جس نے چند برس بعد ڈیموس تھنیز کے خلاف میڈیاس کی تائید کی تھی۔ اینڈروٹین اور اس کے رفقا پر جو رقم واجب الادا تھی اسے انھوں نے فی الواقع ٹماکریٹس پر مقدمہ چلنے کے قبل ہی ادا کر دیا تھا اور اگرچہ اس سے ٹماکریٹس اس قانون کے تجویز کرنے کے جرم سے بری نہیں ہو سکتا تھا مگر اس سے یہ ہو سکتا تھا کہ تاوان کے مقرر کرنے میں جوری نرمی سے کام لے۔ خود اینڈروٹین ۳۴۶؁ تک ایتھنز میں کاروبار میں مصروف تھا۔

* * *

تعلیقات باب چہارم

(۱) مجلس ملکی میں کوئی تجویز ایسی نہیں پیش کی جا سکتی تھی جو موجود الوقت قوانین کے خلاف ہو۔ اس قسم کی تحریک کے لئے مجوز پر بذات خاص مقدمہ چل سکتا تھا (اگرچہ ایسا مقدمہ سال کے اندر ہی ہونا چاہیئے تھا) اور جوری کے سامنے مقدمہ کی سماعت کے بعد یہ قانون ہمہ وقت منسوخ کیا جا سکتا تھا۔ یہ قاعدہ قوانین کے باہم گر متضاد ہو جانے سے محفوظ رہنے کے لئے بنا تھا اور اس خطرے سے بچنا بھی منظور تھا کہ کسی قابل مقرر کی تقریر سے گمراہ ہو کر قوم خود اپنی مرضی کے خلاف (جو موجود الوقت قانون میں مرتسم سمجھی جاتی تھی) کارروائیاں منظور نہ کر لے۔

(۲) لیپٹینیس کے قانون کی غایت صاف نہیں ہے۔ یہ مشکل ہے کہ وہ مالیات کی کسی اہم کارروائی سے متعلق رہا ہو۔ یہ صحیح ہے کہ اس کی تمہید میں یہ بیان دیا گیا تھا کہ یہ قانون اس غرض سے وضع کیا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ دولتمند اشخاص بار کو برداشت کریں اور جو لوگ معافی کا فائدہ اٹھا رہے تھے وہ کم و بیش دولتمند ہی اشخاص تھے مگر نسبتہً بہت ہی تھوڑے سے تھے۔

اس بار کو تھوڑی سی زائد تعداد کے اوپر تقسیم کر دینے سے بقیہ لوگوں کو بہت ہی کم مدد ملتی اور سلطنت کے عام محاصل کو کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ نہ اس قانون کی یہ وجہ قرار دیجا سکتی ہے کہ اہل جمہوریت کو موروثی امتیازات سے تنفر تھا۔ درحقیقت معافیاں اکثر خود شخص موجودہ اور اس کے اخلاف کے لئے ہوتی تھیں مگر ایسی کوئی شہادت نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ سلطنت کا اپنے کسی ممتاز خدمتگزار کے اخلاف کو اس امتیاز کا دینا اہل اتھنز کے نزدیک جمہوریت کے منافی تھا۔ زیادہ اغلب یہ ہے کہ بہت سے بدنام کنندہ واقعات ایسے ہوئے ہوں گے کہ نااہل لوگوں کو یہ امتیاز حاصل ہو گیا ہوگا' یا یہ کہ قریب زمانہ میں یہ امتیاز ایسے لوگوں کو زیادہ کثرت سے دیا گیا ہو (جیسے زبردست سپہسالار وغیرہ) جن کی طرف سے اہل جمہوریت کو اشتباہ تھا۔

(۳) فرینکوٹ کی تصنیف یونانی شہروں کے مالیات (Des Finances pes Cities Gregues) دیکھنا چاہیئے۔ ایوبیولس کے قانون اور اس کی حکمت عملی کے متعلق میں نے جس قدر حالات دیکھے ہیں ان میں فرینکوٹ کا بیان سب سے زیادہ قابل اطمینان ہے۔ اس نے یہ ظاہر کیا ہے کہ وقتاً فوقتاً اس قانون سے بچنے کی صورت' احکام سے نہیں بلکہ خاص قوانین کے ذریعہ سے نکال لی جاتی تھی جن میں چھوٹے چھوٹے ضروری اخراجات' تاج وغیرہ عطا کرنے کی منظوریاں ہوتی تھیں اور چھوٹے چھوٹے معاملات میں اور بھی بہت سے پہلو اس سے اغماض برتنے کے موجود تھے لیکن جنگ کے لئے غ کسی بڑی رقم کی منظوری کی تجویز یقیناً مقدمہ قائم ہو جانے کی مستوجب ہوتی۔

(۴) ڈایونیسیس نے اہل روڈز سے متعلقہ تقریر کو ۳۵۱؁ میں قرار دیا ہے بچیر اور دوسرے اشخاص اسکی تاریخ اس بنا پر ایک یا دو برس پہلے بتاتے ہیں کہ اس میں فیلقوس کا ذکر نسبتہً بہت کم ہوا ہے' اور ان کا گمان یہ ہے کہ "مخالف فیلقوس تقریروں کے دور" کے سال اول میں ایسا ہونا اتفاق کی حد سے بڑھا ہوا ہے۔ لیکن فیلقوس کیطرف اشارہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مخالفین کی رائے میں نہ سہی مگر مقرر کی رائے میں فیلقوس ایک بہت ہی خطرناک دشمن تھا سابقہ تاریخ کے متعلق دوسرے دلائل اس سے بھی کم موثر و یقینی ہیں۔

باب پنجم

فیلقوس کا عروج

گزشتہ باب میں جن واقعات کا ذکر ہوا ہے ان میں سے بعض واقعات کے وقوع پذیر ہونے کے بیشتر اہل ایتھنز اور شاہ مقدونیہ میں کشمکش کا آغاز ہو چکا تھا۔

قدیم مقدونوی ایک مخلوط نسل سے تھے اور اس بارے میں علما کی کوئی متفقہ رائے نہیں ہو سکی کہ ان میں اور اہل یونان میں کس درجہ تک اشتراک نسل موجود تھا۔ خاص اہل مقدونیہ اس نشیبی خطہ میں آباد تھے جسے دریائے آکسیس اور ہالیکمن سیراب کرتے ہیں اور جو پہاڑوں اور سمندر کے درمیان واقع ہے۔ ان کا دارالسلطنت پیلا تھا مگر زیادہ قدیمی مرکز اور ان کے بادشاہوں کا مدفن اڈیسہ تھا۔ وہ لوگ کم و بیش اقامت گزین زراعت پیشہ تھے جو اپنی اراضی سے ضروریات زندگی مہیا کر لیتے تھے اور اس لئے ممالک غیر سے ان کے تجارتی تعلقات بہت کم تھے۔ یہ لوگ ایک مطلق العنان بادشاہ کی رعایا تھے جو تقریباً ہومر کے زمانہ کے بادشاہوں کا نمونہ تھا۔ وہ اپنی زمین پر بادشاہ کی مرضی سے قابض رہتے اور بادشاہ کے لئے فوجی خدمت کرنے کے پابند تھے اور بادشاہ کے ہر ایک حکم کا بجا لانا ان پر واجب تھا۔ سوائے اس کے کہ موت و حیات کے معاملہ میں جنگ آوروں کی مجلس کو آخری فتویٰ صادر کرنے کا اختیار تھا اور وراثت تخت و تاج کے بارے میں بھی اس مجلس کی رائے کم سے کم اسی قدر وزن رکھتی تھی جس قدر وزن نسب کو حاصل تھا لیکن مرتفع وادیوں میں اور پہاڑوں پر بہت سے قبائل (لنسٹی، آرسٹی، ایلیموٹی) وغیرہ آباد تھے، جو برائے نام تو شاہ مقدونیہ کے زیر فرمان ضرور ہوتے تھے مگر وہ بےچین طبیعت کے لوگ تھے

اور ہمیشہ بغاوت پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ غالباً الیریا والوں کے یہ لوگ تقریباً ہم نسل تھے۔ الیریا والے مقدونیہ والوں سے مغرب کی سمت میں رہتے تھے (یعنے مقدونیہ والے جس زمین پر رہتے تھے اُس کے اور بحر ایڈریاٹک کے درمیان جو ملک پڑتا تھا وہ اہل الیریا کا مسکن تھا) اسی طرح پیونیا والوں سے جو مقدونیہ کے شمال میں رہتے تھے وہ قریب قریب ہم نسل تھے۔ اس کی شہادت بھی کسی قدر موجود ہے کہ خاص مقدونیہ میں تھریس والوں کی کچھ نسلیں آباد تھیں۔

یہ امر تو پانچویں صدی قبل مسیح میں مسلم ہو گیا تھا کہ شاہان مقدونیہ ایک حد تک ضرور یونانی نسل سے تھے کیونکہ افسران اولمپیا نے مقدونی شہزادے سکندر کو اولمپیا کے کھیلوں میں شرکت کی اجازت دی حالانکہ یہ شرکت صرف یونانی (نسل کے) لوگوں تک محدود تھی۔ اُن کی رعایا کی نسبت اس بارے میں ہمیشہ شبہ رہا ہے۔ ایک طرف تو یہ روایت تھی کہ یہ لوگ یا ان میں سے اکثر یونان سے جا کر مقدونیہ میں آباد ہوئے تھے، دوسری طرف ان کو اکثر غیر قوم والا وحشی کہا جاتا تھا کیونکہ وہ تہذیب و تمدن میں اہل یونان سے کمتر درجہ میں تھے اور ان کی زبان کا سمجھنا مشکل تھا۔ (اہالی ایپیرس اور اندرونی حصہ ایٹولیا کے باشندوں کے باب میں بھی یہی شکوک انھیں وجوہ سے تھے) اُس وقت کی مقدونی زبان کے الفاظ کی کمیابی اور اس امر کے غیر متیقن ہونے سے کہ اُس میں خالص یونانی زبان کے کس قدر الفاظ مستعار لے لئے گئے تھے ہم اس زبان کے بولنے والوں کی قومیت کے باب میں بھی کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے، اور اس وقت ہمیں صرف اس ظن غالب پر قناعت کرنا چاہئے کہ باشندگان مقدونیہ ایک جانب تو اہل الیریا سے اور دوسری جانب یونانیوں سے قریب کا رشتہ رکھتے تھے اور یہ دونوں نسلیں (اور ان کے ساتھ دوسری نسلیں بھی) مختلف نواح میں مختلف تناسب سے مخلوط تھیں۔

البتہ ایک خصوص میں اہل مقدونیہ اور تمام یونانیوں (ان یونانیوں کے سوا جو تہذیب میں بہت ہی پیچھے تھے) سخت تضاد تھا۔ وہ یہ کہ ان کی تنظیم

قبیلہ وار اور نیم جاگیردارانہ تھی اور مثل یونانیوں کے شہری حکومتوں میں مرکوز نہیں تھی۔ پہاڑی باشندوں سے ممیز خاص مقدونی باشندوں کی ترتیب اولاً وابتداءً فوجی مقاصد پر مبنی تھی۔ تندرست و توانا زمینداروں سے پیدل سپاہ کا بیشتر حصہ مرتب ہوتا تھا اور ایک کم تعداد جماعت سے جو زیادہ مالدار اور معزز تھی فوج سوارہ قائم کی جاتی تھی اور اس کے لوگ بادشاہ کے "مصاحب" کہلاتے تھے۔ فیلقوس کی تخت نشینی کے وقت ان مصاحبان شاہی کی تعداد غالباً چھ سو رہی ہوگی۔ ان میں سے ایک خاص منتخب گروہ جس کی تعداد غالباً سو سے نیچے تھی بادشاہ کی ذات خاص کے مصاحب تھے اور اہل مقدونیہ کی انتہائی آرزو یہی ہوتی تھی کہ اس منتخب گروہ میں پہنچ جائیں، لیکن اس فوجی ترتیب میں پہاڑوں کے قبیلوں کی شرکت نہیں تھی۔

ساحل سمندر پر یونانیوں کی نوآبادیاں اہل مقدونیہ کے آزادانہ عمل کو روکے رکھتی تھیں۔ جنگ پیلوپونیس کے دوران میں شاہ پرڈیکاس دوم باوجود اپنی سیاسی طباعی کے ان زنجیروں کو نہ توڑ سکا۔ اس کے جانشین ارکیلاس نے اپنی سلطنت کو ضروریات وقت کے مطابق ترقی دینے میں مختلف طرح پر کوششیں کیں۔ چنانچہ اس نے سڑکیں بنوائیں اور قلعوں کا ایک سلسلہ قائم کیا اور تمام بے ترتیب عناصر آبادی کو ایک قومی سپاہ میں مجتمع کرکے ان میں اتحاد پیدا کرنے کی بھی غالباً کوشش کی۔ وہ یونانی تہذیب کا بھی مداح تھا اور یونان کے اہل علم کو اپنے دربار میں آنے اور ٹھیرنے کی ترغیب دیتا رہتا تھا۔ چنانچہ یوریپیڈیز اور آگاتھن نے دربار میں اپنی عمریں تمام کر دیں۔ ٹیموتھیس شاعر اور زیوکسیس نقاش بھی بلائے گئے تھے۔ سقراط بھی مدعو ہوا تھا مگر اس نے وہاں جانے سے انکار کر دیا لیکن ارکیلاس کی ان تمام کوششوں کا کچھ پائدار اثر نہیں ہوا اور ۳۹۹؁ ق م میں اس کی موت پر جو طوفان برپا ہوا اس میں اس کی تمام ترقی رائگاں گئی۔ ساحلی قصبات اولنتھس اکانتھس ایمفی پولس کی طاقت بڑھ گئی اور باوجود اس کے کہ ۳۷۹؁ ق م میں اسپارٹا کی مداخلت کی وجہ سے ان کی قوت عارضی طور پر گھٹ گئی تھی مگر

پھر بھی اولنتھس لیگ کی طاقت بڑھتی گئی اور وہ مقدونیہ کے منصوبوں میں ہمیشہ سدّ راہ رہا۔

امنتاس سوم جس نے (گو وقفوں کے ساتھ مگر) ۳۹۳ سنہ ق۔م سے ۳۶۹ سنہ ق۔م تک حکومت کی وہ ایتھنز سے عموماً دوستانہ برتاؤ رکھتا تھا اور ایمفیپولس پر ایتھنز کے حق کو تسلیم کرتا تھا۔ اس نے لنسٹیا کی شہزادی یوریڈیکی سے شادی کی جس سے اس کے تین لڑکے سکندر، پرڈیکاس اور فیلقوس ہوئے۔ فیلقوس ۳۸۲ سنہ ق۔م میں پیدا ہوا تھا۔ سکندر جو ۳۶۹ سنہ ق۔م میں امنتاس سوم کا جانشین ہوا ایک ہی سال حکومت کرنے کے بعد قتل ہو گیا اور نوجوان پرڈیکاس کو دعویدار سلطنت پاسینیاس کے مقابلہ میں محض افکریٹس کی مدد سے (جس سے یوریڈیکی نے استمداد کی تھی) تخت و تاج حاصل ہوا، اور پرڈیکاس سوم کے اوائل عہد میں ٹالیمی (ساکن الورس) جو یوریڈیکی کا داماد اور آشنا تھا بطور متولی کے حکومت کرتا تھا اور جب ۳۶۷ سنہ ق۔م میں تھیبنز کے سپہ سالار پلوپڈاس نے پیلا پر براہ تھسالیہ فوج کشی کی تو ٹالیمی نے اس سے ایک معاہدہ کیا جس کے ایفا کی ضمانت کے لئے اسے فیلقوس کو جس کی عمر اس وقت پندرہ سال کی تھی منجملہ اور یرغمال کے حوالہ کرنا پڑا۔ فیلقوس کو تھیبنز پہنچایا گیا اور وہاں وہ پامینس کے مکان میں ۳۶۲ سنہ تک رہا اور اسی سال میں وہ رہا ہو کر مقدونیہ کو واپس آیا۔ پرڈیکاس بھی آرکیلاس کی طرح ادب و فلسفہ کی جانب مائل تھا اور افلاطون کا ایک شاگرد ایوفریس ایک مدت تک اس کا مشیر خاص رہا لیکن افکریٹس کی مدد اور ایتھنز کے کچھ زمانہ تک مخالف رکھنے کے باوجود (جس کے لئے ٹموتھیس نے اسے آمادہ کیا تھا) جب ایمفیپولس نے اپنے کو ایتھنز سے آزاد رکھنے کے لئے جدوجہد شروع کی تو اس نے ایمفیپولس کو مدد دی۔ پرڈیکاس ۳۵۹ سنہ میں پہاڑی قبائل کی بغاوت میں مارا گیا۔ یہ بغاوت شاید خود یوریڈیکی نے اس انتقام میں مشتعل کر دی تھی کہ ٹالیمی بادشاہ کے حکم سے قتل کر دیا گیا تھا۔

اہل مقدونیہ نے پہلے تو اس کے خورد سال بیٹے کو فیلقوس کی زیر تولیت بادشاہ مشتہر کر دیا مگر بہت جلد ایک مضبوط شخص کی ضرورت محسوس کر کے بادشاہت

خود فیلقوس کی طرف منتقل کر دی اور کہا جاتا ہے کہ فیلقوس نے بادشاہت کو جبراً قبول کیا تھا۔

فیلقوس ہنوز صرف تئیس ۲۳ سال کا تھا مگر اوائل عمر میں اسے جو تجربات حاصل ہو گئے تھے ان سے اس نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اسے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی تھی کہ صرف سخت گیری سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اور اگر وہ مقدونیہ پر باطمینان حکومت کرنا چاہتا ہے تو اسے (حصول مقصد کے) ذرائع کے اچھے برے ہونے کی زیادہ پروا نکرنا چاہیئے۔ تھیبز میں قیام کی بدولت اسے ایپمینانڈس اور پلوپیڈاس کی کامیابیوں اور طریقوں کو بغور دیکھنے کا موقع مل گیا تھا۔ ان میں سے ایک تو فن سپہ سالاری اور اعلیٰ علم و تہذیب کا نمونۂ مجسم تھا اور دوسرا اپنے زمانہ کا سب سے زیادہ بیباک و شجاع سپاہی تھا۔ اس وقت کی دنیائے یونان میں ایک زبردست شخص کے لئے جیسے غیر محدود مواقع بالکل کھلے پڑے تھے وہ ان کی قدر و قیمت سے آگاہ اور ان ترقیوں سے واقف ہو گیا تھا جو یونانی افواج کی قدیمی تنظیم و ترتیب میں حال میں واقع ہوی تھیں۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ کسی زبردست فوج کا سپہ سالار جو جذبۂ قلبی اور فایدۂ مادی کے ذریعہ سے اپنے سپاہیوں کو اپنے ساتھ وابستہ رکھے اور نہ صرف قواعد و انضباط سے اپنی فوج کو مربوط رکھے بلکہ جنگ کے ایسے طریقے ایجاد کر سکے جس سے اس کی فوج کو ان لوگوں کی فوجوں پر فوری فوقیت حاصل ہو جائے جو مروجہ طریقوں کے زیادہ پابند ہوں، ایسے سپہ سالار کی کامیابی فی الواقع یقینی تھی۔

علاوہ بریں فیلقوس اپنے کام کا آدمی تھا۔ وہ بیخوف و قوی العزم شخص تھا۔ ادھر اُدھر دو ایک شکست کھا جانے یا خود اپنی ذات کو ضرر پہنچ جانے سے وہ اپنے مقصد سے دست بردار ہونے والا نہیں تھا۔ وہ مختلف الطبائع اشخاص اور مختلف الاقسام سلطنتوں سے معاملہ کرنے میں ہوشمند و چالاک تھا۔ جہاں کوئی مقصد بہتر طریقہ پر صبر و توقف سے حاصل ہو سکتا تھا وہاں جلد بازی نہ کرتا تھا اور جہاں دغا سے کام چل سکتا تھا

وہاں جنگ و پیکار سے کام نہ لیتا تھا۔ بس اُس زمانہ میں کسی بلند حوصلہ و دور رس حکمت عملی کی انجام دہی کے لئے وہ بالکلیہ موزوں شخص تھا۔ علاوہ بریں اس کی شخصیت بھی دلکش تھی اور اس کی دلکشی کا اثر نہ صرف ان درشت مقدونی سپاہیوں پر پڑتا تھا جن سے وہ بے تکلفی سے ملتا تھا، بلکہ یونانی سلطنتوں کے وہ ذی علم و مہذب نمایندے بھی جو کسی معاملہ میں اس سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجے جاتے تھے اُس سے متاثر ہوتے تھے۔ تھیبز کے زمانہ قیام میں علاوہ اور مفید باتوں کے اُس نے یونانی ادب و شائستگی کی قدر کرنا بھی سیکھ لیا تھا۔ وہ ڈراما کے ماہروں کو ہمت دلاتا تھا کہ اُس کے دربار میں جو پیلا کے شہر میں ہوتا تھا آیا کریں۔ اور جب وقت آیا تو اس نے اپنے نوجوان بیٹے سکندر کی اتالیقی کے لئے خود ارسطو کو مقرر کیا۔ وہ ایک قابل و با اثر مقرر تھا اور خود ایتھنز کے مقررین اس کی پر زور فصاحت کی قوت کے قائل تھے۔ وہ اگرچہ برے مشاغل سے آزادانہ حظ اٹھاتا تھا مگر یہ رنگ رلیاں اکثر ایسے موسموں میں ہوتی تھیں جو کسی سیاسی منصوبے پر عمل کرنے کا زمانہ نہ ہوتے تھے اور اس کی عشق بازی سے نہ خود اس کے برداشت شدائد پر کوئی اثر پڑتا تھا (کیونکہ اس کا جسم لوہے کا تھا) اور نہ اس کے سپاہیوں پر جبکہ وہ اپنے مثل اُن سے سختی جھیلنے کا متوقع ہوتا تھا اپنے مقاصد کے حصول میں کوئی فرق ہوتا تھا تو وہ ترغیب دہی کے دوسرے ذرائع کے بہ نسبت روپیے سے بھی کچھ کم کام نہیں لیتا تھا۔ اس کی فیاضی اسراف کی حد کو پہنچی ہوی تھی اور اس کے بعد کے لوگ یہ یقین کرتے تھے کہ اس نے اپنی زر پاشی سے اس سے کم فتوحات نہیں حاصل کئے جیسے فتوحات بزور اسلحہ حاصل کئے۔ ڈیموس تھینیز نے اگرچہ اس کی بعض مواقع کی عہد شکنی کو بہت مبالغہ سے بیان کیا ہے مگر اس میں شک نہیں ہے کہ وہ اپنے حصول مقاصد میں فریب سے کام لیتا تھا فیلقوس نے جن بعض طریقوں سے کام لیا اور اپنی خانگی زندگی میں اس نے جن آزادیوں کو روا رکھا ہے، ان پر زمانہ قدیم و جدید کے ناقدین اپنے اخلاقی معیار کی بنا پر

---

[1] تعلیق ۲-

تاسف کرینگے مگر زمانۂ حال کی سیاسی جنگ میں بھی دغا و رشوت اس طرح بالکلیہ معدوم نہیں ہوگئے ہیں کہ فیلقوس کے ان ذرائع سے کام لینے کی وجہ سے ہم ایک ایسے زبردست شخص کی قدر کرنے سے قطعاً انکار کر دیں جس نے ہر ایک اوزار سے (جو کاملاً اس کی قدرت میں تھے) ہوشیاری۔ قطعیت اور ہمت کے ساتھ اپنے عظیم الشان کھیل میں کام لیا اور جن لوگوں سے اسے سابقہ پڑا اور ان سے معاملات کرنے میں اسے جس یقینی طریق کو استعمال کرنا چاہیئے تھا ان دونوں کے سمجھنے میں اس نے شاذ و نادر ہی غلطی کی۔

ہم کو اس کا علم نہیں کہ فیلقوس نے اس حکمت عملی کو کس قدر جلد سوچ لیا جس پر عمل کرتے رہنا اُس کی تمام زندگی کا کارنامہ ہوگیا، اس میں شک نہیں کہ فوج کی تنظیم جدید اور معرکہ آرائی کے طریقوں کی ترقی دہی پر سب سے پہلے اس کی نظر پڑی۔ زیادہ زمانہ نہ گزرا ہوگا کہ وہ دنیائے یونان کے فتح کرنے پر کمربستہ ہوگیا ہوگا اور ہر صورت میں اس سے تو وہ اول ہی سے آگاہ ہوگیا ہوگا کہ جبتک مقدونیہ ان یونانی نو آبادیوں سے جن پر اس کا کوئی اقتدار نہیں ہے اور ان جنگجو وحشی قبائل سے جو ہنوز مطیع نہیں ہوئے ہیں گھری ہوئی ہے اس وقت تک وہ کاملاً خود مختار نہیں ہوسکتی۔ مشرق قریبہ کی فتح کا خیال غالباً بعد کو اس وقت اس کے دل میں پیدا ہوا ہے جب اس کی فوج پورے کمال کو پہنچ گئی تھی اور یونان پر اس کی سیادت اتنی کافی ہوچکی تھی گویا مکمل ہوگئی تھی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ خیال آٹیاکریٹس نے پیدا کیا ہو۔

بہرحال یہ جو کچھ بھی ہو، فوج کی تنظیم اس کا پہلا کام تھا اس نے مملکتی بنیاد پر فوج کے دستے تیار کئے جو مقامی حب الوطنی سے مربوط تھے اور پھر یہ حب الوطنی زیادہ وسیع قومی جذبہ کی طرف رہنمائی کرتی تھی۔ اس نے فوج کے ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں ترقی دینے کے نئے توقعات پیدا کئے اور اس سے فرداً فرداً سپاہیوں کی حوصلہ مندی کو ادھر متوجہ کرلیا، فوج کے سب سے اعلیٰ درجہ اور اس کے ساتھ تمام مدارج کے

ارتقائی زینوں کو اپنی ذات تک پہنچایا۔ (اور ان تمام تدابیر سے) اس نے ایک متحدہ قومی فوج پیدا کر دی جسے اس نے بیدردانہ مشق اور جنگجوئی کے ذاتی تجربات کے زیر عمل لاکر نہایت کار آمد بنا دیا۔ پیدل سپاہیوں کے لئے زیادہ لمبے نیزوں کے استعمال سے اس نے اپنی صف جنگ کو بوقت مقابلہ دشمن پر بڑی فوقیت دیدی۔ اس کی سوارہ فوج نقل و حرکت کی مہارت میں انتہائی حد کو پہنچی ہوئی تھی اور خود اس کی ماہرانہ قیادت کے تحت میں اکثر اس فوج سے اس طرح کام لیا جاتا تھا کہ نازک مواقع پر اسی کی کارروائی سے جنگ کا فیصلہ ہو جاتا تھا اور اس فوج کو میدان کارزار میں وہ اہمیت حاصل ہوگئی تھی جو یونان کی معرکہ آرائیوں میں سواروں کو بہت کم حاصل تھی۔ مزید براں اس زمانہ کے انجنیروں نے آلات محاصرہ میں جو ترقیات عظیم پیدا کئے تھے ان سے اس نے فائدہ اٹھایا اور اس کی سوارہ پیدل فوجوں کے ساتھ تیر اندازوں اور دوسرے اقسام کے ہلکے دستوں کا بھی ضمیمہ لگا رہتا تھا تاکہ وہ ہر ایک ناگہانی امر کے لئے تیار رہے۔[1]

سب سے بڑھ کر یہ کہ فیلقوس کی فوج ایک مستقل فوج کے طور پر مربوط رہتی تھی پہلے تو اس سے ضرور بد دلی پیدا ہوئی ہوگی اور ڈیموس تھینیز نے اولنتھس سے متعلق دوسری تقریر میں مقدونیہ کے جذبات کی جو کیفیت دی ہے اس میں کچھ صداقت ہوگی۔

(وہ کہتا ہے کہ) اے ایتھنز کے لوگو! یہ نہ خیال کرو کہ فیلقوس اور اس کی رعایا کو ایک ہی سی چیزوں سے مسرت ہوتی ہے فیلقوس کو اظہار جاہ و جلال کی ہوس ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی طمع ہے۔ اس نے عمل و خطر کی زندگی کے نتائج کو دیدہ و دانستہ برداشت کرنا اختیار کیا ہے کیونکہ وہ امن و اطمینان کی زندگی کے مقابلہ میں اس شان و عظمت کے حاصل کرنے کو ترجیح دیتا ہے جو اس سے قبل مقدونیہ کے کسی بادشاہ کو نصیب نہوئی ہو، مگر اس کی رعایا

---

[1] فیلقوس کی فوج کے متعلق ہیوگرتھ کی تصنیف "فیلقوس و سکندر مقدونی" صفحات ۵۰ - ۴۹ وغیرہ دیکھنا چاہیئے

اس شان و عزت میں کوئی حصہ نہیں رکھتی۔ ان تمام زیر و زبر مہمات کے مسلسل حوادث کے باعث یہ رعایا دائمی سختیوں سے پریشان ہوگئی ہے اس کو اپنے پیشوں میں مصروف رہنے یا اپنے معاملات پر توجہ کرنے کا موقع نہیں ہے اور بمشکل جو مال یا غلہ قدرے قلیل وہ پیدا کرتی ہے اس کے لئے کوئی بازار نہیں ملتا کیونکہ جنگ کی وجہ سے تجارت کی منڈیاں بند پڑی ہیں۔

اسی تقریر میں ڈیموس تھینیز نے فیلقوس کے اُس رشک و حسد کا بھی ذکر کیا ہے جو اُس کے ماتحتوں کی جانب کسی تعریف کے منسوب کرنے سے اس کو ہوتا تھا اور پالینیس بیان کرتا ہے کہ فیلقوس بزور شمشیر فتوحات حاصل کرنے کی جگہ اسی فتوحات کو زیادہ پسند کرتا تھا جو سیاسی چالوں سے حاصل ہوجائیں کیونکہ جنگی فتوحات سے جو عزت حاصل ہوتی تھی اس میں دوسرے بھی شریک ہوتے تھے، برخلاف اسکے سیاسی چالوں سے جو فتح نصیب ہوتی تھی اس کی عزت اسی کے لئے مخصوص ہوتی تھی مگر ہم یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ فیلقوس اپنے خاص سپہ سالاران اینٹی پیٹر اور پارمینیو کے صفات و کمالات کو پوری طرح تسلیم کرتا تھا۔ ڈیموس تھینیز کے بیانات کے سوا کوئی شہادت ایسی موجود نہیں ہے جس سے خیال پیدا ہوتا ہو کہ فیلقوس اور اس کی رعایا میں حصول مقاصد کے لئے ایک ہی سا جوش نہ تھا اور فیلقوس کے بڑے امتیازات میں اسے بھی ایک امتیاز سمجھنا چاہیئے کہ زیادہ زمانہ نہیں گذرنے پایا تھا کہ اس نے اپنی رعایا میں یہ احساس پیدا کردیا کہ جو عزت اُس کو حاصل رہی ہے اس میں رعایا کا بھی حصہ ہے اور رعایا کے اغراض و فوائد ایسے نہیں ہیں جو فیلقوس کے ساتھ رعایا کی وفاداری میں فرق پیدا کرتے ہوں۔ بہر حال ایک مستقل فوج جو ہر طرح کی قوت سے آراستہ ہو اس کی امکانی زحمتیں اس عظیم الشان فائدہ کے مقابلہ میں کچھ نہ تھیں جو اس فوج کی وجہ سے فیلقوس کو اپنے دشمنوں پر حاصل ہوگیا تھا۔ ڈیموس تھینیز کہتا ہے کہ ”فیلقوس کا جس مقام کے لئے وہ چاہے کوچ کردینا اس طرح کا نہیں ہے جس طرح وزنی ہتھیاروں والی پیدل فوج کے کسی دستہ کا سردار کوچ کرتا ہے بلکہ یہ قدرت اس میں اس وجہ سے ہے کہ اس نے ہلکے سامان والی پیدل فوج سوار، تیر انداز، اجیر سپاہ اور متفرق

لوگوں کا ایک لشکر اپنے ساتھ کر لیا ہے ۔ گرمی جاڑا اس کے لئے ایک ہیں ۔ اور کوئی موسم ایسا نہیں ہے جس میں وہ اپنی فوجی کارروائیوں کو ملتوی کرتا ہو“ پھر کہتا ہے کہ ”ایک مستقل فوج کے اپنے ساتھ رکھنے اور اپنے ارادے کو قبل سے جاننے کی وجہ سے وہ جس پر چاہتا ہے دفعتہ حملہ کر دیتا ہے ۔ برخلاف اس کے ہم اس وقت تک انتظار کرتے ہیں جبتک کہ یہ نہ معلوم کر لیں کہ فی الواقع کوئی معرکہ ہو رہا ہے اور پھر ایک ابتری و پریشانی کی حالت میں لڑائی کی تیاری کرتے ہیں“ ۔ اس کی کامیابی کا اس سے بھی بڑا عنصر سپہ سالاری میں اس کا مطلق العنان ہونا تھا ۔ چنانچہ اس واقعہ پر بھی ڈیموس تھینیز نے کسی قدر زور دیا ہے ۔ مختصر یہ کہ جو لوگ اسکی تعریف کرنے والے تھے اور جو اس سے خائف تھے دونوں پر بہت جلد یہ روشن ہو گیا ہوگا کہ جو شخص اس کا مقابلہ کریگا اُسے ایک غیر معمولی ذہانت کے شخص سے سابقہ پڑے گا جس نے اپنے لئے غیر معمولی فوائد پر قادر ہونے کی حیثیت حاصل کر لی تھی ۔

اپنے عہد کی ابتدا میں اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ احتیاط سے قدم اُٹھائے تخت کی نسبت اس کے حق کو ایک سے زائد دعویداروں نے متنازعہ فیہ بنا دیا تھا مگر اسے مقدونیہ کی فوج کی تائید حاصل تھی جسے اس نے اپنی فصیح البیانی سے رام کر لیا تھا اور اس نے اپنے رقیبوں سے بغیر کسی شدید دشواری کے خلاصی حاصل کر لی ۔ ان میں سے ایک دعویدار آرگیوس کی مدد اتھینز کی سپاہ نے کی تھی، لیکن اتھینز سے مناقشہ برپا کرنے کے لئے فیلقوس کے واسطے یہ وقت موزوں نہ تھا ۔ خود اس کی فوجیں ہنوز مرتب نہیں ہوئی تھیں اور اہل اتھینز نے اسی سال کرسونیس پر اپنی فوقیت کو دوبارہ حاصل کر کے اپنی تجدید قوت کے آثار کا اظہار کر دیا تھا ۔ ادھر خود اس کو پیونیا اور الیریا کے کوہی قبائل سے فوری کشمکش پیش آ گئی تھی ۔ اس لئے اس نے فیاضی کا انداز اختیار کیا اور کسی قسم کا فدیہ طلب کئے بغیر اتھینز کے ان شہریوں کو جو آرگیوس کے شکست خوردہ مؤیدین میں گرفتار ہوئے تھے اتھینز کو واپس بھیجدیا ۔ اُسوقت میں اس نے ایک سفارت بھی اتھینز میں بھیجی ۔[1]

---

[1] ڈیموس تھینیز اور ارسٹا کریٹس ۱۲۱، ڈیوڈورس شانزدہم ۳، ۴ ۔ جسٹن ہفتم ۶ ۔

اور صلح کی خواہش کی، اور چونکہ اہل ایتھنز نے آرگیوس کو اس مفاہمت کے ساتھ مدد دی تھی کہ وہ ایمفیپولس، ایتھنز کو واپس دیدے گا، اس لئے فیلقوس نے بھی اس میں آسانی سمجھی کہ اس شہر پر اہل ایتھنز کے دعوے کو تسلیم کرلے تاکہ بروقت اسے وہ صلح میسر آجائے جس کے قائم رکھنے کا اس کا ارادہ نہیں تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اہل ایتھنز بلا تاخیر ایمفیپولس میں فوج متعین کرنے کی صریحی کارروائی سے قاصر رہے اور چند ماہ کے اندر اندر وہ اپنے حلیفوں سے جنگ میں پھنس گئے اور اس لئے دوسرے مقامات میں اپنے مقاصد پر توجہ کرنے کا انھیں بہت کم موقع رہا۔

پس اہالی پیونیا و الیریا کے خلاف مہم سر کرنے کے بعد جس میں نئی تدبیروں سے پوری کامیابی کے ساتھ کام لیا گیا تھا اور ایک بہت بڑا ضلع فیلقوس کی مملکت میں شامل ہوگیا تھا، فیلقوس (آخر ۳۵۸ق م میں) ساحل کی طرف واپس آیا اور ایمفیپولس کے سامنے (جس نے اسے کچھ اشتعال دیا تھا) نمودار ہوگیا اور اس کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ اہل ایمفیپولس نے فوراً ہی ہیراکس اور اسٹریٹاکلس کو طلب مدد کے لئے ایتھنز روانہ کیا۔ ان کی درخواست کا توڑ کرنے کے لئے فیلقوس نے بھی ایتھنز کو ایک خط بھیجا اور یہ بیان کیا کہ اس نے شہر پر اس لئے حملہ کیا ہے کہ اسے ایتھنز کے حوالہ کردے۔ اس خط کے جواب میں اہل ایتھنز نے اینٹی فان اور کریڈیمس کو فیلقوس سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا اور یہ انتظام ہوگیا کہ اگر وہ ایمفیپولس ایتھنز کو دیدے تو اس کے عوض میں اسے پڈنا، ایتھنز سے ملجائے گا، یہ انتظام ایتھنز کے نمایندوں کے لئے نہایت ہی مذموم تھا۔ پڈنا اگرچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ اس باب کے بقیہ حصص کے لئے ڈیوڈورس اور جسٹن مسلسل خاص سند ہیں مگر متعدد بیانات کی بنا ڈیموس تھینیز اور دوسرے مقرروں کی تقریروں کے اجزا اور مختلف مصنفوں کے اشارات پر ہے۔ ڈیموس تھینیز کی تقریروں میں اولنتھس سے متعلق تقریریں اور فیلقوس کے خلاف پہلی تقریر خاص اسناد ہیں) ان میں سے زیادہ اہم حوالہ جات کی تصریح کردی گئی ہے)۔

اس وقت تک مقدونیہ ہی کا مقبوضہ تھا جبکہ ۳۶۴ ؁ میں ٹموتھیس نے اسے ایتھنز کے لئے فتح کرلیا، پھر بھی وہ ایتھنز کا حلیف تھا اور اسے بجا طور پر یہ دعویٰ ہوسکتا تھا کہ فیلقوس کے حوالہ کرنے کے قبل اس سے مشورہ کیا جاتا اور اس لئے اس معاملت کی نوعیت راز میں رکھی گئی تاکہ پڈنا کو معلوم نہ ہوجائے۔ ایتھنز کے لوگوں کو مبہم الفاظ میں صرف یہ اطلاع دی گئی کہ کچھ مفاہمت ہوگئی ہے۔ فیلقوس نے اب ایمفیپولس میں ایک فریق کی تائید حاصل کرلی تھی اور اس نے اپنے انجنوں کے وسیلہ اور انھیں لوگونکی غداری سے شہر پر قبضہ کرلیا۔ ایک تحشیہ نویس یہ لکھتا ہے کہ شہر پر قبضہ کرنیکے بعد ہی اس نے ان غداروں کو اس بنا پر تلوار کے گھاٹ اتار دیا کہ ان سے یہ توقع نہیں تھی کہ انھوں نے اپنے اہل وطن کا جیسا حق وفا ادا کیا ہے اسکے لئے اس سے زیادہ ثابت ہونگے۔ اس کے بعد اس نے ان تمام لوگوں کو جلاوطن کردیا جو اس کے معاند تھے۔

اہل ایتھنز کو ایمفیپولس کے واپس مل جانے کی توقع اس درجہ اعتماد کے ساتھ ہوگئی تھی کہ جب اہل اولنتھس نے فیلقوس کی کامیابی سے خوف زدہ ہوکر اس کے مقابلہ کے لئے ایتھنز والوں سے مدد کی درخواست کی، انھوں نے کچھ نہ سنا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا اہل اولنتھس نے خود فیلقوس سے ایک عہدنامہ کرکے اپنی حفاظت کی کوشش کی اور یہ فیلقوس کی تجاویز کے عین موافق تھا کہ وہ ان کے معروضات سے اتفاق کرتا اور ایسی صلح کرلیتا جس کا قیام صرف اسی وقت تک ہوتا جبتک کہ آسانی سے ان کو بھی پامال کرنے کی باری آتی۔ عہدنامہ میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ فیلقوس سے علیحدہ ہوکر اہل اولنتھس ایتھنز سے کسی طرح کی شرائط نہ کرینگے۔

اس کا کبھی افشا نہ ہوا کہ پڈنا کو فیلقوس کے حوالہ کرنیکی اہل ایتھنز کو کس طرح پر توقع تھی، رہا فیلقوس، تو اس نے اہل ایتھنز کے وعدے کے ایفا کا انتظار کئے بغیر خود پڈنا پر بزور قبضہ کرلیا (جس میں اندرونی غداری کی مدد بھی شامل تھی) اور ایمفیپولس کے دینے سے انکار کردیا۔ اس کے بعد وہ پوٹیڈیا کے

حملہ میں اہل اولنتھس کا شریک ہوگیا۔ یہ شہر جزیرہ نمائے کیلسیڈی کے نہایت اہم شہروں میں سے تھا۔ بہت دنوں تک یہ اولنتھس کا رقیب رہا تھا اور ایتھنز کے آبادکاروں کی ایک بہت بڑی جماعت وہاں اقامت گزین تھی۔ اندرونی غداری نے اس کے قبضہ کو آسان بنادیا اور یہ شہر اور اس کے ساتھ اینتھمس دونوں فیلقوس کی جانب سے اہل اولنتھس کو مل گئے اور فیلقوس نے ان کی مملکت میں جو اضافہ کردیا اس کی کاشت سے اور تجارت کے بڑھ جانے سے انھیں بہت نفع ہوا۔

اہل ایتھنز نے باوجود جنگ معاشری کے پوٹیڈیا کے خلاص کے لئے ایک مہم بھیجنے کا عزم کرلیا، مگر یہ مہم وقت پر روانہ نہیں ہوی۔ بایں ہمہ، شہر میں جو اہل ایتھنز گرفتار ہوئے تھے، فیلقوس نے بغیر کسی فدیہ کے ان کو چلے جانے کی اجازت دیدی۔ وہ اس وقت تک ایسی کارروائیاں اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں تھا جس سے ایتھنز کو برآشفتگی ہوتی۔ پوٹیڈیا کے محاصرہ میں وہ رسماً اہل اولنتھس کے حلیف کے طور پر کارروائی کررہا تھا، اور جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں اس نے شہر انھیں کو دیدیا۔ عین یہی وقت تھا کہ اس کے پاس تین قاصد خوشخبریاں لیکر آئے۔ پہلے قاصد نے اہل الیریا پر اس کے سپہ سالار پارمینیو کی فتح کا حال سنایا دوسرے نے اولمپس کے کھیلوں میں اس کی فوجوں کی کامیابی کی خبر دی اور تیسرے نے اس کے بیٹے سکندر کے تولد کا مژدہ پہنچایا۔

اس زمانے کے قریب فیلقوس کی روپیہ کی وہ ضرورت بھی پوری ہوگئی جس کا اس پر سخت بار پڑ رہا تھا۔ اس کی ایمفیپولس کی مہم نے اس کے لئے مشرق اسٹریمن کے کوہ پینگیس کی کانہائے طلا کا راستہ کھولدیا۔ اسوقت ان کانوں میں تھیسز کے آبادکار کام کررہے تھے۔ ان آبادکاروں پر جب تھریس کے حملہ آوروں نے زیادہ بار ڈالا تو انھوں نے فیلقوس کی طرف رجوع کی اور فیلقوس نے اس سے فائدہ اٹھاکر ان کے شہر کرنیڈس پر قبضہ کرلیا اور اسے وسعت دے کر اپنے نام پر اس کا نام فلپی رکھا۔ اس نے فوراً ہی ان کانوں میں کام شروع کردیا اور اس وقت سے اسے ان کانوں سے

کثیر و مستقل آمدنی ہوتی رہی اور زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ اس کی مقدار ایک ہزار ٹیلنٹ سالانہ تک پہنچ گئی۔ اہل ایتھنز "جنگ معاشرتی" کی مجبوری سے فیلقوس کی پیش قدمی کے روکنے میں کسی مستعدانہ کارروائی کے قابل نہیں رہے تھے۔ یہ ضرور ہوا کہ انھوں نے ۳۵۶؁ میں پیونیا کے لیپیس اور الیریا کے گریبس اور پریسیڈس کے سب سے بڑے بیٹے سٹرہیورس (شہزادۂ آڈرلیسیا) سے محالفہ کرلیا۔ شہزادہ کے باپ کے انتقال پر جب اس کی مملکت آڈرلیسیا کی تقسیم ہوئی تھی تو اس شہزادے کو مغربی حصہ ملا تھا اور اس میں وہ ضلع بھی شامل تھا جس میں ایمفیپولس اور کرینیڈس واقع تھے، مگر سٹرہیورس اس ضلع کو فیلقوس کے مقابلہ میں برقرار نہ رکھ سکا اور ۳۵۵؁ میں فیلقوس نے اہل پیونیا اور اہل الیریا کے خلاف فاتحانہ مہمیں سر کیں۔ علاوہ بریں اسٹرمین کے مشرق کے حصۂ ملک کو فتح کرلینے سے اسے یہ موقع مل گیا کہ شہتیر مہیا کرنے کے لئے وہ اس کے شاندار جنگلوں سے فائدہ اُٹھائے اور ان شہتیروں سے ایک بیڑا تیار کرلے، اور اگر ساحل پر وہ اپنا قبضہ قائم رکھتا اور اہل ایتھنز کی خود انھیں کے حربہ سے مقاومت کرنا چاہتا تو بیڑا اس کے لئے ضرورت لازمی تھی۔ ڈیتھم کے ساحلی شہر پر قابض ہو جانے سے اسے ایک موزوں بحری مستقر مل گیا۔ کیسلسٹریٹس جب ایتھنز سے خارج کیا گیا تو اس نے تھیساس کے آباد کاروں کے ساتھ اس شہر کو دوبارہ بنایا تھا۔ اس شہر کے قبضہ سے فیلقوس اب اس قابل ہو گیا کہ وہ ایتھنز کی تجارت میں مداخلت کر سکے اور ان مناسب موقع جزیروں پر بھی قبضہ کرلے جنہیں اب تک بحری قزاقوں نے پریشان کر رکھا تھا۔ ۳۵۵؁ کے ختم ہونے کے قبل اس نے فی الحال خود کو ایتھنز کے نئے حلیفوں کے کل خطرات سے آزاد کرلیا تھا اور اس قابل ہو گیا تھا کہ خلیج تھرما کے سواحل پر ایتھنز کے مفاد کے خلاف براہ راست کارروائیوں کی تجدید کر سکے اور اب وہ اولنتھس کے حلیف کی حیثیت سے کارروائی کرنے کے حیلہ کو برطرف کر سکتا تھا۔

پس اس نے میتھون کا محاصرہ کرلیا، جو اس خلیج پر ایتھنز کے شہروں میں سے

آخری شہر تھا اور اہل ایتھنز اس سے بطور ایک بحری جنگی مقام کے کام لیتے تھے (تقریباً دس برس قبل یہ شہر ٹموتھیس کے وسیلہ سے ایتھنز کے محالفہ میں شامل ہوا تھا) یہ محاصرہ غالباً ۳۵۵ ؁ کے آخری مہینوں میں شروع ہوا[۱]۔ شہر نے دلیرانہ مقاومت کی مگر آخر مجبور ہو کر اسے اطاعت کرنا پڑی۔ اس محاصرہ کے دوران میں ایک تیر نے فیلقوس کی داہنی آنکھ اندھی کر دی۔ شہریوں کو صرف ایک ایک کپڑا ساتھ لے کر بے معاوضہ چلے جانے کی اجازت دیدی گئی اور ان کی مملکت فیلقوس کے پیرووں کے درمیان تقسیم کر دی گئی۔

فیلقوس اب خلیج تھرما کے تمام سواحل کا مالک تھا اور اس کے ساتھ ہی جزیرہ نمائے کیلکیڈی کے مشرقی جانب سے اس نقطہ تک جو امفیپولس سے غالباً پچاس میل یا کچھ زیادہ تھا کنار بحر بھی اس کے قبضہ میں تھا۔ روپیہ اور جہاز کا ذخیرہ اس کے پاس کافی تھا اور اس وقت تک اس کی فوج ناقابل مدافعت ثابت ہوی تھی۔ اس کے برخلاف ایتھنز نے وہ تمام مستقر کھو دئے تھے جو مقدونیہ اور کیلکیڈی کے سواحل پر اس کے قبضہ میں تھے اور ان نواح میں اپنے حلیفوں کو کسی قسم کی موثر مدد دینے سے بھی قاصر رہا تھا۔ میتھون تک کو مدد نہ پہنچی اور اس کا سقوط ہو گیا۔ یوبیولس کی حکمت عملی یہ تھی کہ جہاں تک ممکن ہو مخاصمت کی مستعدانہ کارروائی نہ کیجائے۔ اب ہمیں جس دور پر غور کرنا ہے اس دور میں ہم یہ دیکھیں گے کہ فیلقوس اپنے فتوحات کو تھریس کے ساحل سے بہت دور بڑھا لے گیا تھا اور تھسلی میں بھی قدم رکھنے کی جگہ حاصل کر لی تھی تاآنکہ آخرالامر جب کوئی وجہ اس کی نہ باقی رہی کہ اولنتھس کی مشترکیت کو اس کی شہنشاہی میں حائل رہنے دیا جائے تو وہ خود اولنتھس پر پلیٹ پڑا۔ ۳۵۲-۳۵۱ ؁ کی ترتیب وقائع طولانی اختلاف آرا کا موضوع بنی رہی ہے اور بعض واقعات کی صحیح ترتیب غیر متیقن رہجاتی ہے مگر بحیثیت مجموعی واقعات کی رفتار کے متعلق کوئی شک نہیں ہے۔ غالباً ۳۵۳ ؁ میں یہ ہوا کہ فیلقوس نے تھریس کے ساحل پر دوسرا قدم اٹھایا،

---

[۱] تعلیق ۳ -

ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ ۳۵۹؁ میں تھریس کی بادشاہت کیونکر سرسابلپٹس، بریسیڈیس اور امیڈوکس کے درمیان تقسیم ہو گئی تھی اور کیونکر تھوڑے ہی زمانہ بعد جیریس کی مستعد کاری کی وجہ سے سرسابلپٹس نے کرسونیس کو (باستثنائے کارڈیا) قطعی طور پر ایتھنز کے حوالہ کر دیا تھا اس کے بعد ہی جلد تر بریسیڈیس کا انتقال ہو گیا اور اس کا حصہ بادشاہت اسکے بیٹوں کے درمیان تقسیم ہو گیا جن میں سٹریبورس نے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ایتھنز سے مخالفہ کر لیا تھا مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی تھی کہ وہ اپنے قلمرو کے مغربی حصہ سے فیلقوس کو خارج رکھتا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیڈوکس اور بریسیڈیس کے بیٹے ایتھنز کے ساتھ دوستانہ مراسم پر قائم رہے مگر سرسابلپٹس بالطبع ان سے خلاص حاصل کرنے اور ایک مرتبہ پھر آڈریسیا کی کل بادشاہت پر حکمرانی کرنے کے لئے مضطرب تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ مخاصمات اس سے پہلے ہی شروع ہو چکے تھے۔ بریسیڈیس کے بیٹوں نے اپنا معاملہ سپہ سالار ان سیمین بیانز اتھینوڈارس کے حوالہ کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سرسابلپٹس نے یہ چاہا کہ اہل ایتھنز کی مخالفت کے بغیر اپنا مقصد حاصل کرے کیونکہ اس زمانہ (۳۵۳؁) کے قریب اہل ایتھنز نے اپنے کرسونیس کے قبضہ کی توثیق کے لئے سسٹاس میں ایک جماعت آباد کاروں کی روانہ کی تھی[1]۔ ممکن ہے کہ اس وقت میں سرسابلپٹس نے فیلقوس کی اغلب پیش قدمی کے خلاف ایتھنز کے ساتھ مخالفہ کو بہترین ذریعہ سمجھا ہو اس لئے (غالباً ۳۵۳؁ میں) اس نے ارسٹومیکس کو بطور اپنے نمائندے کے ایتھنز بھیجا تاکہ وہ شہر کے متعلق خود اس کے اور اس کے سپہ سالار کیریڈیمس کے دوستانہ خیالات پر زور دے۔ ارسٹومیکس نے اس سے بڑھ کر یہ بھی دعویٰ کیا کہ کیریڈیمس کے سوا اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو فیلقوس سے امفیپولس کو واپس لے لے اور اہل ایتھنز پر یہ زور دیا کہ وہ اسے سپہ سالار منتخب کر دیں۔ اس خیال کو ایک شخص ارسٹاکریٹس عمل میں لانے پر آمادہ ہوا اور اس نے یہ بھی تجویز کی کہ کیریڈیمس کی ذات کو ناقابل دست اندازی مشتہر کر دیا جائے اور اگر کوئی شخص اسے مار ڈالے تو وہ ایتھنز اور اس کے حلیفوں کی

---

[1] کارلس نے ان کو جبراً شہر میں آباد کیا۔ جن لوگوں نے اسکی مخالفت کی ان کو قتل کر دیا یا غلام بنا یا۔ ڈایا ڈورس ۱۴-۳۴۔ اس کا زمانہ کیا تھا اسکے لئے فوکارٹ کی کتاب ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۶۔ اس مضمون پر جو مشکلات پیدا ہوئی ہیں وہ اس کتاب میں قابل اطمینان طور پر حل ہوئی ہیں۔

مملکت میں سرسری طور پہ گرفتار ہو سکے۔ یہ تجویز سرسابلیپٹس کے مفاد کے لئے نہایت ہوشیاری سے ترتیب دی گئی تھی کیونکہ اگر یہ تجویز منظور ہو جاتی تو اس کا اثر یہ ہوتا کہ سیمن، پیانز، اور اتھینوڈورس، اتھنز کو ناخوش کرنے کے خوف سے سرسابلیپٹس کی فوج کے خلاف (جو کیرڈیمس کی سپہ سالاری میں ہوتی) کارروائی کرنے سے رک جاتے لیکن ایوتھکلس نے اس فیصلہ پر فوراً ہی خلاف قانون ہونے کا الزام لگا دیا اور اپنے لئے تقریر تیار کرنے کے لئے ڈیموس تھینیز کو مقرر کیا، مگر یہ مقدمہ ۳۵۲ء کے موسم گرما تک پیش نہیں ہوا اور اس سے قبل ہی فیلقوس پھر ایک مرتبہ تھریس کے ساحل پر نمودار ہو گیا اور ایڈیرا اور میرونیہ کے شہروں پر قبضہ کر لیا تھا۔

اس پر سرسابلیپٹس نے (خواہ پہلے ایسا کیا ہو مگر اب) کسی مدد کے لئے اتھنز کی طرف نظر اٹھانے کے بجائے بظاہر اسی کو بہتر سمجھا کہ خود فیلقوس ہی سے شرائط طے کر لے اور اس طرح اتھنز کے خلاف اپنی سابقہ مخالفانہ روش کو پھر اختیار کرے۔ پس اس نے اپولونیڈس کو شہر کارڈیا میں بھیجا (جو بدستور اتھنز کا معاند رہا تھا) تاکہ وہ میرونیہ میں اس کی نسبت فیلقوس سے گفتگو کرے اور اپنی وفاداری کے لئے فیلقوس کو ضمانتیں دیں۔ اس کے ساتھ ہی اسے غالباً یہ بھی امید تھی کہ فیلقوس امیڈوکس کے مقابلہ میں اس کے معاملہ کی طرفداری کرے گا، مگر اس میں اسے مایوس ہونا پڑا کیونکہ فیلقوس نے یہ معلوم کر کے کہ امیڈوکس مقاومت کا ارادہ رکھتا ہے بظاہر یہ بہتر سمجھا کہ ایسے دشمن کے فتح کرنے میں وقت نہ ضائع کرے جسے ہر وقت فتح کیا جا سکتا ہے بلکہ یونان کو واپس چلا جائے جہاں جنگ مقدس میں اس کی مداخلت کی دعوت سے[1] اسے اپنے اثر کو وسعت دینے کا ایک بڑا موقع حاصل ہو گیا تھا۔ ڈیموس تھینیز کہتا ہے کہ امیڈوکس کی مقاومت اگر نہ ہوتی تو کوئی امر ایسا نہ ہوتا جو اہل اتھنز کو اہالی کارڈیا اور سرسابلیپٹس سے بلا تاخیر جنگ کرنے سے روک دیتا)

---

[1] تقریر در بارۂ اساکریٹس ۱۰۳ (مثل سابق یہ تقریر تھریس کے معاملات کے لئے ہماری خاص سند ہے)۔

معلوم ہوتا ہے کہ میرونیہ میں فیلقوس اور کرسابلیٹس کے مابین جو گفت و شنید ہوئی اس میں تھیبز کے سپہ سالار پامینس نے بھی کچھ شرکت کی تھی کیونکہ (بقول ڈیموس تھینیز) کرسابلیٹس نے فیلقوس اور پامینس کو ضمانتیں دی تھیں[۵۱]۔ اہل ایتھنز نے جب چیرس کو مجبور کیا کہ وہ آرتیبزس کی امداد سے باز آجائے، جس نے شاہ ایران کے خلاف بغاوت کردی تھی تو اس کے بعد کسی وقت میں اہل تھیبز نے پامینس کو اس کی تائید کے لئے بھیجا تھا۔ پامینس، ایشیائے کوچک کو جاتے یا آتے ہوئے میرونیہ میں فیلقوس سے ملا تھا۔ یہ دونوں پرانے دوست تھے، کیونکہ فیلقوس جب تھیبز میں بطور یرغمال کے تھا تو پامینس ہی کے مکان میں رہتا تھا اور شاید کہ اس گفت و شنود کے دوران میں پامینس نے اپنی فوج سے فیلقوس کی تائید کی ہو ورنہ کم از کم اس حد تک تو ضرور کیا کہ اپنی فوج سے فیلقوس کی جمعیت کی ہیبت کو بڑھا دیا[۵۲]۔

فیلقوس اب وطن کی طرف واپس جانے لگا مگر واپسی میں اسے، نیپولس کے راستہ سے گزرنا تھا جہاں چیرس بیس جہازوں کے ساتھ انتظار میں تھا (نیپولس مشترکیت ایتھنز کا رکن تھا اور ساحل پر ٹھیشم سے زیادہ دور واقع نہیں تھا، اس ضلع کو فیلقوس فتح کر چکا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ شہر مذکور اس وقت تک خودمختاری پر قائم رہا تھا۔ ۳۵۵ ق م میں اس نے ایتھنز سے مدد کی درخواست کی تھی اور ہو سکتا ہے کہ چیرس اسی درخواست کے جواب میں بھیجا گیا ہو) فیلقوس نے عیارانہ چالبازی سے گزر جانا چاہا۔ اس نے اپنے چار تیز ترین جہازوں کو آگے بھیجدیا۔ چیرس ان کے تعاقب میں کھلے سمندر میں نکل گیا ادھر وہ اس کام میں مشغول تھا، ادھر فیلقوس اپنی باقی فوج کو لئے ہوئے امن کے ساتھ نیپولس کے پاس سے گزر گیا وہ چاروں جہاز بھی بھاگ گئے (ممکن ہے کہ اسی زمانہ کے قریب چیرس نے فیلقوس کے اجیر سپاہیوں کو جو سپہ سالار ایڈیس کے زیر حکم تھے جس کا نام "مرغ" پڑ گیا تھا، شکست دی ہو۔ تھیوپامپس کہتا ہے کہ اپنی فتح کے جشن میں کیرس نے اس سرمایہ سے اہل ایتھنز کی

---

[۵۱] ملاحظہ ہو سابق صفحہ ۹۹۔

[۵۲] تعلیق ۴۔

دعوت کی جو انومارکس نے ڈلفی کے مندر کے خزائن سے اسے دیا تھا۔ یہ شخص جنگ مقدس میں فوکس کا سپہ سالار تھا اور اس کی نسبت بعد کو اور زیادہ کہا جائیگا۔ اس کے اس واقعہ کو ؁۳۵۴ میں انومارکس کے ان خزائن پر قبضہ کرنے اور ؁۳۵۲ میں اس کے انتقال کے درمیان میں قرار دینا چاہیئے[1]۔

ارسٹاکریٹس کا مقدمہ ؁۳۵۲ میں پیش آیا اور اس کے خلاف ڈیموس تھینیز نے جو تقریر مرتب کی وہ اس کی ان تمام تقریروں سے زیادہ نمایاں و قابل لحاظ ہے، جن پر اب تک ہم نے غور کیا ہے۔ علاوہ اس کے کہ ان سے قتل انسانی کے متعلق ایتھنز کے قانون پر جامع و مانع بحث کی تھی جس سے قانونی استدلال کے متعلق ڈیموس تھینیز کی عام خصوصیت کا کمال ظاہر ہوتا ہے اور ارسٹاکریٹس کے فیصلہ کا خلاف قانون ہونا قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ یہ بھی نہایت کامل طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ تھریس کے معاملات کے متعلق ایتھنز کی حکمت عملی کے مسئلہ کو وہ کس خوبی سے زیر بحث لایا تھا۔ ڈیموس تھینیز بہت زور کے ساتھ یہ دلیل دیتا ہے کہ ایتھنز کے لئے صحیح حکمت عملی یہ ہے کہ کل تھریس کو کسی ایک شخص کے تحت اقتدار میں آجانے سے روکے (بالفاظ دیگر یہ کہ رقیب شہزادوں کو تقویت دیکر اور ان کے ایتھنز پر اعتماد کرنے کی تصدیق کر کے کرسابلیپٹس کو ہاتھ پاؤں پھیلانے سے باز رکھے[2]) برخلاف اس کے ارسٹاکریٹس نے جیسا فیصلہ تجویز کیا ہے اس کے بموجب اگر ایتھنز کرسابلیپٹس کے وزیر اعظم و سپہ سالار کو ایسے بے مثل اعزاز عطا کر دے گا تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ یہ شہزادے یہ یقین کرنے لگیں گے کہ ایتھنز کرسابلیپٹس کی جانب مائل ہو گیا ہے۔ اس نے خود کریڈیمس کے سوانح حیات کے بیان سے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ شخص اس اعزاز کا بالکل نا اہل تھا اور ایتھنز خواہ اس کے لئے کچھ بھی کرے اس کی وفاداری پر کوئی بھروسا

---

[1] تعلیق ۵۔

[2] یہ وہی توازن قوت کا مسئلہ ہے جسے اس نے پیلوپونیس کے معاملات اور اسپارٹا اور تھیبز کے واقعہ سال گزشتہ میں اہالی میگیلوپولس کی تقریر کے دوران میں استعمال کیا تھا۔

نہیں ہو سکتا۔ تقریر کے آخر میں اس نے ان مدبروں پر (یعنی ایوبیولس کے فریق پر) حملہ کر دیا ہے جو اس وقت ذی اثر تھے ان پر یہ الزام لگایا ہے کہ یہ لوگ سلطنت کو مفلس کر کے خود دولتمند بن رہے ہیں اور عمومیت کو غلامانہ و ناسزا طریق پر خود اپنے احکام کی اطاعت کا عادی بنا کر اسے ذلیل کر رہے ہیں[1]۔ اس تقریر میں ایسی پرجوش قوت اور ایسی وسعت نظر موجود ہے کہ وہ ان صفات سے بدرجہا زیادہ بڑھی ہوئی ہے جن کا اظہار ڈیموس تھینیز کی سابقہ تقریروں میں ہوا ہے اس تقریر کا شریفانہ انداز اور اس میں ذاتی بغض و عناد کا کلی فقدان عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

لیکن اس میں شک ہے کہ ڈیموس تھینیز نے جس حکمت عملی کی سفارش کی تھی آیا نظر بحالات وہ بہترین حکمت عملی تھی یا نہیں۔ اس وقت میں اہل ایتھنز کے سامنے دو راستے کھلے نظر آتے تھے۔ ایک راستہ جس کی تائید ایوبیولس اور اس کا فریق کرتا تھا، وہ یہ تھا کہ کسی قیمت پر بھی ہو سردست صلح قائم رکھی جائے یا کم از کم یہ کہ فیلقوس کے خلاف اس سے زیادہ کوئی عملی کارروائی نہ کیجائے جتنی کہ فوری خطرے یا عامۃ الناس کی شہنشاہی میلان کی وجہ سے قطعاً ضروری نظر آتی ہو کیونکہ عامۃ الناس سے توقع یہ کیجاتی تھی کہ وہ فیلقوس کی دست درازیوں کے مقابلہ میں کسی نہ کسی قسم کے انتقام پر اصرار کریں گے (غالباً اسی قسم کے کسی دباؤ کو مدنظر رکھکر چیرس نیپولس کو بھیجا گیا تھا) جنگ سے بچے رہنے اور اس کے ساتھ ہی فیلقوس کو روکے رکھنے کا امکان کرسابلیپٹس کے پیش کردہ محالفہ میں نظر آتا رہا ہوگا۔ اگر اس شہزادے کو یہ موقع ملجاتا کہ وہ تمام تھریس کو اپنے زیر تسلط متحد کر لیتا تو وہ فیلقوس اور کرسونیس کے درمیان ایک زبردست روک بن جاتا۔

---

[1] فقرات ۲۰۷ و ۲۱۰ کا معقول حصہ اولنتھس سے متعلقہ تقریر (۲۵ - ۳۱) میں دہرایا گیا ہے غالباً ایوبیولس کے مؤیدین پر اس خواہش کا بھی اثر رہا ہوگا کہ صلح کی حکمت عملی کی تائید سے وہ اپنی دولت کو بچا لیں گے لیکن اگر ان میں سے بعض لوگ دولتمند ہو گئے تھے تو ہمارے پاس اس کا ثبوت نہیں ہے کہ انھوں نے ناجائز ذرائع سے ایسا کیا تھا۔

اتھنز کے لیے کرسونیس کا محفوظ رکھنا لازمی تھا کیونکہ اس کے بغیر اتھنز کی آمد غلہ کو خطرہ لاحق ہو جاتا۔ اس میں یہ بھی موقع تھا کہ جنگ کا خاص حصہ کرسابلیپٹس انجام دیتا اور اس کا قابل سپہ سالار اس کی فوجوں کی رہبری کرتا۔ اتھنز اس کی قوت کو برابر مدد پہنچاتا اور اس کی تائید میں صرف مختصر دستے روانہ کرتا رہتا۔ اس نقطۂ نظر سے ڈیموس تھینیز نے جس حکمت عملی کی تائید کی تھی یعنے کرسوبلیپٹیس کے مقبوضات کا استرداد، وہ ضرور غلط معلوم ہوتی تھی۔

لیکن اس حکمت عملی کا بدل جو صریحاً ڈیموس تھینیز کے مرکوز خاطر تھا اس کی تعریف میں بھی کم از کم اتنا ہی کہا جا سکتا ہے۔ وہ بدل یہ تھا کہ تھریس میں کرسوبلیپٹیس کے پہلو بہ پہلو رقیب شہزادوں کو قائم رکھکر اسے کمزور رکھا جائے اور فیلقوس کے خلاف ایسی عملی کارروائیاں کر کے جن سے وہ اپنے وطن کے قریب ہی کسی کسی کام میں پھنسا رہے، اسے تھریس کیجانب اپنے اثر کو وسعت دینے سے روک دیا جائے۔ ایوبیولس کی حکمت عملی کی دشواری اس امر واقعہ میں مضمر تھی جس پر ڈیموس تھینیز نے بہت سختی کے ساتھ زور دیا تھا کہ کرسابلیپٹس اور کیرڈیمس کے سابقہ تجربہ سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ ان پر اعتماد نہیں ہو سکتا اور ان کے ساتھ کوئی سا محالفہ ہو اس کے مقصود کے پورے ہونے کی طرف سے تیقن نہیں ہے۔ علاوہ بریں دوسرے شہزادوں کے ساتھ اتھنز کے پہلے ہی سے عہود ہو چکے ہیں۔ ڈیموس تھینیز کی حکمت عملی کی کمزوری یہ تھی کہ (باغلب وجوہ) اتھنز ابھی اس قابل نہیں تھا کہ وہ فیلقوس کے خلاف اتنی کافی قوت کے ساتھ جنگ جاری کر سکے، جس سے کامیابی کا یقین ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اتھنز جو تجویز بھی اختیار کرتا وہ ہر صورت میں حالت خطر میں تھا اور ڈیموس تھینیز اور اس کے مخالفین کے درمیان یہ اختلاف اس زیادہ اصولی اختلاف کی ایک شکل خاص تھی کہ فیلقوس کی نسبت کیا حکمت عملی اختیار کیجائے۔ ایک فریق تو قومی روایات و تخیلات کی طرف رجوع کرتا تھا اور دوسرا فریق حزم و احتیاط اور قوم کی اس نارضامندی کے خیالات کی طرف توجہ دلاتا تھا کہ دشمن کی ہر ایک نئی دست درازی پہ

عام مجامع کتنے ہی برافروختہ کیوں نہ ہو جائیں مگر وہ خود باہر جا کر جنگ نہ کرینگے ۔ دونوں میں سے کوئی حکمت عملی بھی خطرے سے خالی نہ تھی ۔ دونوں میں سے کسی میں بھی کامیابی کا تیقن نہیں ہو سکتا تھا اور ہم خواہ ڈیموس تھینیز کے ساتھ ہمدردی کریں یا ایوبیولس کے ساتھ، یہ معاملہ دلائل سے طے ہونے کا نہیں ہے بلکہ یہ محض افتاد طبیعت کا سوال ہے ۔ ان دونوں میں سے ہر ایک صورت حال کو ایک خاص نقطۂ نظر سے دیکھتا تھا اور مجموعی حیثیت سے شاید ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں دیکھتا تھا ۔ آیندہ چند برسوں کی تاریخ میں یہی صورت معاملہ متواتر و مسلسل واقع ہوتی رہی ہے[1] ۔

ہم نہیں جانتے کہ ارسٹا کریٹس اپنی تجویز کے خلاف قانون ہونے کا مجرم قرار پایا یا نہیں، چونکہ یہ فیصلہ کونسل ہی کے سامنے پیش ہوا تھا، مجلس کے سامنے نہیں لایا گیا تھا اس لئے جب آرخن کے عہد میں وہ منظور ہوا تھا اس کی میعاد کے ختم ہو جانے پر (ایوتھکلس کے الزام کے متعلق کن اثر سے قطع نظر کرکے بھی) وہ ازخود بے اثر ہو گیا ہوگا ۔ بالفاظ دیگر یہ کہ وہ مقدمہ کے پہلے ہی ساقط ہو چکا ہوگا، مگر ۳۵۱؁ میں ہم کیرڈیمس کو ایتھنز کے سپہ سالاروں میں دیکھتے ہیں اور (۳۵۳؁ کے اواخر یا ۳۵۲؁ میں) ایتھنز اور کرسابلیپٹس میں محالفہ ہو گیا تھا ۔

تعلیقات باب پنجم

۱ ۔ اس موضوع پر حال کے زمانہ میں بہترین بحث جی کینزارڈ نے اپنی ایک تصنیف میں کی ہے جو قدیم مقدونیوں کی قومیت کے بارے میں ہے
(Observations surla nationalite des ancies Mecedoniens)

---

[1] تعلیق ۶ ۔

اس میں صاحب تحریر نے ہافمین Die makedonen und ihre Sprache اور بلاک کے ان دلائل کا کامیابی سے مقابلہ کیا ہے جو انھوں نے مقدونیوں اور یونانیوں میں تعلق قریبہ کے ثابت کرنے کے لئے پیش کئے ہیں اور (صاحب تحریر نے) ان لوگوں سے اتفاق کیا ہے جو مقدونیوں کا اہل الیریا سے زیادہ قریبی تعلق بتاتے ہیں۔ مقدونیہ کے حالات کے متعلق کونیاک کی "تاریخ زمانۂ قدیم" (Histoire de l antiquite جلد دوم کتاب سوم باب چہارم) بھی دیکھنا چاہیئے۔ مقدونیوں کے شخصی و مقامی ناموں کے زیادہ کامل امتحان سے کسی دن اُن کی نسل کے مسئلہ پر زیادہ روشنی پڑے گی اور ممکن ہے کہ واقعات سیاسی کی رفتار محققوں کے لئے مقدونیہ کو زیادہ قابل رسائی بنا دے۔

۲- متعدد اجزائے تاریخ سے جو اس وقت موجود ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تھیوپومپس نے اس بات پر اصرار کیا ہے کہ فیلقوس اور اس کے ساتھی شرابخوار و بدکار تھے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس نے کہاں تک سچ کہا ہے مگر اتنا شبہہ ضرور ہو سکتا ہے کہ مے نوشی و سیہ کاری کی جو تصویریں کھینچی گئی ہیں اس میں مولف اپنے ادعائے زہد سے بالکل بے لوث نہیں ہے۔ پالینیس نے (چہارم - ۲ -) فوجی معاملات میں فیلقوس کی رسائی ذہن اور جودت ذاتی کی متعدد مثالیں بطور تمثیل کے دی ہیں۔

۳- ایک کتبہ جس کی تاریخ ۲۶ - دسمبر سنہ ۳۵۵ ہے، لاکیرس (ساکن اپولونیا) کی بابت میں ہے کہ وہ کوئی شئے متھون میں لایا تھا اور اس قسم کے فعل کی تعریف و توصیف کے لئے آسانی سے کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، جبتک کہ شہر پہلے ہی محصور نہ ہو گیا ہو۔ ڈیوڈورس، متھون کے محاصرے اور سقوط کا دو مرتبہ ذکر کرتا ہے (شانزدہم ۳۱ و ۳۴) ایک سنہ ۳۵۴-۳ کے تحت میں اور دوسرے سنہ ۳۵۳-۲ کے تحت میں۔ کارمسٹ (فورشنگن صفحہ ۲۴۱) ملاحظہ ہو۔

۴- پامینس کی رسالت کے حالات بہت ہی مبہم و موہوم ہیں۔ شاہ ایران کے ساتھ اہل ایتھنز کے تعلقات پہلے سے اچھے تھے اور پھر سنہ ۳۵۱ میں بھی ان کے تعلقات اچھے رہے۔ ڈیموس تھینیز کو سنہ ۳۵۴ میں انکی حکمت عملی کے

عارضی تغیر کا غالباً کچھ سراغ مل گیا تھا (ملاحظہ ہو تقریر دربارہ مجلس بحری ۳۳-۳۴) معلوم ہوتا ہے کہ آرٹیبنرس کو پامینس کے متعلق بہت جلد یہ شک ہو گیا تھا کہ وہ بادشاہ کے مویدین سے گفتگو کر رہا ہے (پالیبنس ہفتم ۳۳، ۲)۔

۵- فیلقوس کی مہم تھریس کی ترتیب واقعات بہت ہی غیر متیقن ہے۔ ڈیموس تھینیز نے (اساکریٹس فقرہ ۱۸۳ میں) میرونیہ میں فیلقوس کی موجودگی اور اپولونائیڈس کی اس رسالت کا حال ثبت کیا ہے جو کرسابلیٹس کیجانب سے فیلقوس اور پامینس کے پاس ضمانت لیکر آئی تھی اور جہاں تک ڈیموس تھینیز کا تعلق ہے یہ تاریخ سنہ ۳۵۵ و سنہ ۳۵۲ کے درمیان (جس سال اساکریٹس کا مقدمہ ہوا ہے) کسی وقت میں رہی ہوگی (ڈیموس تھینیز نے فیلقوس کے ساتھ امیڈوکس کی مخالفت کو بھی ثبت کیا ہے۔ ڈیوڈورس نے ظاہراً پامینس کی مہم کو سنہ ۳۵۳ میں رکھا ہے مگر فیلقوس سے اس کی ملاقات کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن ڈیوڈورس کی تاریخیں بہت ہی ناقابل اعتماد ہیں اور یہ کوشش کرنا کہ جن مختلف مستند مصنفوں کے تصانیف کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نے اسے بھدے طور پر جمع کر لیا ہے ان مصنفین سے پتا چلا کر ڈیوڈورس کی تاریخ سے تیقن حاصل کیا جائے یہ بہت ہی بے نتیجہ سا کام ہے۔ یہ کہیں بھی بیان نہیں ہوا ہے کہ فیلقوس سے پامینس کی ملاقات موخرالذکر کے جاتے وقت یا اس کے وطن کو واپس آتے وقت ہوئی ہے۔ اگر جاتے وقت ملاقات ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ فیلقوس سنہ ۳۵۴ یا (زیادہ اغلب ہے کہ) سنہ ۳۵۳ میں تھریس میں کوئی مہم لے گیا ہو اور اس صورت میں جن واقعات پر یہاں بحث ہوئی ہے وہ اسی زمانہ میں واقع ہوئے ہونگے جیسا کہ اس باب میں اختیار کیا گیا ہے۔ اگر واپسی میں ملاقات ہوئی ہے تو تھرمابیلی میں رک جانے کے بعد سنہ ۳۵۲ میں تھریس کی ایک مہم کافی ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷۰) اور اس صورت میں واقعات زیر بحث نومبر سنہ ۳۵۲ کے محاصرہ ہیرن ٹکیس کے ساتھ ایک ہی مہم کا جزو ہونگے۔ مگر یہ امر واقعہ کہ پالینیس (چہارم ۲، ۲۲ میں) اڈیرا اور میرونیہ پر قبضہ کرنے کے بعد فیلقوس کی واپسی کا ذکر کرتا ہے اس سے ان دونوں شقوں میں آخرالذکر شق کم اغلب

معلوم ہوتی ہے۔ اسکینز کے تحشیہ (۸۱) میں یہ بیان ہوا ہے کہ ایک قطعۂ ملک کے قبضہ کے مناقشہ میں فیلقوس نے کرسا بلپٹس کے مقابلہ میں اہالی بزنٹیم پر نتھس اور امیڈوکس کی مدد کی اور کرسا بلپٹس کو مجبور کر دیا کہ وہ متنازعہ فیہ زمین ان لوگوں کو دیدے اور اپنے بیٹے کو بطور یرغمال کے خود اس کے حوالہ کرے۔ چونکہ ڈیموس تھینیز ان واقعات کا ذکر نہیں کرتا اس لئے غالباً یہ واقعات (اساکریٹس کے مقدمہ کے بعد) سنہ ۳۵۲ کے آخر زمانہ میں واقع ہوئے ہونگے۔ میرونیہ میں فیلقوس کے کرسا بلپٹس کو جس کے دینے کا ذکر فقرۂ (۱۸۳) میں ہوا ہے اس میں یہ مشکل معلوم ہوتی ہے کہ کرسا بلپٹس کا بیٹا بھی اس میں شامل رہا ہو اور ڈیموس تھینیز نے اس واقعہ پر نظر نہ کی ہو اور اس لئے یہ واقعات غالباً اس مہم کے جزو تھے جس میں ہیرن ٹیکس کا محاصرہ بھی شامل تھا (ملاحظہ ہو صفحات آئندہ) اول الذکر کے وقت سنہ ۳۵۳ میں امیڈوکس نے فیلقوس کی مقاومت کی تھی سنہ ۳۵۲ میں وہ اسی کی جانب سے لڑا۔ ممکن ہے کہ سنہ ۳۵۲ میں جس امیڈوکس کا مذکور ہے وہ اس امیڈوکس کا بیٹا رہا ہو جس نے سنہ ۳۵۳ میں فیلقوس کی مخالفت کی تھی کارسیٹڈ (فارشنگن) نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ڈیموس تھینیز سنہ ۳۵۵ سے سنہ ۳۵۱ تک کے تمام دوران میں ایران کے اغراض کو ترقی دینے کی خواہش سے بھرا ہوا تھا مگر کارسیٹڈ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے جن دلائل سے کام لیا ہے وہ بہت ہی لاطائل و بے نتیجہ ہیں۔

باب ششم

جنگ اولنتھس

ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ ایبڈیرا اور میرونیہ پر قبضہ کر لینے اور کرسابلیپٹس کو شرائط عطا کرانے کے بعد فیلقوس اپنے وطن کی طرف واپس ہو گیا۔ اس کا ایسا کرنا اس طلب و دعوت کے جواب میں تھا جو اسے لاریسہ کے حکمراں خاندان کے شہزادوں کی طرف سے موصول ہوئی تھی کہ وہ فیری کے شہزادوں اور ان کے فوکس والے حلفا کے مقابلہ میں شہزادگان لاریسہ کی مدد کرے اور اس طرح جنگ مقدس کی شرکت حاصل کرے اس صورت حال کو سمجھنے کے لئے ہمیں چند برس پیچھے جانے کی ضرورت ہے۔

سنہ ۳۷۱ کی جنگ لیوکٹرا نے تھیبز کو اس کے فوکس والے ہمسایوں پر فوقیت دیدی تھی مگر یہ لوگ تھیبز کی رعایا بننے پر قانع نہیں تھے اور سنہ ۳۶۳ میں انھوں نے پلوپونیس میں اپیمینونڈس کی آخری مہم میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ جنگ لیوکٹرا کے قبل کی طرح وہ اس وقت بھی اسپارٹا سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ انھیں سزا دینے کی کوشش کرنے کے لئے اہل تھیبز کو ایک ایسا بہانہ ہاتھ آ گیا جس سے اس کوشش پر مذہبی پسندیدگی کا رنگ چڑھ جاتا۔

ڈلفی کا مندر اور اس کی کہانت گاہ مجلس نائبین کے زیر نگرانی تھے۔ یہ مجلس بارہ یونانی قبائل کی ایک بہت ہی قدیمی مشترکیت کی نمایندگی کرتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ابتدائً ان قبائل کے اختیارات کم و بیش مساویانہ تھے مگر ازمنۂ تاریخی میں ان کی باہمی اہمیت میں بہت بڑا فرق پیدا ہو گیا تھا۔ ان

بارہ قبائل میں نہ صرف تھسالیہ، بیوشیا، ڈوریا اور آیئونیا کے لوگ شامل تھے بلکہ ایلیا، فوکس اور لاکرس کے ایسے دوسرے درجہ کی اہمیت رکھنے والے قبائل بھی شریک تھے تاآنکہ ملیا، پرہبی میگنٹس ڈولوپ، اومینس کے ایسے نسبتاً بے حقیقت قبائل تک داخل تھے۔ ان میں سے ہر قبیلہ کو مجلس میں دو رائیں حاصل تھیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز، آیونیا، کی تھیبز بوشیا کی اور اسپارٹا ڈوریا کی ایک ایک رائے اپنے تصرف میں رکھتے تھے۔

چھوٹے چھوٹے قبائل کا جغرافی محل وقوع ایسا تھا کہ اہالی تھیبز و تھسالیہ مجلس میں کثرت رائے کو اپنے اقتدار میں رکھ سکتے تھے (اور بصورت اتحاد باہمی تو ضرور ہی ایسا کر سکتے تھے) اور جنگ ہیوکٹرا کے بعد سے اہل تھیبز مجلس نائبین دول سے اپنے سیاسی مقاصد کے ترقی دینے کا کام لینے لگے تھے چنانچہ وہی اس کا سبب ہوئے کہ مجلس نے اسپارٹا پر اس علت میں سخت جرمانہ عائد کر دیا کہ اس نے ۳۸۳؁ میں کیڈمیا پر قبضہ کر لیا تھا۔ شاید اسپارٹا کے اس فعل کو مجلس نے اس حلف کی شکست کے مثل قرار دیا جس نے لیگ کے ارکان کو باہم پابند کر دیا تھا۔ ۳۵۶؁ میں مجلس سے یہ کام لیا گیا کہ اہل فوکس سے کسی جرم کے متعلق بہت بڑی رقم وصول کی گئی، اس جرم کی نوعیت مختلف طرح سے بیان ہوئی ہے[۱] مگر غالباً یہ جرم یہی تھا کہ جو زمین ڈلفی کے دیوتا اپالو کے نام نذر کی جا چکی تھی اہل فوکس نے اس میں سے کچھ دبا لیا تھا۔ انھوں نے اس سے بڑھ کر یہ تجویز کی کہ خود فوکس کی مملکت کو اس دیوتا کی نذر کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے اس تاوان کو بھی بڑھا دیا جو اس سے قبل اسپارٹا پر عائد کیا جا چکا تھا کیونکہ یہ یقینی ہے کہ تاوان ادا نہیں کیا گیا ہوگا۔ یہ امر نامعلوم ہے کہ آیا اسپارٹا و ایتھنز جو دونوں اہل فوکس کے روایتی دوست تھے ان کی نمایندگی مجلس کے اس اجلاس میں ہوئی تھی یا نہیں۔ اگر ان کی نمایندگی ہوئی تھی تو لازماً ان کی رائے مغلوب ہو گئی تھی۔

---

[۱] جنگ مقدس کی تاریخ کی خاص سند ڈیوڈورس کی کتاب شانزدہم ہے۔

اہل فوکس نے فلاملس کی سرکردگی میں جرمانہ کے ادا کرنے سے انکار کر دیا اور آرکیمیڈس شاہ اسپارٹا سے کچھ مالی مدد پاکر ۳۵۵ ق م میں انھوں نے یہ کارروائی کرنا چاہی کہ ڈلفی کے مندر پر قبضہ کر لیں اور اپنے مخالفانہ حکم کو یادداشت سے محو کر دیں (مندر اہل ڈلفی کے ہاتھ میں تھا اور یہ لوگ ابتدائً فوکس نسل کی ایک شاخ سے تھے اور بظاہر فلاملس کی کارروائی قرین انصاف ہونے سے بالکل معرا بھی نہیں تھی) اہل فوکس نے اپنے ہمسایہ اہل لاکریا کی ان قوتوں کو بھی شکست دیدی جنھوں نے تھیبز کے اغوا سے ان پر حملہ کیا تھا۔ فلاملس نے اپنے منصوبہ کے متعلق کہانت گاہ کی پجارن پتھیا کی پسندیدگی بھی حاصل کر لی (اگرچہ یہ پسندیدگی تہدید ستم کے بغیر حاصل نہیں ہوی تھی) اہالی تھیبز وتھسالیہ کا بیشتر حصہ قدیم سے اپنے پچھیں ہمسایگان اہل فوکس سے عناد رکھتا تھا۔ انھوں نے اب مجلس نائبین دول کو اہل فوکس کے خلاف جنگ مقدس کا اعلان کرنے پر راغب کر لیا اور مقام مقدس کی بے حرمتی کرنے کے لئے انھیں سزا دینے کے واسطے یونانی اقوام سے شرکت کی درخواست کی۔ بوئیشیا کے شمال میں جو قبائل آباد تھے ان کی نسبت یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بالعموم اس صدا پر لبیک کہا۔ بیزنطیم جس کا کئی برس سے تھیبز کے ساتھ دوستانہ تھا اس نے بھی روپیے کی امداد دی۔ اسپارٹا والوں نے اہل فوکس کی مدد کے لئے ایک ہزار آدمی بھیجے اور اجیر سپاہیوں کے مہیا کرنے کے لئے فلاملس، ڈلفی کے مندر کے خزانوں کا کچھ حصہ کام میں لایا اور ہر وقت اس کا یہ ارادہ تھا کہ اس رقم کو واپس کر دے گا۔

ایتھنز نے کیا روش اختیار کی۔ اس کا قطعی جواب دینا غیر ممکن ہے۔ اسٹوفن اور ایوبیولس دونوں عام حکمت عملی کی حیثیت سے تھیبز کے ساتھ دوستانہ کر لینے کی طرف مائل تھے، اگرچہ دوسری جانب ایتھنز اور اہل فوکس کے دوستانہ کی بھی ایک طویل تاریخ موجود تھی اور قوم بحیثیت مجموعی تھیبز والوں سے متنفر تھی۔ ڈیموس تھینیز بذات خاص علی العموم تھیبز کا دوست تھا[1]۔ یہ ممکن ہے کہ

---

[1] ڈیموس تھینیز نے میگیلوپوس کے متعلق جو تقریر کی وہ اسپارٹا سے زیادہ تھیبز کی جانبداری

اول اول اتیھنز کے سیاسی سرگروہوں نے تھیبنز کی جانبداری اختیار کی ہو اور اتیھنز اور اہل لاکرس کے درمیان ایک معاہدے کی یادداشت سے اس خیال کی کچھ اصلیت بھی معلوم ہوتی ہے لیکن بظاہر یہ معاہدہ جنگ کے اوائل برسوں میں ہوا تھا۔ بہرنوع اگرچہ انھوں نے اہل فوکس کی استدعا کا دوستانہ جواب دیا مگر اول اول انھوں نے اہل فوکس کو کسی قسم کی پرزور مدد نہیں دی اور عام طبائع اس طرح منقسم ہوگئی تھیں کہ ایک طرف اہل فوکس کے مقام مقدس کی بیحرمتی کرنے کے افعال سے سخت ناپسندیدگی پیدا ہوگئی تھی اور دوسری طرف ایک جذباتی فکر یہ لاحق تھی کہ مبادا اہل فوکس بالکل نیست ونابود ہو جائیں۔

یہ جنگ ابتدا ہی سے بڑی شدت کے ساتھ برپا ہوئی، فلاملس نے چند حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کیں مگر سنہ ۳۵۴ میں تیتون کے قریب اہل تھیبنز نے اسے شکست دیدی اور وہ خود بھی مارا گیا۔ انومارکس اس کا جانشین ہوا جس نے نہ صرف اجیر سپاہیوں کی تنخواہ ادا کرنے کے لئے بلکہ متعدد شہروں میں زبردست اشخاص کو تحائف بھیجنے کے لئے مندر کے خزانوں کا بیباکانہ استعمال کیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے یہ تحائف اس غرض سے دیے تھے کہ ان اشخاص کے ذریعہ سے ان کے اہل ملک کی تائید حاصل کرے جو لوگ اس کے ساتھ شامل ہوئے انہیں میں فیری کا شہزادہ یا مطلق العنان حکمران مکافرن بھی تھا جسے یہ آرزو تھی کہ اہل تھسالیہ پر اپنے خاندان کا تسلط دوبارہ قائم کر دے کیونکہ چند برس قبل سکندر کے انتقال کے بعد سے خاندان فیری نے اپنی فوقیت زائل کر دی تھی اور لاریسہ کے خاندان الیوڈ کو تقدم ہو گیا تھا۔ سنہ ۳۵۲ اور سنہ ۳۵۳ کے بیشتر حصہ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انومارکس زیادہ تر کامیاب رہا۔ اس نے اہل لاکرس کو شکست دیکر آرکومینس کو بحال اور تھیبنز کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ ہیں تھی اگرچہ وہ رفع شک کے لئے اہل تھیبنز کے متعلق ناپسندیدگی کے رسمی فقرے ہی برابر استعمال کرتا گیا ہے۔

اقتدار سے آزاد کر دیا۔ اس نے تھرمابیلی کے جامع الاہمیت راستہ پر بھی قبضہ کر لیا اور اگرچہ کرونیا میں اسے اہل تھیبز کے سامنے رک جانا پڑا لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس سے اس کے مقاصد کو زیادہ نقصان پہنچا۔ ۳۵۳؁ کے ختم ہونے کے قریب لاریسیہ کے شہزادگان ایوڈیکس اور سمس نے فیری کے رقیب خاندان کے مقابلہ میں فیلقوس سے امداد کی درخواست کی اور جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں فیلقوس نے اس التجا کو قبول کر لیا۔ اس پر مکافرن نے بہ تعجیل تمام انومارکس اور اس کی فوج کو طلب کیا۔

انومارکس نے پہلے اپنے بھائی پھیلس کو بھیجا لیکن فیلقوس نے اسے بہت جلد بھگا دیا اس وقت وہ اسے بچانے کے لئے خود گیا اور دو معرکوں میں فیلقوس کو بہت سخت شکست دی۔ فیلقوس اس سے کچھ پست ہمت نہ ہوا اور اپنی دل گرفتہ فوج کی حوصلہ افزائی کرتا ہوا کچھ دیر کے لئے تھسالیہ کی طرف ہٹ گیا مگر یہ کہتا گیا کہ یہ ہٹنا مینڈھے کے پیچھے ہٹنے کے مثل ہے تاکہ دوسری مرتبہ زیادہ سخت ٹکّر لگائے۔ اس موقع پر مکارفن تھسالیہ کا مالک ہو گیا اور انومارکس مظفر و منصور دور تک جنوب کی طرف بڑھ گیا اور کارونیا پر قبضہ کر لیا، مگر ۳۵۲؁ کے اوائل میں فیلقوس پھر نمودار ہوا اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اس کے سپاہی اپالو کی طرف سے مرد میدان بنکر آئے ہیں ان کے سروں پر پھول پتیوں کا سہرا باندھا اور اس طرح ان کے دلوں میں اعتماد پیدا کر کے ساحل میگنیشیا کے قریب انومارکس اور مکافرن پر کامل فتح حاصل کی۔ انومارکس خود کام آ گیا اور فیلقوس نے قیدیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو مقام مقدس کی بے حرمتی کا مجرم قرار دیکر تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن فراریوں میں سے کچھ لوگوں کو کیرس نے (جو اتفاقاً اس وقت ساحل میگنیشیا کے پاس سے جہاز پر گزر رہا تھا) بچا لیا۔ فیلقوس نے اب فیری کا محاصرہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا مکافرن کو معزول کر کے مطلق العنانی کے دور کا خاتمہ کر دیا اور عملاً خود کل تھسالیہ کا مالک بن گیا۔

اس جنگ کے اوائل میں ایتھنز کی روش جو کچھ بھی رہی ہو مگر اب یہ

صاف ظاہر تھا کہ وہ فیلقوس کی بڑھتی ہوی طاقت سے مزید لڑائی نہیں برت سکتا تھا۔ خیالات اس طرف گئے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ کیرس سنو اسی غرض سے میگنیشیا بھیجا گیا ہو کہ وہ انومارکس سے ملکر کام کرے مگر اس کے متعلق صرف ایک ڈیوڈورس کی شہادت ہے اور وہ اس موقع پر اس کی موجودگی کو محض اتفاقی قرار دیتا ہے لیکن جب فیری پر قبضہ کرنے کے بعد فیلقوس پیگاسی پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا جو تھسالیہ کا سب سے زیادہ اہم بندرگاہ[1] تھا تو اہل اتھینز نے یہ عزم کر لیا کہ اس شہر کی مدد کے لئے ایک مہم روانہ کریں مگر بدقسمتی سے متھون کی مہم کی طرح یہ مہم بھی بعد از وقت پہنچی، اور فیلقوس اس سے پہلے ہی اس بندرگاہ کا مالک ہو چکا تھا۔ فیلقوس نے اب تھسالیہ کے معاملات کا انتظام کیا بحیثیت مجموعی اس نے رفق ومدارا سے کام لیا لیکن بندرگاہوں کا محصول اپنے لئے محفوظ کر لیا اور میگنیشیا کو اپنے مقبوضات میں شامل رکھا بعد ازاں جولائی ؁۳۵۲ کے قبل اس نے تھرمابیلی کی طرف حرکت کی۔

اس موقع پر اہل اتھینز نے وقت پر کام کیا۔ اس میں شک نہیں کہ مدافعت کی کارروائیوں کی ضرورت کو ایوبیولس نے جنگی فریق سے کچھ کم نہیں سمجھا۔ دوسری تدبیر صرف یہی ہو سکتی تھی کہ فیلقوس سے صلح کر لی جائے اور یونان وتھریس دونوں ملکوں میں مملکت کے متعلق ایک قطعی قرارداد ہو جائے مگر اس کا ماحصل قطعاً یہ ہوتا کہ اتھینز ایمفی پولس سے دست بردار ہو جائے اور مجلس ملکی کی کثرت رائے ہنوز اسے منظور کرنے پر آمادہ نہیں تھی۔ پس اس صورت میں فیلقوس کا مقابلہ کرنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا اور جو کارروائیاں اختیار کی گئیں ان کی تجویز ایوبیولس کے ایک موید ڈیوفینٹس (ساکن سینلٹس) نے کی۔ شہریوں میں پورا جوش پیدا ہوگیا اور وہ رضاکارانہ طور پر خدمت کے لئے آمادہ ہوگئے اور دس ٹیلنٹ کے

---

[1] یہ مقام موجودہ دولو کے محل وقوع کے قریب واقع تھا۔

خرچ سے (جس میں سپاہیوں کے بخ کے اخراجات بھی شامل تھے) ناسکلس کی سرکردگی میں پانچ ہزار پیدل اور چار سو سوار براہ بحر تھرما پیلی کو روانہ کیے گئے۔ تھرما پیلی میں انومارکس کا جانشین سپہ سالار فیلس پہلے ہی سے ایک زبردست فوج لئے ہوئے خشکی پر اہل ایتھنز کا منتظر تھا۔ فیلس نے اہالی فوکس کو ایک مرتبہ پھر مجتمع کر لیا تھا اور اس فوج میں ان کی پشت پر اہل اسپارٹا اور اہل ایکیا کی بہت بڑی امدادی فوج بھی موجود تھی اور وہ سپاہی بھی ان کی مدد پر تھے جو اس سے قبل مکافرنٹ کے لئے جنگ آزمائی کر چکے تھے۔ اہل ایتھنز کے دستۂ فوج کے آجانے کی خبر سن کر فیلقوس نے اس راستہ کو عبور کرنے کی کوشش ترک کر دی، اور ڈیموس تھینیز نے ایک سے زائد مرتبہ اس موقع کا حوالہ دیا ہے کہ زمانۂ قریبہ میں یہ بھی منجملہ ان چند مواقع کے ہے جبکہ اہل ایتھنز نے اپنے روایات کے شایان شان عمل کیا، اور اس لئے اپنے مقصد میں کلیتہً کامیاب رہے۔ آگے بڑھنے میں جو خطرہ درپیش تھا اس کے علاوہ فیلقوس کے اس طرح واپس ہو جانے کے سبب کا پتا چلانا کچھ دشوار نہیں ہے۔ اس مہم میں وہ پہلے ہی اپنی منزلت میں بہت کچھ اضافہ کر چکا تھا اور یہ مقصد نہ صرف فتح سے حاصل ہوا بلکہ اس سے بھی پورا ہوا کہ وہ ڈلفی کے اس دیوتا کا حامی بن کر میدان میں آیا تھا جس کے مندر کی انومارکس اور اہل فوکس نے اس طرح بے حرمتی کی تھی کہ فرداً فرداً سلطنتوں کے اغراض و مقاصد کچھ ہی کیوں نہ ہوں مگر یونانیوں کے مذہبی احساس کو عام طور پر صدمہ پہنچ گیا تھا۔ پس اس مقصد میں اپنی جانب اچھا خیال پیدا کر لینا کوئی معمولی نفع نہیں تھا اور بروقت فیلقوس کے قانع ہونے کے لئے یہی کافی تھا کہ وہ اپنے فتوحات کو آگے بڑھانے کے خطرے میں پڑے بغیر اپنے اس نفع سے فائدہ اٹھائے۔ یہ بھی اغلب ہے کہ درۂ تھرما پیلی سے شمال کی جانب تھسالیہ کو اپنے اقتدار میں رکھکر (اگرچہ وہ پوری طرح زیر نہیں ہوئی تھی) اور آگے بڑھکر جنوب میں اہل تھیبز کو اپنا حلیف بنائے رہنے سے اور بظاہر اسباب شکست خوردہ اہل فوکس کو روکے رکھنے کی قدرت کے ساتھ اس نے یہ سمجھ لیا ہو کہ اس سخت مقابلہ کی صورت میں

درہ کے عبور کرنے کی کوشش میں اس سے کم نفع ہوگا جتنا نفع مقدونیہ کے مشرق میں اپنے فتوحات کو جاری رکھنے اور اسے مستحکم کرنے میں تھا۔ پس ۳۵۲؁ کے ختم ہونے کے قبل ہم اسے پھر ایک مرتبہ تھریس میں دیکھتے ہیں۔ یہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ تقریباً ایک برس قبل اس نے کرسابلیپٹس سے ضمانتیں لی تھیں اور امیڈوکس نے اس کی مخالفت کی تھی مگر اس نے عوض لینے سے پرہیز کیا۔ موجودہ موقع پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کرسابلیپٹس کے خلاف امیڈوکس کی مدد کی تھی، چنانچہ ایک شارح کا بیان ہے کہ بائی زنطہ اور پرنتھس کی اقوام اور امیڈوکس تھریسی نے ایک متنازعہ فیہ قطعۂ ارض کے متعلق کرسابلیپٹس سے جنگ کی جو تھریس کے ایک حصہ کا بادشاہ تھا۔ فیلقوس نے ان کی مدد کی اور کرسابلیپٹس کو شکست دیکر مجبور کیا کہ جو لوگ اس قطعۂ ارض کے دعویدار ہیں وہ قطعہ انھیں کو حوالہ کر دے۔ مزید براں اس نے کرسابلیپٹس کے بیٹے کو بطور یرغمال کے لے لیا اور اسے مقدونیہ کو لے گیا“ (اسکینز جب چھ برس بعد بطور سفیر کے پلا کو گیا تو وہاں اس نے کرسابلیپٹس کے بیٹے کو دیکھا تھا جو ہنوز قید میں تھا) فیلقوس فی الواقع ٹھیک اس حکمت عملی پر چل رہا تھا جس کی سفارش ارسٹاکریٹس کے خلاف تقریر میں ڈیموس تھینیز نے اہل ایتھنز سے کی تھی، یعنے تھریس کی قوت کو چند شخص یا سلطنتوں پر منقسم کر دیا جائے اور فیلقوس نے بائی زنطہ سے جو محالفہ کیا وہ بالکل قرین عقل معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ ہم یہ یاد رکھیں کہ جنگ مقدس کے معاملہ میں فیلقوس ہی کے مانند اہل بائی زنطہ بھی تھیبز والوں کی تائید میں تھے۔ اس نے کارڈیا سے بھی محالفہ کیا اور اس طرح اپنے لئے ایک قلعہ حاصل کر لیا جو کرسونیز پر حاوی تھا اور یہ ایتھنز کی قوت کے لئے ایک بہت ہی سخت خطرہ تھا۔ اسی سال نومبر میں اس نے ہیرین ٹیکاس کا محاصرہ کر لیا اس قلعہ کا صحیح محل وقوع معلوم نہیں ہے مگر غالباً یہ قلعہ یا تو کرسونیز سے یا اس ساحل سے جہاں سے اہل ایتھنز کے غلہ کے جہازات گزرتے تھے اس قدر قریب تھا کہ اہل ایتھنز فیلقوس کی اس کارروائی کو سکون خاطر کے ساتھ نہیں دیکھ سکتے تھے اور ان میں

پھر ایک مرتبہ اظہار قوت کا جوش پیدا ہوگیا - اس کا نتیجہ خود ڈیموس تھینیز کے الفاظ میں بہترین طریقہ سے بیان ہوا ہے[1] -

"تمام مباحثہ اور جوش و خروش کے دوران میں جو مجلس ملکی میں پیش آیا آپنے ایک یہ قرارداد منظور کی کہ چالیس جہاز تیار کئے جائیں پنیتالیس برس سے کم عمر کے لوگ بذات خاص ان جہازوں میں سوار ہوں اور ہم لوگ ساٹھ ٹیلنٹ کا ایک جنگی محصول ادا کریں یہ قرارداد نومبر کے مہینے میں منظور ہوئی تھی وہ سال ختم ہوگیا[2] اس کے بعد جولائی - اگست و ستمبر کے مہینے آئے - ستمبر میں "اسرار" کے تہوار کے بعد آپنے بادل ناخواستہ کریڈیمس کو دس جہازوں کے ساتھ روانہ کیا جس میں سپاہی مطلق نہ تھے اور کریڈیمس کے پاس پانچ ٹیلنٹ چاندی تھی جب یہ خبر آئی کہ فیلقوس بیمار ہوگیا یا مرگیا ہے (اور یہ دونوں خبریں آئی تھیں) آپنے معاً اس بیڑے کو برخاست کردیا ایتھنز کے لوگ خیال کرنے لگے کہ اب مہم کی کوئی ضرورت نہیں رہی مگر یہی تو بڑا موقع تھا کیونکہ اگر اس وقت ہم میدان کارزار میں اسی جوش کے ساتھ جاتے جس جوش سے کہ ہم نے اُس کا عزم کیا تھا تو فیلقوس آج ہمیں پریشان کرنے کے لئے باقی نہ رہا ہوتا"

ڈیموس تھینیز نے جو خاکا پیش کیا ہے اس کی تکمیل بہت آسانی سے ہوسکتی ہے ہم یہ تصور قائم کرسکتے ہیں کہ جنگی فریق نے جس خطرے کا شور مچایا تھا اس سے اس عمومیت کے جنگجویانہ احساس اس شدت سے بھڑک اٹھے تھے کہ ایوبیولس نے یہی مناسب سمجھا کہ ہیرین ٹیکاس کا ایک مہم پر روانہ کرنا قبول کرلے - اس کے بعد فیلقوس کی علالت کی خبر آئی جس سے ایوبیولس کو خاموشی پر زور دینے کا دولتمند شہریوں کو اخراجات سے بچ نکلنے کا اور باقی لوگوں کو جنگ سے پہلو تہی کرنے کی عادتی سہل انگاری میں پڑجانے کا پھر ایک مرتبہ موقع مل گیا (یہ امر

---

[1] اولینتھ ۳ - نوٹ ۴ -

[2] ایتھنزیوں کا سال تقریباً جولائی سے جولائی تک ہوتا تھا -

[3] اہل روڈز سے متعلقہ تقریریں (جو غالباً اوائل ۳۵۱ میں ہوئی تھی) اس خیال پر

قابل لحاظ ہے کہ ہم اب کرٹیمیس کو ایتھنز کی ملازمت میں پاتے ہیں۔ غالباً تھریس میں فیلقوس کی مستعدی سے اسے یہ تیقن ہو گیا تھا کہ کرسابلیپٹس کے معاملہ میں ناکامی مقدر ہو چکی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اہل ایتھنز اس سے بہت خوش ہوئے کہ وہ ان کے مخالف کے بجائے ان کا موئید ہو گیا ہے)۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اسی زمانہ میں ڈیموس تھینیز نے یہ تجویز کی کہ روڈز کے جلاوطن اشخاص کی مدد کیجائے اور اس تجویز کو شکست ہو گئی اس میں شک نہیں کہ یہ شکست ایوبیولس کے اثر سے ہوی جس نے اس معاملہ میں دانشمندی سے کام لیا کیونکہ ابھی دوسرے دشمنوں سے نبٹنا باقی تھا۔ اس حالت میں ایران کو آزردہ کرنا نہایت ہی لایعقلانہ فعل ہوتا آرتازرکسنر ہین اس موقع پر اپنی مصر کی باغی رعایا کو مطیع کرنے میں مشغول تھا اور بے شبہہ اسے یہ فکر لاحق تھی کہ اور جگہوں کے مشکلات سے وہ بچا رہے اس لئے روڈز کے مناقشہ میں اہل ایتھنز کا شرکت سے انکار کر دینا اس کے لئے باعث سہولت تھا اور اس کے ساتھ ہی بظاہر اس نے یہ بھی کوشش کی کہ تھیبز والوں کو بھی ساکت رکھے اور وہ اس طرح کہ جب جنگ مقدس کے جاری رکھنے کے لئے انھیں روپیہ کی شدید ضرورت پیش آئی اور انھوں نے اردشیر سے التجا کی تو اس کے جواب میں اس نے ایک بہت بڑی رقم ہے انھیں بھیجدی (اہل تھیبز کی اس دقت کی) وجہ یہ تھی کہ جنگ بے نتیجہ طور پر طول پکڑتی جاتی تھی پیلیس کو کچھ کامیابی حاصل ہوی تھی مگر ۳۵۲ق م کے قبل اس کا انتقال ہو چکا تھا اور فلیکس اس کا جانشین ہوا تھا مگر بیوشیا اور فوکس میں لڑائی کئی برس تک جاری رہی اور کوئی فیصلہ کن کارروائی نہیں ہوی۔ اگرچہ دشمن کی تاخت سے وقتاً فوقتاً اہل فوکس کی مملکت کو سخت نقصان پہنچتا رہا۔

فیلقوس نے جب اس بیماری سے شفا پائی جس نے اسے ہیرین ٹیکاس کے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ:۔ ایتھنز والوں کے خوب ہی لتے لیے کہ وہ فیلقوس کو اس قابل بھی نہیں سمجھتے تھے کہ اس کی دشمنی کا کچھ خیال کریں۔

محاصرے کے اٹھا لینے پر مجبور کر دیا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے فوراً اپنے خیالات اولنتھس کی جانب منعطف کر دئے۔ اس نے اس شہر کو کیلکیڈی کی لیگ کا سرگروہ رہنے دیا تھا اور پوٹیڈیا اینتھمس اور دوسرے اقطاع کے اس کے قبضہ رہنے کا بھی روادار ہو گیا تھا مگر یہ امر بالضرور یوماً فیوماً سب پر واضح ہوتا جاتا تھا کہ فیلقوس کو جس وقت بھی موقع مناسب ملیگا، بظن غالب وہ اس سے باز نہ رہے گا کہ لیگ کی اطاعت کا مطالبہ کرے اور اس طرح اپنے ممالک کو مربوط و مستحکم کر لے۔ سنہ ۳۵۲ ہی میں فیلقوس کے تھریس میں ہونے کی وجہ سے اولنتھس نے موقع کو غنیمت سمجھکر ایتھنز کی طرف دست وداد بڑھا دیا تھا اور اس طرح فیلقوس کے ساتھ اپنی اس قرارداد کو توڑ دیا تھا جس کے بموجب وہ ایتھنز کے ساتھ صلح صرف فیلقوس کی شمولیت ہی کے ساتھ کر سکتا تھا۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد فیلقوس کے سوتیلے بھائی آربیڈس نے (جس نے فیلقوس کی تخت نشینی کی مخالفت کی تھی) اولنتھس میں پناہ لی اور وہاں اس کا خیر مقدم کیا گیا۔ اوائل سنہ ۳۵۱ میں (کہ یہی بہر نوع اغلب تاریخ ہے) فیلقوس اولنتھس کی مملکت کے اندر آموجود ہوا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کیلکس کی لیگ کے حدود میں صرف اس وجہ سے داخل ہوا ہو کہ وہ ہیرین ٹیکاس سے واپس ہوتے ہوئے لیگ سے ملی ہوئی مملکت بباسٹی کی فتح کو درست و مکمل کر لینے کے لئے اولنتھس کی مملکت سے ہو کر گزرا۔ لیگ کے شہروں کے خلاف اس نے یقیناً کوئی مخالفانہ روش نہیں اختیار کی بلکہ ان کی نسبت اپنی دوستی تک کا وعدہ کرتا رہا مگر غالباً اسی وقت میں یہ ہوا کہ کیلکس کے شہروں کی ایک سفارت کے جواب میں جنگ و ستم کے متعلق ایک قصہ بیان کیا اور جنگ و ستم کو وہ فوق الفطرت قوتیں ظاہر کئے جنھیں اہل کیلکس باغلب وجوہ خود اپنے اوپر مسلط کیا چاہتے تھے۔

سنہ ۳۵۱ اور سنہ ۳۵۰ میں اس نے اہل اولنتھس کو کسی طرح سے پریشان نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی علالت عود کر آئی ہو اور اس وقت کے کچھ حصہ میں وہ الیریا کے قلعوں کو مستحکم کرنے اور آرمیبس (شاہ ایپرس) کے خلاف

جنگ و جدل میں مصروف رہا ہو مگر اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ وہ اس تمام دوران میں اولنتھس میں ایک ایسے فریق کو نشو و نما دے رہا تھا جو اس کا جانبدار ہو، ایوبیا میں اس نظر سے خفیہ طور پر سازش کر رہا تھا کہ جب وہ اولنتھس پر حملہ آور ہونے کا موقع دیکھے اس وقت ایتھنز کی فوجوں کے لئے ایوبیا میں ایسی مصروفیتیں پیش آجائیں کہ وہ اولنتھس کی مدد کے لئے آنے کے قابل نہ رہیں

سب سے زیادہ اغلب یہی ہے کہ اوائل ۳۵۱ء میں اس کے جہازوں نے ایتھنز کی مملکت پر وہ یورشیں شروع کیں جن کا ذکر ڈیموس تھینیز اور اسکینیز دونوں نے کیا ہے۔ ان جہازوں نے نہ صرف لمناس اور امبرس پر تاخت کی اور ایتھنز کے شہریوں کو بطور قیدی جنگ کے پکڑ لے گئے بلکہ انھوں نے (ایوبیا کے جنوب ترین موقع پر) جرسیٹس سے قریب اہل ایتھنز کے غلہ کے جہازات کے بیڑے کو بھی گرفتار کر لیا اور فی الواقع اپنی فوجوں کو میرتھان میں اتار دیا اور ایتھنز کے اس سرکاری جہاز کو پکڑ لے گئے جو ڈیلوس کے مذہبی تہوار کے لئے ایک وفد کو لئے جا رہا تھا۔ ان افعال سے جو خوف پیدا ہو گیا، اسے اسکینیز نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ اس خبر سے جو دہشت و پریشانی لاحق ہو گئی تھی اس کے دوران میں مجلس ملکی کے جو خاص اجلاس طلب کئے گئے ان میں شرکا کی تعداد معمولی اجلاسوں سے بہت بڑھی ہوئی تھی۔ تاہم کوئی پر زور کارروائی نہیں اختیار کی گئی بجز اس کے کہ کریڈیمس کو غالباً ہلسپانٹ کی طرف روانہ کیا گیا اور جیسا کہ اس اقتباس میں بیان ہو چکا ہے جو اولنتھس سے متعلقہ تیسری تقریر سے اوپر منقول ہو چکا ہے کہ کریڈیمس کے ساتھ دس جہاز اور پانچ ٹیلنٹ بھیجے اور اسے اجیر سپاہیوں کا مہیا کرنا خود اسی پر چھوڑ دیا گیا تھا اور اسی سال کی مجلس ملکی کے کسی نہ کسی اجلاس میں یہ ہوا ہوگا (اور غالباً کریڈیمس کی روانگی کے بعد موسم خزاں میں ایسا ہوا ہو) کہ ڈیموس تھینیز نے اپنی مخالف فیلقوس تقریروں میں سے پہلی تقریر کی۔

یہ پہلا موقع تھا کہ ڈیموس تھینیز نے مباحثہ کا آغاز کیا تھا اور ایک شخص

کے لئے جو تیس برس کی عمر کا ہو (مجلس ملکی کے دستور کے مطابق) زیادہ معمر اشخاص کی اظہار رائے کا انتظار کئے بغیر ابتدا ہی میں اُٹھ کھڑا ہونا ذرا ہمت کا کام تھا۔ اس نے کہا کہ چونکہ ہم پھر ایک ایسے مسئلہ پر غور کرنے والے ہیں جس پر یہ لوگ اکثر تقریریں کر چکے ہیں اس لئے میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے کھڑے ہو جانے کے لئے مجھے معذور سمجھنا قرین عقل ہوگا کیونکہ سابق میں ان اصحاب نے آپ کو جو صلاح دی تھی اگر صلاح اسی میں ہوتی تو پھر اس مباحثہ کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی۔ اس کے بعد وہ فوراً ہی اعراض کی طرف متوجہ ہو گیا صورت معاملات کی یہ ساری بدبختی اس وجہ سے تھی کہ اہل ایتھنز نے اپنے ملک کی حفاظت میں شخصی طور پر شرکت کرنے سے انکار کر دیا تھا، اجیر سپاہیوں پر بھروسا کرنا انھیں اور ان کے سپہ سالاروں کو روپیہ سے مدد دینے میں کوتاہی کا واقع ہونا اور ان کی فوجی کارروائیوں کا وقفوں کے ساتھ ہونا یہی وہ امور تھے جنہوں نے ایتھنز کے اغراض و مقاصد کو فیلقوس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا چند چبھتے ہوئے جملوں میں اس نے اپنے وقت کے اہل ایتھنز کا نقشہ کھینچ دیا، ان کی اشتعال پذیری، ولولہ انگیز گپ بازی سے ان کی رغبت، بروقت جب جوشش کو محسوس کرتے ہوں اسے قائم رکھنے اور اس سے موثر کام لینے کی عدم قابلیت، ان تمام اسقام کو اس نے الم نشرح کر دیا۔ (اس نے سوال کیا کہ) "کیا آپ لوگ ایک دوسرے سے یہ پوچھتے پھریں گے "کیا کوئی خبر ہے" کیا اس سے زیادہ کوئی عجیب خبر ہو سکتی ہے کہ مقدونیہ کا ایک شخص اہل ایتھنز کو جنگ میں شکست دے رہا اور یونان کے معاملات کے متعلق احکام جاری کر رہا ہے؟ ایک پوچھتا ہے کہ کیا فیلقوس مر گیا ہے؟ دوسرا کہتا ہے کہ نہیں وہ بیمار ہے۔ ان دونوں باتوں میں آپ کے لئے کیا فرق ہوا۔ اگر فیلقوس کو کوئی حادثہ پیش بھی آجائے تو بھی اگر آپ کو اپنے فوائد کی طرف ایسی ہی توجہ رہی جیسے کہ اب تک رہی ہے تو آپ اپنے لئے بہت جلد ایک دوسرا فیلقوس پیدا کر لیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ فیلقوس اپنی کوششوں سے اتنا نہیں جتنا ہماری غفلتوں سے اس بلند مرتبہ پر پہنچا ہے۔ میں اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتا اور کہتا ہوں کہ

اگر فیلقوس کو کوئی حادثہ پیش آجائے، اگر گردش تقدیر سے ایسا ہو بھی جائے کیونکہ تقدیر کو ہماری فکر خود ہم سے زیادہ ہے اور اس سے جو عام ابتری پیدا ہوگی تو کیا آپ دفعۃً اس پر حملہ آور ہو سکتے اور جس امر کے متعلق جس طرح چاہیں حکم دے سکتے ہیں؟ مگر موجودہ صورت میں اگر حالات زمانہ ایمفی پولس کو بھی آپ کے سامنے پیش کردیں تو بھی آپ اس پر قابض نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ کے قویٰ اور آپ کے طبائع دونوں اس سے بہت بعید ہیں۔"

علاوہ ازیں اتھینز کا تمام فوجی نظم، غلطی پر مبنی تھا۔ قرارداد ہو چکنے کے بعد بھی فوج کی ترتیب میں جس قدر تاخیر واقع ہوئی وہ فیلقوس کے ایسے مخالف سے مقابلہ کرنے کے لئے مہلک تھی اور اس سے بہت شدت کے ساتھ وہ فرق بھی ظاہر ہوگیا کہ عام تہواروں کے متعلق تمام انتظامات کس عجلت و سرعت کے ساتھ مہیا ہو جاتے تھے۔ جن جگہوں پر حملہ ہوا تھا وہاں متفرق و منفرد مہمیں بھیجنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

"آپ کی جنگ آوری کا طریقہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے گھونسوں کی لڑائی میں وحشیوں کا ہوتا ہے۔ ان میں سے اگر ایک کے کہیں گھونسا لگائیے تو جہاں گھونسا پڑا ہے اُس جگہ کو وہ زور سے پکڑ لیتا ہے۔ اگر دوسرا گھونسا لگائیے تو پہلی جگہ کو چھوڑ کر اُس کے ہاتھ وہاں پہنچتے ہیں جہاں یہ دوسری چوٹ پڑی ہے۔ مگر یہ کہ اپنے تئیں بچائے اور حریف کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کو دیکھ سکے یہ اس سے نہ ہو سکتا ہے اور نہ اس کا وہ قصد کرتا ہے۔ یہی حال آپ کا ہے۔ اگر آپ سنتے ہیں کہ فیلقوس کرسونیز میں ہے تو آپ ارادہ کرتے ہیں کہ ایک مہم کرسونیز میں بھیجی جائے۔ اگر وہ تھرماپولی میں ہوتا ہے تو آپ ایک مہم تھرماپولی کو روانہ کر دیتے ہیں اور وہ جہاں کہیں بھی ہوتا ہے آپ اس کے پیچھے پیچھے دوڑے پھرتے ہیں گویا وہی آپ کی فوجوں کی رہبری کرتا ہے۔"

اسی لئے ڈیموس تھینیز اس امر پر مصر تھا کہ یہ قطعاً ضروری ہے کہ ایک مستقل فوج ہو جو برابر موقع جنگ پر موجود رہے۔ مزید براں یہ فوج زیادہ تر شہریوں پر مشتمل ہو جن کی موجودگی سے کم از کم اتنا تو ہوگا کہ سپہ سالاروں کی خود مختاری پر

روک قائم ہو جائے گی اور وہ ایسا کم کر سکیں گے کہ اتھینز نے جس جنگ کے لئے انھیں بھیجا ہے اسے چھوڑ کر کسی اور زیادہ مفید مہم پر چلے جائیں۔ علاوہ ازیں ڈیموس تھینیز نے اپنے سامعین کو یہ بھی یاد دلایا کہ چونکہ ان سپہ سالاروں کو وطن سے مدد نہیں ملتی اس لئے وہ خود اتھینز کے حلیفوں ہی کو لوٹنے لگتے ہیں اور جب ان پر مقدمہ چلایا جاتا ہے تو وہ اپنے مشکلات کا عذر کر کے بچ جاتے ہیں۔ اس کا تدارک صرف اسی طرح سے ہو سکتا ہے کہ روپیہ اور شہری سپاہی بافراط مہیا کئے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی ڈیموس تھینیز نے یہ بھی خیال کیا کہ اس کا انداز ان ہنگامہ آرا مقرروں سے ممیز رہے جو جنگ کے لئے شور مچاتے اور ایسی بڑی بڑی تجویزیں پیش کرتے تھے جن کا سر انجام پانا حالاً موجودہ میں محال تھا۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔ اس کی رائے میں موجودہ حالت سے جو اقتضا تھا اسے اس نے غور سے سوچا تھا اور اپنے طرز پر اس کے جذبات کو مشروحاً بیان کیا تھا۔ اسے انجام کار میں جس فوج کا تیار کرنا مدنظر تھا اس میں پچاس جہاز ہوتے جو شہری نوجوں کو لیجاتے اور شہر کی سوارہ فوج کے نصف حصہ کے لیجانے کے لئے بھی باربرداری کا سامان ہوتا اور یہ فوج کسی ناگہانی وقوعہ کی فوری کارروائی کے لئے تیار کیجاتی، مگر جہازوں کے اس ساز و سامان کا فوراً ہی انتظام نہیں ہو سکتا تھا اس لئے اس نے یہ تجویز کی کہ فوری خدمت کے لئے ایک چھوٹی فوج تیار کیجائے جس میں دو ہزار سپاہی شامل ہوں۔ از انجملہ پانچسو شہری ہوں اور دو سو سوار ہوں جن میں پچاس شہری بھی داخل ہوں۔ شہری باری باری سے خدمت کریں اور اس کے لئے دس جنگی جہاز درکار ہوں گے۔ اس فوج کا کام یہ ہنوگا کہ وہ کہیں جمکر جنگ کرے بلکہ اس کی غرض یہ ہوگی کہ وہ فیلقوس کے سواحل کو پریشان کرتی رہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اسے اتھینز کی مملکت اور اتھینز کے حلیفوں کو لوٹنے سے روکے رکھے۔ اس فوج کو صرف بقدر خوراک کے دیا جائے اور اپنی باقی ضروریات کو وہ خود مہیا کرے۔ خوراک کی مقدار کا بھی ٹھیک ٹھیک تخمینہ کیا گیا تھا اور ڈیموس تھینیز نے اس تجویز کے ساتھ ان وسائل کی ایک تفصیلی شرح بھی دی تھی

جس سے اسے یہ توقع تھی کہ ضروری سرمایہ مہیا ہو سکے گا مگر بدقسمتی سے یہ نقشہ تقریر کے ساتھ شائع نہیں ہوا اور وہ ہم تک نہیں پہنچا! اس نے یہ کہا کہ فوج کا سپہ سالار حسب اقتضائے حالات جس موقع پر جو کارروائی مناسب ہوگی اس کا تعین کرے گا، فوج موسم سرما ان جزیروں میں بسر کرے گی جو ایتھنز کے تابع ہونگے اور جب موقع پائے گی مقدونوی ساحل کے قریب ٹھہرے گی اور بندرگاہوں کے دہانوں کو بند کردے گی۔

اپنے اہل ملک میں اس حد تک جوش پیدا کرنے کے لئے کہ جن کارروائیوں پر وہ زور دے رہا تھا انھیں عمل میں لانے پر لوگ راغب ہو جائیں، ڈیموس تھینیز نے ہر طرح کے جذبات کے ابھارنے کی جن سے اہل ملک پر اثر پڑ سکتا تھا کوشش کی۔ ازمنۂ گزشتہ کا فخر، موجودہ کی شرم، اپنی آپ مدد کرنے والوں کے لئے خدا کی تائید کا یقین، آیندہ کا خوف اگر پرزور کوشش سے خطرے کو ٹالا نہ گیا، غرض ان سب باتوں کو اس نے یاد دلایا۔ اس تقریر کی فصاحت کے مقابلہ میں اس کی سابق کی تقریریں (بجز اس تقریر کے بعض حصص کے جو ارسٹاکریٹس کے خلاف کی گئی تھی) سرد معلوم ہوتی تھیں۔

ڈیموس تھینیز کے تجاویز پر اکثر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ تفصیلات میں ان تجاویز کے قابل عمل ہونے کی نسبت ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے لیکن یہ بالکل ظاہر تھا کہ اگر فیلقوس کی مخالفت کرنا تھی تو اس کی صورت صرف یہی ہو سکتی تھی کہ فیلقوس کو جو فوائد حاصل تھے انھیں، ڈیموس تھینیز کی تجویز کے موافق اہل ایتھنز کے طریقہائے جنگ میں تغیر کر کے بے مصرف بنا دیا جائے اور حقیقت میں ڈیموس تھینیز کی نکتہ چینیوں کو اس سے جو کچھ خلاف تھا وہ اس اصولی مسئلہ میں تھا کہ فیلقوس کی مخالفت کرنا چاہئے یا نہیں یہ سوال کہ اہل ایتھنز ذاتی خدمت اور مستقل فوج کی ضرورت کے برداشت کرنے پر آمادہ ہوں گے یا نہیں یہ ان کے اخلاق و عزم پر منحصر تھا (اور ٹھیک یہی خیال ڈیموس تھینیز کا تھا) اور اسے اہل ایتھنز کی نسبت اتنا حسن ظن تھا کہ وہ انھیں ان ضروری و لازمی قربانیوں کے اختیار کرنے کے سزاوار سمجھتا تھا۔ یہ کہ اس

معاملہ میں وہ غلطی پر تھا یہ ایک خفیف الزام ہے (اس نے اپنی تقریر میں جو تجویزیں کی تھیں ان میں سے زمانۂ حال کے پڑھنے والوں کو سب سے زیادہ عجیب تجویز یہ نظر آئے گی) کہ فوج میں شہری سپاہیوں کی موجودگی اس لئے درکار تھی کہ اس سے سپہ سالاروں کی خود مختاری میں روک پیدا ہو جائے گی۔ یہ تجویز غالباً اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے بالکل قرین عقل تھی۔ واقعتہً ایسا ہی ہوتا تھا کہ سپہ سالار بڑی حد تک اجیر سپاہیوں کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور وہ جہاں جانا چاہتے تھے وہاں انھیں لیجانا پڑتا تھا۔ ایسی صورت میں شہریوں کی ایک بڑی جماعت کی موجودگی سے کم از کم اتنا تو ہوتا کہ یہ اثر کسی حد تک گھٹ جاتا کیونکہ ان کی طرف سے اپنے ملک کے لئے سپہ سالار کی خدمت کا حق و دعویٰ ہر محل پر محسوس و موثر ہوتا۔

مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہے ڈیموس تھینیز کی تقریر کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ کم از کم فیلقوس کے خلاف ہمیں کسی ایسی فوجی کارروائی کا علم نہیں ہے جو سنہ ۳۵۰ کی طرف منسوب کیجا سکے۔ اس کے بجائے ہم یہ سنتے ہیں کہ اہل اتھنز اپنے قریب تر ہمسایگان اہالی مگارا و کورنتھ سے چھوٹے چھوٹے مناقشہ برپا کئے ہوئے تھے۔ اہل مگارا کی نسبت یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے الیوسس کی دو مقدس دیویوں ڈیمٹر اور پرسیفون کی متبرک زمین میں مداخلت بیجا کی تھی اور اہل اتھنز ان دیویوں کی نہایت ہی حرمت کرتے تھے اور (اس لئے) اہل اتھنز کی ایک فوج نے بہ سرکردگی سپہ سالار افیلٹس مگارا پر حملہ کر دیا اور اہل مگارا کو مجبور کیا کہ متبرک سرزمین کے متعلق عہدہ داروں کی "اسرار الیوسس" کی حد بندی کو تسلیم کریں۔ کورنتھ کو بھی ایک مسلح فوج اس غرض سے بھیجی گئی کہ وہ خاکنائے کورنتھ کے کھیلوں میں شامل ہو۔ سبب یہ تھا کہ کسی وجہ سے جس کا علم ہمیں نہیں ہے اہالی کورنتھ نے اتھنز والوں کو ان کھیلوں کے لئے رسمی سرکاری دعوت نہیں دی تھی۔ ڈیموس تھینیز کا ان مناقشات کا حقارت سے ذکر کرنا بیجا نہیں ہو سکتا کیونکہ ان خرخشوں میں پڑکر قوم اپنے زیادہ اہم اغراض سے غفلت برت رہی تھی۔

غالباً اسی سال سے ہمیں اس واقعہ کو بھی منسوب کرنا چاہئیے کہ اتھنز اور ارانٹس کے درمیان دوستانہ مراسلات ہوئے۔ ارانٹس مسیا کا

مرزبان شاہ ایران سے برسر بغاوت تھا، اس نے ایتھنز کے سپہ سالاروں کو غلہ سے مدد دی تھی۔ ان مراسلات سے اہل ایتھنز کی طرف سے ایران کے متعلق اس سے مختلف روش کا اظہار ہوتا ہے جس کی وجہ سے انھوں نے کیریس کو جبکہ وہ آرٹیبزس کو مدد دے رہا تھا واپس بلا لیا تھا۔ علاوہ ازیں شاہ مصر کی باغی رعایا کو بھی ایتھنز کے ڈیوفینٹس سے مدد مل رہی تھی اور ان کی کامیابی بہت کچھ اسی کی سپہ سالاری کے زیر بار احسان تھی۔ (برخلاف ازیں فوکیون جس کی نسبت عقب میں بہت کچھ کہا جائے گا، وہ اسی سنہ ۳۹ میں سیلیمس کے محاصرہ میں بادشاہ کی فوجوں کو مدد دے رہا تھا۔ غالباً اس وقت تک ارانٹس مغلوب ہو گیا تھا اور بادشاہ نے اس باغی مرزبان کے مؤیدین کو دھمکی دی ہو گی اور انھیں مجبور کر دیا ہو گا کہ وہ ایک مرتبہ پھر اپنا چولا بدلیں) اس وقت ایتھنز اور شاہ ایران کے درمیان جو تعلقات تھے ان کا بیشتر حصہ نامعلوم سا ہے مگر اس وقت ایتھنز کے مخالفانہ انداز اختیار کرنے کی تشریح غالباً اس سے ہو سکتی ہے کہ حال ہی میں فیلقوس اور اردشیر کے درمیان رسل و رسائل جاری ہو گئے تھے۔ کم از کم اتنا تو اغلب ہے کہ فیلقوس نے اسے مناسب سمجھا ہو گا کہ اپنے وطن سے قریب تر فتوحات کی طرف متوجہ ہونے کے قبل وہ اردشیر سے عارضی مفاہمت کر لے جس سے ایرانیوں کی طرف سے یہ اطمینان ہو جائے کہ حال میں تھریس اور ہلسپانٹ میں اس نے جو قوت حاصل کر لی ہے ایرانی ایشیا میں مداخلت نہ کریں گے۔ اس اثنا میں فیلقوس اس فریق کی ہمت افزائی کر رہا تھا جو اولنتھس میں

---

۱۰ ڈیموس تھینیز اس افواہ کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فیلقوس نے شاہ ایران کے پاس سفیر روانہ کئے تھے۔ ایرین نے دارا کا ایک خط سکندر اعظم کے نام نقل کیا ہے جس میں دارا نے سکندر کو یہ یاد دلایا ہے کہ اردشیر اور سکندر کے باپ میں دوستی و محالفہ تھا۔ ایرین کے بیان میں تاریخ کا کوئی اشارہ نہیں ہے اور اکثر لوگ اسے سنہ ۳۴۳ قرار دیں گے مگر میرا خیال ہے کہ غالباً سنہ ۳۵۱ زیادہ صحیح تاریخ ہے۔

اس کا جانبدار تھا، اس فریق کے سرگروہ ایوتھکراتیس اور لاستھینس تھے ۔ فیلقوس انھیں یہ یقین دلاتا رہتا تھا کہ وہ ان کے شہر کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا اور انھیں یہ ترغیب دیتا رہتا تھا کہ وہ اپنے شہریوں کو اس امر پر راغب کر لیں کہ وہ فیلقوس کے مخالفوں پر بھروسا کرنا چھوڑ دیں ۔ اس ترغیب کی وجہ سے اہل اولنتھس نے مقدونیہ کے مخالف فریق کے سرگروہ اپولونیڈس کو جلاوطن کر دیا اور زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ اپنی سوارہ فوج کی کمان کے لئے لاستھینس کو مقرر کر دیا اور یہ امر مہلک ثابت ہوا ۔

(ڈیموس تھینیز کہتا ہے کہ) اور اس طرح جب ان میں سے بعض نے رشوتیں لینی شروع کیں تو قوم بحیثیت مجموعی اتنی بیوقوف بلکہ کہنا چاہئیے کہ اتنی بدقسمت تھی کہ جو لوگ اُس کی فلاح کے لئے تقریریں کرتے تھے ان کی بہ نسبت ان رشوت ستاں لوگوں پر زیادہ اعتماد رکھنے لگی تھی ۔ جب لاستھینس نے اپنے مکان کی چھت میں وہ کڑیاں لگائیں جو مقدونیہ سے آئی تھیں اور یوتھیکراتیس کے پاس ایک بہت بڑا گلہ ہو گیا جس کی قیمت اس نے کسی کو کچھ نہ دی تھی اور جب ایک تیسرا شخص بھیڑیں لئے اور چوتھا شخص گھوڑے لئے وطن واپس آیا تو قوم جسے نقصان پہنچانے کے لئے یہ سب کچھ کیا جا رہا تھا اُس کا یہ حال تھا کہ بجائے غصہ ظاہر کرنے یا ایسے لوگوں کو سزا دینے کا قصد کرنے کے وہ فی الحقیقت انھیں رشک کی نظر سے دیکھتی تھی اور ان کی عزت کرتی تھی اور انھیں ہیرو سمجھتی تھی ۔ میں کہتا ہوں کہ جب اس طرح یہ حرکتیں بڑھتی جاتی تھیں اور رشوت ستانی کی خوب گرم بازاری تھی اس وقت اگرچہ ان لوگوں کے پاس ایک ہزار سوار اور دس ہزار سے زیادہ پیدل موجود تھے، اور تمام گرد و نواح کی قومیں ان کی جانب تھیں، اور آپ بھی دس ہزار اجیر سپاہ اور پچاس جہازات لیکر ان کی مدد کو گئے تھے بلکہ آپ نے اس کے علاوہ چار ہزار شہری سپاہیوں کا بھی اس کمک میں اضافہ کیا تھا مگر سب چیزیں انھیں بچا نہ سکیں ۔ جنگ کا ایک برس بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ کالکی ڈیکی کے تمام شہر ان کے ہاتھ سے نکل گئے اور فیلقوس کی یہ حالت تھی کہ جو لوگ اپنے ہی ملک اور قوم سے باغی بن کر فیلقوس کو

دعوت دیتے تھے فیلقوس اُن کی خواہشوں کو پورا نہ کرسکتا تھا۔ اور اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ پہلے کس جگہ پر قبضہ کرے۔

۳۴۹؁ اور ۳۴۸؁ ق۔م۔ کی تاریخ ان شہروں کے سیاسی سرگروہوں کی پستی اخلاق اور فیلقوس کی بیدردی کی نمایاں مثال ہے کہ جائز یا ناجائز جس ذریعہ سے بھی ہوسکا اس نے اپنے راستہ سے ہر ایک رکاوٹ کو دور کردیا۔ اوائل ۳۴۹؁ میں جب اس نے اپنے سوتیلے بھائی کی حوالگی کا مطالبہ کیا تو باوجود اپنی نیک نیتی کے تجدید اظہارات کے اس نے فی الواقع اولنتھس کے خلاف اعلان جنگ کردیا تھا۔ اہل اولنتھس نے اس مطالبہ کے پورا کرنے سے انکار کردیا۔ غالباً انھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب انھیں تا دم آخر لڑنا پڑے گا اور انھوں نے ایتھنز سے پھر التجا کی اور دوبارہ اس محالفہ کی آرزو ظاہر کی جس کا ذکر مذکور تین برس قبل ہوا تھا اور فیلقوس کے مقابلہ میں عملی مدد کی درخواست کی۔ اس اثنا میں انھوں نے فیلقوس سے کسی طرح کی قرارداد کرنے سے انکار کردیا، اگرچہ اس نے اس قسم کی تجویزیں ان کے سامنے پیش کی تھیں۔

ڈیموس تھینیز کی اولنتھس سے متعلق تقریروں میں سے پہلی تقریر اس مباحثہ کا جزو ہے جو اہل اولنتھس کی درخواست پر ہوا۔ یہ امر متنازعہ ہے کہ آیا ڈیموس تھینیز نے اولنتھس کے متعلق جو تین تقریریں کی ہیں ان میں سے یہ پہلی تقریر ہے مگر جن الفاظ کا اس میں استعمال ہوا ان سے اس امر میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ محالفہ یا بدرجۂ اقل اس امداد کی نوعیت کا جو اہل اولنتھس کو دینا منظور تھی ہنوز تعین نہیں ہوا تھا اور یہ کہ اس تقریر کے وقت تک خود اولنتھس پر حملہ نہیں ہوا تھا اور نہ کیلکس کے شہروں میں سے واقعۃً کسی شہر پر قبضہ ہوا تھا اور نہ تھسالیہ کی جانب فیلقوس کی وہ مہم جو ۳۴۹؁ کے آخری حصہ میں اختیار کی گئی تھی اس وقت تک وقوع پذیر ہوسکی ہوگی۔ تقریروں کے متعلق جو روایتی ترتیب چلی آرہی ہے وہ فی الواقع نہایت درجہ اغلب ہے اور اسی ترتیب میں مختلف تقریروں کی خصوصیت کی آسانی کے ساتھ تشریح ہوسکتی ہے۔

ڈیموس تھینیز نے اپنی تقریر کا آغاز اس طرح کیا کہ ایتھنز کے لئے ایسے پسندیدہ مخالفہ کی صورت کے پیش کرنے پر اس نے اپنے سامعین کو مبارک باد دی اور اس امر پر زور دیا کہ (اس کے خیال کے بموجب) فیلقوس کو جب تک دور ہی سے روکا نہ جائے گا وہ خود ایٹیکا کی طرف بڑھ آئے گا اور اگر اس نے ایسا کیا تو ملک اور سب سے بڑھ کر کسان تباہ ہو جائیں گے۔ اس نے اپنے اہل ملک سے یہ التجا کی کہ وہ اپنی کوتاہ اندیشی و لاپروائی کو ترک کریں اور آرام طلبی کی الفت کو اہل اولنتھس اور خود اپنے اغراض کی پر زور مستعدی سے بدل دیں۔ اس نے انھیں آمادہ کاری میں فیلقوس کی بیقراری اور مواقع سے فائدہ اٹھانے میں اس کی مہارت کی یاد دلائی اور اس کا مقابلہ اہل ایتھنز کی سہل انکاری سے کیا جو اپنے حصول مقاصد میں ہمیشہ تاخیر کر دیا کرتے تھے، اس نے اس امر پر بھی زور دیا کہ موجودہ زمانہ نہایت موزوں موقع تھا کیونکہ اس وقت فیلقوس نہ صرف اس وجہ سے مایوس تھا کہ جو کچھ اس کے سامنے ہے اس کو بغیر لڑے وہ حاصل نہ کر سکا بلکہ مایوسی کی وجہ یہ بھی تھی کہ اہل تھسالیہ میں بے چینی بڑھتی جا رہی تھی اور اغلب تھا کہ وہ فیلقوس کی بالادستی کے خلاف بغاوت کر دیتے۔

یہ تقریر صرف تعمیمات تک محدود نہ تھی۔ حسب معمول کام کا ایک معین طریقہ بھی ڈیموس تھینیز کے زیر نظر تھا اور اس کے پیش کرنے کی ذمہ داری اور اس کے خطرے کی وجہ سے اُسے کچھ تامل نہ ہوا۔ اس کی تجویز یہ تھی کہ ایک فوج لیگ کے شہروں کو بچانے کے لئے کیلکیڈیکی کو جائے اور دوسری خود فیلقوس کے ملک کو نقصان پہنچانے کے لئے مقدونی ساحل کو روانہ کیجائے۔ سرمایہ کے متعلق اس نے یہ اشارہ کیا (اور یہ اشارہ محض مبہم طرح کا تھا) کہ اس کے لیے صرف صحیح طریقہ یہی ہے کہ تہواروں میں جو روپیہ صرف ہوتا ہے وہ فوجی اغراض کی طرف منتقل کر دیا جائے مگر چونکہ یہ ظاہر تھا کہ قوم اس کے لئے تیار نہیں تھی اور اس لئے اس نے روپیہ حاصل کرنے کی بہترین تدبیر کے طور پر ایک عام جنگی محصول کی تجویز کی۔

ڈیموس تھینیز کی تجویز کی نہایت سختی کے ساتھ مخالفت کی گئی اور

دوسرے لوگوں کے علاوہ ڈیمنڈس نے بھی اس کے خلاف تقریر کی (ارتجالاً تقریر کرنے میں یہ شخص نہایت بلند رتبہ تھا اور بعد کو ایتھنز کی تاریخ میں اس نے بہت نمایاں حصہ لیا) لیکن اولنتھس کے ساتھ محالفہ ہو گیا۔ کیرس دو ہزار اجیر سپاہیوں اور تیس جہازوں کے ساتھ (جو پہلے ہی سے اس کے زیر حکم تھے) روانہ کر دیا گیا اور اس کے علاوہ آٹھ جہاز روانہ کئے جانے والے تھے لیکن یہ مہم لاحاصل ثابت ہوی۔ کن وجوہ سے ایسا ہوا اس کا علم نہیں ہے۔ ایتھنز میں کیرس کے دشمن (یعنے وہ فریق جو جنگ کا مخالف تھا) اس کے خلاف الزامات لگانے میں پھر سرگرمی دکھانے لگا اور بظاہر روپیہ سے بھی کیرس کی امداد ناکافی طور پر ہوی کیونکہ ظن غالب یہی ہے کہ اولنتھس سے متعلق جب ڈیموس تھینیز کی دوسری تقریر ہوی ہے اس وقت تک کوئی جنگی محصول نہیں لگایا گیا تھا اور یہ بھی بالکل غیر ممکن نہیں ہے کہ لوگ روانگی مہم کا تصفیہ کرتے وقت اس مہم کو جاری رکھنے کے لئے روپیہ کی منظوری دینے سے پہلو تہی کر گئے ہوں۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھیں مقرروں نے فیلقوس کی تصویر ایسی کھینچی تھی جس سے فیلقوس نہایت ہی خطرناک معلوم ہوتا تھا اور اس کی قوت کو ایسا ظاہر کیا تھا کہ اس سے مقابلہ کرنا بے سود تھا۔

معاملات کی صورت کچھ اسی قسم کی تھی جب اولنتھس کے متعلق دوسری تقریر ہوی اور پہلی تقریر کو ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا۔ اپنے اہل ملک کی عدم کارروائی کی شرم و ذلت پر ڈیموس تھینیز نے مختصراً زور دیا اور اس کے بعد تقریر کا ایک بہت بڑا حصہ اس بحث کے لئے وقف کر دیا کہ چونکہ فیلقوس کی قوت خود غرضی و دغابازی پر منحصر ہے اس لئے وہ قائم رہنے والی نہیں ہے اور اس کی آیندہ کی شکستگی کے آثار ابھی سے ظاہر ہو رہے ہیں اس دلیل سے اخلاقی اصول پر اعتقاد رکھنے کے متعلق مقرر کی تعریف ہو سکتی ہے مگر اقتضائے وقت پر اس کی غائر نظر کا پتا نہیں چلتا۔ شاید کہ یہ طریقہ محض اس لئے اختیار کیا گیا تھا کہ اس طرح عام مجمع کو یہ باور کرانے میں سہولت تھی

کہ فیلقوس اتنا خطرناک نہیں تھا جتنا وہ خیال کیا جاتا تھا تاہم اس سے ایک طرح کی صداقت کی آواز سنائی دیتی ہے جس سے غالباً ہمارا یہ خیال کرنا بجا ہوگا کہ ڈیموس تھینیز کو ابھی اتنا تجربہ نہیں ہوا تھا کہ اس پر یہ ظاہر ہو جاتا کہ اس دنیا کے معاملات میں حق کی فتح اکثر بہت دیر میں ہوا کرتی ہے اور کسی خاص معینہ وقت کے لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

(وہ کہتا ہے) جب جنگی طاقت کے ساتھ سب کے دلوں میں خیر خواہی بھی ہوتی ہے اور جنگ میں جتنے لوگ شریک ہوتے ہیں سب کی غرض ایک ہی ہوتی ہے اس وقت لوگ بخوشی جنگ کی محنت اٹھانے، مصائب برداشت کرنے اور ثابت قدم رہنے میں ایک دوسرے کے شریک رہتے ہیں مگر جب کوئی شخص شرارت اور دراز دستی کی تدبیروں سے قوت پکڑ لیتا ہے جیسا کہ فیلقوس سے ظاہر ہوا تو شرکت سے پہلے ہی کوئی عذر یا خفیف سی لغزش اُسے اپنے مرتبہ سے گرا دیتی ہے اور اتحاد شکست ہو جاتا ہے۔ اے ایتھنز کے لوگو! یہ غیر ممکن اور قطعی غیر ممکن ہے کہ بدکرداری، دغا و کذب سے ایسی قوت حاصل کیجائے جو اخیر وقت تک قائم رہ سکے۔ اس قسم کی طاقت ایک لمحہ، یا ایک ساعت کے لئے رہتی ہے، شروع میں اس شاخ پر اچھی امیدوں کے ساتھ خوب پھول کھلتے ہیں مگر زمانہ اس فریب کو معلوم کر لیتا ہے اور پھول شاخ ہی پر مرجھا کر رہجاتے ہیں۔ مکان ہو یا جہاز یا کوئی اور تعمیر ان سب میں بنیاد کا نہایت مضبوط ہونا ضروری ہے۔ اور مجکو ایسا ہی یقین اس بات کا ہے کہ وہ اصول جو انسانی اعمال و افعال کی بنیاد ہیں ان میں صدق و عدل کا ہونا ضروری ہے لیکن آج فیلقوس کے کاموں میں یہ صفات نظر نہیں آتے۔

فیلقوس کے خلاف بعد کو جو تقریریں ہوئیں اُن میں اس نازک اعتقاد کا بہت کم باقی رہنا پایا جاتا ہے۔

لیکن مقرر نے جہاں ان اصولوں کے مطابق واقعات کو جانچا ہے وہاں اس کو کچھ کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ آگے چل کر جہاں فیلقوس کے ہمراہیوں کی ناراضی اور [illegible] ان کی [illegible] کا

نقشہ اتارا گیا ہے اس میں ضرور مبالغہ شامل ہے اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیان بالکل عینی شہادت پر مبنی ہے۔ اس میں بھی بہت کم شک ہو سکتا ہے کہ فیلقوس کی حالت کا جو خاکا اس نے کھینچا ہے اس میں بھی اصابت رائے سے کام نہیں لیا ہے کیونکہ دشمن کو اُس کی حقیقت سے بہت کم سمجھ لینا کسی حال میں بھی دانشمندی پر مبنی نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (اپنے معمول کے خلاف) قوم کو یہ ترغیب دیکر کہ وہ خطرے کو بہت خفیف سمجھے ڈیموس تھینیز خود اپنے مقصد کی ناکامی کا معاون بن گیا ہو۔ یہ امر بالکل غیر اغلب نہیں تھا کہ قوم نے اس کی تقریر کے اس حصہ کو گرہ میں باندھ لیا ہو اور باقی کی کچھ پروانہ کی ہو۔

اس کے بعد ڈیموس تھینیز سپہ سالاروں کی غلط کارنی کا الزام خود اہل ایتھنز پر لگاتا ہے کیونکہ انھوں نے اپنے سپہ سالاروں کے لئے جنگ کے جاری رکھنے کے سامان بہم نہیں پہنچائے تھے اور اس لئے سپہ سالار ایسی کارروائیوں کی طرف مائل ہو گئے جس سے اُن نیک خیال شہریوں کا غصہ بھڑک اٹھا جو گھروں میں آرام سے بیٹھے ہوئے تھے اس لئے (اس دشواری کے واحد حل کے طور پر) ایک مرتبہ پھر یہی مطالبہ کیا کہ شہری بذات خاص فوجی خدمت اختیار کریں اور اپنی دولت کے تناسب سے سرمایہ میں مدد دیں، اور اس کے سوا مجلس ملکی کے اندر اپنے اطوار کی اصلاح کریں اور جو مختلف مشورے دیے جائیں انھیں بے غرضی کے ساتھ سنیں تاکہ وہ ان میں سے بہترین مشورہ کا انتخاب کر سکیں۔ اے اہل اتھنز! آپ کی عادت تھی کہ بورڈوں (مجلسوں) کے ذریعہ سے محصول ادا کرتے تھے، آج آپ اپنے سیاسیات کو بورڈوں (مجلسوں) کے ذریعہ سے چلاتے ہیں۔ دونوں جانب ایک مقرر سرگروہ ہوتا ہے اور اس کے تحت میں ایک سپہ سالار[لہ] ہوتا ہے اور "دہ صد" کا یہ کام ہے کہ لوگ وہاں صرف شور مچانے کے لئے آتے ہیں آپ کو یہ طریقہ ترک کر دینا چاہیئے بلکہ اب آپ کو خود اپنا مالک بن جانا چاہیئے۔ آپ کو چاہیئے کہ ہر شخص کو

[لہ] یہ اشارہ غالباً کیرس وکیرٹیمس کیطرف تھا جنکی سرپرستی دو حریف گروہ کر رہے تھے۔

مباحثہ تقریر اور عمل میں حصہ دیں۔ اولنتھس سے متعلق دوسری تقریر میں تقریر اول کی بہ نسبت یہ اضافہ ہوا ہے کہ اس میں طریق محصول کی اصلاح کے بارے میں یہ اشارہ موجود ہے کہ تمام لوگ بلا استثنا اپنی آمدنی کے تناسب سے محصول میں شرکت کریں، یہ تجویز بھی ہے کہ شہری باری باری سے فوج میں خدمت کریں تا آنکہ سب لوگ خدمت کر چکیں (اس تجویز کا اعادہ فیلقوس کے مخالف پہلی تقریر میں سے کیا گیا ہے)، یہ بھی صلاح ہے کہ بد دل اہل تھسالیہ کو اپنا شریک بنانے کے لئے ایک سفارت روانہ کیجائے مگر ان صلاحوں میں سے کسی صلاح پر بھی عمل نہیں ہوا۔ جنگ کے متعلق عادی فریق اور قوم دونوں میں سے کسی کی روش میں بھی کچھ اصلاح نہیں ہوئی یا ہوئی تو بہت ہی خفیف۔ اسی زمانہ میں کیرس کو ان الزامات کا جواب دینے کے لئے واپس بلا لیا گیا جو اس کے دشمنوں نے اس پر لگائے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جگہ پر کوئی دوسرا شخص فوراً مقرر نہیں کیا گیا۔

فیلقوس نے اب کیلکس کی لیگ کے شہروں پر حملوں کا سلسلہ جاری کر دیا۔ سب سے پہلے جس شہر پر مصیبت نازل ہوئی وہ ارسطو کا مولد اسٹیگرا تھا، جسے زمین کے برابر کر دیا گیا (کئی برس بعد اس فلسفی کی التجا پر اس کے دوبارہ بنانے کی اجازت دیدی گئی تھی)، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جنگی کارروائیوں میں اس وجہ سے خلل پڑ گیا کہ اہل تھسالیہ میں بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ فیری سے جو خاندان خارج کئے گئے ہیں ان میں سے ایک خاندان پھتولاس میں واپس آ گیا تھا۔ فیلقوس کے سپہ سالار میگنیشیا کی جو قلعہ بندی کر رہے تھے اس میں بھی خلل پڑ گیا تھا اور اہل فیری نے یہ عزم کر لیا تھا کہ وہ فیلقوس سے پگیسی کے بحال کرنے کا مطالبہ کریں اور آئندہ اپنے بندرگاہ اور حقوق بازار سے فیلقوس کے مستفید ہونے سے انکار کر دیں۔ اس کے نتیجہ میں فیلقوس نے پھر ایک مرتبہ پھیتولاس کو نکال دیا اور عدم اطاعت کے ہر طرح کے میلان کو دبا دینے کی کارروائیاں اختیار کیں خواہ یہ مقصد قوت سے حاصل ہوا یا اس قسم کے دوستانہ تیقنات سے جن کے یقین دلانے اور پھر ان کے توڑ دینے میں وہ خوب ہی

ماہر تھا۔ دوران تابستان میں غالباً کیلکیڈیکی میں فیلقوس کی جنگی کارروائیوں کے شروع ہونے کے ساتھ ہی اہل اولنتھس نے پھر ایتھنز سے مدد کی درخواست کی۔ اس التجا کے جواب میں کریڈیمس ہلسپانٹ سے کیلکیڈیکی کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ اٹھارہ جہاز اور اجیر سپاہیوں کی ایک فوج تھی جس میں چار ہزار ہلکے پیدل اور ڈیڑھ سو سوار شامل تھے۔ اول اول اس نے جنگ کو جس طرح جاری کیا اس سے کامیابی کی امید نظر آتی تھی۔ اس نے پلین کو (جو جزیرہ نمائے کیلکیڈیکی کی ایک نکلی ہوئی شاخ ہے اور جس پر فیلقوس پہلے ہی حملہ کر چکا تھا) پامال اور پوٹیا کو برباد کر دیا جو دریائے لیڈیاس کے جنوب میں مقدونیہ کا ایک ضلع تھا، مگر خود کریڈیمس کی غلطی کی وجہ سے اس توقع کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا کیونکہ اس مہم کو آگے بڑھانے کے بجائے وہ بدترین عیاشی میں مبتلا ہو گیا اور یہاں تک پاؤں پھیلائے کہ اپنی شہوت رانی کے سامان پورا کرنے کے لئے اولنتھس کی مجلس سے مطالبہ کیا تاہم کریڈیمس کی عارضی کامیابی سے ایتھنز میں کچھ بلند خیالی پیدا ہوگئی ہوگی اور جس مباحثہ میں ڈیموس تھینیز نے اولنتھس سے متعلق تیسری تقریر کی ہے اس میں اکثر مقرروں نے فیلقوس سے انتقام لینے کے متعلق بہت سبکدلی سے تقریر کی تھی۔ غالباً اس مباحثہ کا خاص موضوع یہ تھا کہ اولنتھس کی امداد میں جو فوجی کارروائیاں کیجا رہی تھیں ان کے لئے روپیہ کا سامان بہم پہنچایا جائے۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ اس واقعہ کا زمانہ ۳۴۹ء کا موسم خزاں تھا۔ مقرر ڈیموس تھینیز اگرچہ مختصر طور پر اپنی سابقہ تقریروں کے بعض مباحث کا بھی اعادہ کرتا ہے (یعنے ایتھنز کی جو بدنامی ہو رہی ہے اس پر اور اٹیکا تک جنگ کے پہنچ جانے کے خطرے پر زور دیتا ہے) مگر اب اس کا خاص مقصود اس ضرورت پر زور دینا ہے کہ فی الحال جو رقم تہواروں کے سرمایہ میں جمع ہوتی تھی اس کو علیحدہ کر کے اغراض جنگ کے کام میں لایا جائے۔ اس میں جو مشکل تھی اس کی اغلب نوعیت کی تشریح پہلے ہو چکی ہے[1] ڈیموس تھینیز کے الفاظ سے

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۴۔

اس امر میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ یوبولوس اور اس کا فریق حال کے ایک قانون کے نفاذ سے اس بات میں کامیاب ہو گیا تھا کہ تھواری روپیہ کی تقسیم کے بارے میں اور بھی طمانیت پیدا کردے۔ کوئی تحریک اس امر کی کہ یہ روپیہ جنگ میں صرف کیا جائے قانوناً جائز نہ تھی تاوقتیکہ اس قانون کی ترمیم نہ ہو جائے اور قانون کی ترمیم صرف نوموتھیٹی یعنے قانونی کمیشن کرسکتا تھا جس کا تقرر اہل جیوری میں سے ایک سال کے لئے ہوا کرتا تھا اور اسی کے سپرد قوانین کا وضع کرنا یا منسوخ کرنا رکھا گیا تھا۔

ڈیموس تھینیز کو اپنی غایت المرام کو اس سے زیادہ مستقیم ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش میں جو خطرہ تھا وہ ایولوڈورس کی قسمت سے ظاہر ہو چکا تھا جس نے اسی زمانہ کے قریب پہلی مجلس میں (زاورکیپر مجلس ملکی کے سامنے) ایک تجویز اس مضمون کی پیش کی تھی کہ مجلس ملکی اس بات کا فیصلہ کر دے کہ آیا جو فاضل روپیہ اس وقت ارباب حکومت کے پاس ہے وہ تھواروں والے سرمایہ میں منتقل کیا جائے یا فوجی خزانہ کی مد میں ڈالا جائے نیز اسکے برخلاف ایک تقریر میں (جو ڈیموس تھینیز کے کسی غیر معروف ہمعصر نے کی تھی) ایولوڈورس کی اس تحریک کے بارے میں یہ بیان ہوا ہے کہ مجلس ملکی میں کسی نے بھی اس تجویز کے خلاف رائے نہیں دی۔ اگرچہ یہ غالباً مبالغہ ہے مگر اس میں شک نہیں کہ مجلس ملکی نے بہت گرمجوشی کے ساتھ اس تحریک کی تائید کی۔ مگر اسٹی فانوس نے ایولوڈورس پر یہ الزام لگایا کہ اس نے خلاف قانون یہ فیصلہ صادر کرالیا ہے اور اس پر ایک ٹیلنٹ جرمانہ ہوا۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ اس زمانہ میں ڈیموس تھینیز اور ایولوڈورس کے درمیان واقعی تعلقات کیا تھے تاہم یہ واضح ہے کہ تھواروں والے روپیہ کے بارے میں ان دونوں کی حکمت عملی ایک ہی تھی مگر ایولوڈورس کی بہ نسبت ڈیموس تھینیز زیادہ ہوشیار تھا کہ اس نے اس کام کو قانونی طریق سے انجام دینے کی فکر کی۔

اولنتھس سے متعلق تیسری تقریر میں ڈیموس تھینیز یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ایک قانونی کمیشن مقرر کیا جائے اور نیز درخواست کرتا ہے کہ اس میں پہلی کارروائی

ان لوگوں کی جانب سے ہو جو اس مضرت رساں قانون کے وضع کیے جانیکے ذمہ دار تھے۔ ڈیموس تھینیز فوجی خدمت کے متعلق بھی ایسے بعض قوانین کی تنسیخ چاہتا ہے جن سے بیماری کا حیلہ کر کے گھر بیٹھنے والوں کو اور ترغیب ہوتی تھی اور ان شہریوں کا جو حب وطن رکھتے تھے دل ٹوٹ جاتا تھا۔ ڈیموس تھینیز اپنی اس تقریر میں تمام سابقہ موقعوں سے بھی زیادہ "شخصی خدمت" پر زور دیتا ہے اور مالی انتظام کی اس طرح تجدید کرنی ضروری بتاتا ہے جس سے ہر شہری پر اپنی عمر اور قابلیت کے مطابق پیشتر اس سے کہ خزانۂ عام سے وہ حصہ پانے کا مستحق ہو ملک کے حق میں اپنی خدمت ادا کرنی لازمی ہو جائے ہم یہ نہیں جانتے کہ آیا یہ تجویز کسی باضابطہ تحریک کی صورت میں پیش کی گئی تھی یا نہیں۔ اگر ایسا ہوا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجویز منظور نہیں ہوئی اور یہ تو یقینی ہے کہ کوئی قانونی کمیشن مقرر نہیں ہوا۔ مگر جس قسم کی تنظیم جدید ڈیموس تھینیز کے پیش نظر تھی اس کا خاکا جن الفاظ میں اس نے کھینچا ہے وہ بہت ہی یادگار الفاظ ہیں۔

(وہ کہتا ہے کہ) بعض لوگ یہ سوال کریں گے کہ "کیا تم یہ تجویز کرتے ہو کہ ہم کو اس روپیہ کے پانے کے لئے جو ہمارا اپنا ہے کوئی خدمت ادا کرنی چاہیئے" ہاں۔ اے اہل ایتھنز میری یہی تجویز ہے اور میں فوری نفاذ کے لئے ایک ایسے انتظام کی تحریک پیش کرتا ہوں جو سب پر یکساں اور اس طرح حاوی ہوگا کہ ہر شخص جہاں سرمائیہ عام سے اپنا حصہ لے، وہیں سلطنت جس خدمت کا اس سے مطالبہ کرے اسے انجام بھی دے۔ اگر ہم صلح کی حالت قائم رکھ سکیں تو پھر ہر شخص کے لئے یہی بہتر ہے کہ اپنے گھر میں رہے اور ایسے معیوب و زبون افعال اختیار کرنے کی ضرورت سے پاک رہے جس کا ارتکاب مفلسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس وقت کی سی حالت ہو تو پھر اسی روپیہ کی مدد سے وہ ذاتی طور پر وفاداری کے ساتھ اپنے ملک کو دشمن سے بچانے کی خدمت ادا کرے گا، اگر اس کی عمر قومی خدمت کی عمر سے متجاوز ہو گئی ہے تو اس کو ایسے ہی اور لوگوں کے ساتھ اپنی جگہ وہ رقم پانے دو جو فی الحال بلا التزام وقت و ادائے خدمت اس کو وصول ہوتی ہے مگر وہ کسی ایسے کاروبار کے متعلق ناظر و منتظم کی خدمت انجام دے

جس کا انجام پانا ضروری ہو۔ مختصر یہ کہ ایک ایسی رقم کے گھٹانے یا بڑھانے کے بغیر جو ایک چھوٹی رقم سے زیادہ تصور کیجا سکتی ہو اور صرف اس کمی کو کہ کوئی انتظام نہیں ہے رفع کر کے میری تجویز، سلطنت کو ایک منتظم حالت میں لے آتی ہے۔ اور اس حالت سے آپ کی بہت سی چیزیں مثلاً خزانۂ عام سے آپ کا روپیہ پانا۔ فوج یا عدالت میں ان کی خدمات اور عمر و موقع کے مناسب آپ میں سے ہر شخص کی جانب سے کسی فرض منصبی کا ادا ہونا یہ تمام چیزیں ایک ہی انتظام کا حصہ بن جاتی ہیں۔ لیکن میرے مجوزہ انتظام میں یہ امر شامل نہیں ہے کہ جو لوگ کام کرتے ہیں ان کا حصہ ایسے لوگوں کو دیدیا جائے جو کچھ نہیں کرتے، اور ہم خود کاہل بن جائیں اور بیچارگی کی حالت بنا کر فرصت کا لطف اٹھائیں اور ان فتوحات کے قصے سنا کریں جو کسی شخص کے اجیر سپاہیوں نے حاصل کئے ہوں۔ اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ یہی ہے۔ میں اس شخص پر یہی الزام نہیں لگاتا جو آپ کے لئے آپ کے فرض کا کوئی جزو ادا کر رہا ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ جن کاموں سے آپ دوسروں کی عزت افزائی کرتے ہیں انھیں خود انجام دیجئے اور اس درجہ و مرتبہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے جن کو آپ کے آبا و اجداد نے شاندار خطرات میں پڑ کر حاصل کیا تھا اور جن کو وہ آپ کے لئے ورثہ میں چھوڑ گئے ہیں۔

ممکن ہے کہ اس قسم کی تجویز کے لئے کامیابی کا کوئی موقع نہ ہو۔ آجکل کے ناقدین نے ڈیموس تھینیز کے ناقابل عمل و خیالی تجاویز اصلاح کا ذکر حقارت کے ساتھ کیا ہے۔ بایں ہمہ اس خیال کو دل سے نہیں نکال سکتے کہ اگر ایتھنز کے ایک متنفس کی جانب سے بھی کوئی ایسی حکمت عملی پیش نہ ہوتی جو اس شہر کی جلیل القدر روایات کے شایان شان ہوتی تو ایتھنز کی تاریخ ناقص ہو جاتی۔ یہ صحیح ہے کہ خیال آرائی فریق مخالف کے لئے بہ نسبت اُس فریق کے زیادہ آسان ہے جس کا کام تجاویز کو عمل کی صورت میں تفصیل کے ساتھ لانا ہوتا ہے تاہم یہ صاف ظاہر ہے کہ ڈیموس تھینیز کو اس انداز میں گفتگو کرنے کے لئے کچھ کم جرات درکار نہ تھی۔ جو لوگ اسے انبوہ کے مبتذل سرگروہوں کے ساتھ شریک کرتے ہیں انھیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس موقع پر ڈیموس تھینیز نے نہ صرف فریق غالب کی رہبری کی

بلکہ وہ عام خواہش کی پوری قوت کی مخالفت کر رہا تھا کیونکہ جہاں تک تھیوارون کے روپیہ کا تعلق تھا یوبولوس اور قوم دونوں بالکل ایک تھے، لہٰذا ڈیموستھینیز نے یہ کوشش کی کہ قوم اس نقصان کو سمجھے جو قوم کو ان مقرروں سے جو اسے خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں پہنچتا ہے اور عوام کی خواہشوں کی بیجا تعریف کر کے خود اپنا مطلب نکالتے ہیں اور اس موقع پر اس نے بہت ہی کم تغیر کے ساتھ اُس تقریر کی بعض عبارتوں کا اعادہ کیا ہے جو ارسٹاکریٹس کی مخالف تقریر کے تیار کرنے میں وہ پہلے استعمال کر چکا تھا جس ٹکڑے میں اس نے ایتھنز کے قدیم زمانے کے جلیل القدر مدبروں اور خود اپنے مخالفوں کی طبیعت کا فرق دکھایا ہے وہ اتنا طویل ہے کہ نقل کرنا مناسب نہیں مگر یہی ٹکڑا اس کی تمام تقریروں میں سب سے زیادہ دل پر اثر کرنے والا ہے۔

۳۴۹ ؁ میں فیلقوس پھر ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ کیلکڈیکی میں آموجود ہوا اور فتح کے کام کو جاری کر دیا۔ ایک شہر کے بعد دوسرے شہر پر اس کا قبضہ ہوتا گیا رشوت و دغا نے قوت سے بھی زیادہ کارگر طور پر اس کا کام انجام دیا۔ خود اولنتھس کا بندرگاہ میسبرنا جو شہر سے تین میل سے بھی کم فاصلہ پر تھا اور جزیرہ نمائے ستھونیا کا خاص شہر ٹرون دونوں فریب میں آگئے اور ہاتھ اُٹھائے بغیر ان دونوں شہروں پر فیلقوس کا قبضہ ہو گیا۔ آخر فیلقوس نے جملہ تصنعات کو برطرف کر دیا۔ اب تک وہ اولنتھس کی نسبت دوستانہ خیالات کا دعویٰ کرتا رہا تھا مگر جب وہ شہر سے پانچ میل کے اندر پہنچ گیا تو اس نے دفعۃً اہل اولنتھس سے یہ کہا کہ صرف دو صورتیں ہیں یا تم لوگ اولنتھس میں نہ رہو یا میں مقدونیہ میں نہ رہوں۔ ایک مرتبہ پھر اہل اولنتھس نے ایتھنز کیطرف دست سوال دراز کیا اور اجیر سپاہیوں کی فوج کے لئے نہیں بلکہ شہریوں کی فوج کے لئے درخواست کی۔ آخر اہل ایتھنز میں جوش پیدا ہوا مگر وہ بڑی دشواریوں میں تھے کیونکہ جزیرۂ ایوبیا میں فیلقوس کی سازش کی وجہ سے اہل ایتھنز اس جزیرے میں اپنے سابق حلیفوں سے دشمنی مول لے بیٹھے تھے، تاہم عزم کیا گیا کہ کیرس، اولنتھس کی مدد کو جائے اور اس کے ساتھ شہریوں کی ایک فوج ہو جس میں دو ہزار مسلح پیدل

اور تین سو سوار ہوں مگر کیرس اس کے قبل اولنتھس کو جو مہم لے گیا تھا اسکی بنسبت ہنوز اس کی سرکاری جانچ پوری نہیں ہوی تھی اور اس کے متعلق سیفسوڈوٹس نے جو الزامات اس پر لگائے وہ بدستور اس کے سر تھے۔ کیرس نے یہ مطالبہ کیا کہ اس کی روانگی سے قبل یہ معاملہ یکسو کر دیا جائے۔ سیفسوڈوٹس نے یہ شکایت کی کہ کیرس نے قوم کا گلا دبا کر یہ مطالبہ کیا ہے بہر کیف اسے قطعی سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی روانگی میں کوئی الزام سد راہ نہیں ہو سکا اور وہ جہاز پر سوار ہو گیا۔ بدقسمتی سے اس طوفانی ہوا کی وجہ سے جو گرمیوں کے زمانہ میں بحر ایجین پر چند ہفتے تک شمال کی جانب سے بہا کرتی ہے، اس کی روانگی میں تعویق ہو گئی اور قبل اس کے کہ وہ اولنتھس میں پہنچ سکے دغا کی وجہ سے شہر کا سقوط ہو چکا تھا فیلقوس کی فوج کے متواتر حملوں کے مقابلہ میں شہر نے دلیرانہ مدافعت کی تھی اور اس کی فوج کو شدید نقصانات پہنچائے تھے لیکن آخر میں لاستھنس نے جسے اولنتھس کے سواروں کی کمان دی گئی تھی ایوتھکریٹس کے ساتھ مل کر دغا کی اور دونوں کی غداری کے ساتھ ہی سب باتوں کا خاتمہ ہو گیا۔

ماہ اگست ۳۴۸؁ کے قریب فیلقوس اولنتھس میں داخل ہوا اس کے حکم سے باشندگان شہر (جن کے ساتھ ایتھنز کے شہریوں کی بھی ایک تعداد کثیر گرفتار ہو گئی تھی) فروخت کر دیئے گئے اور اس پر ستم ظریفی یہ ہوی کہ غدار ایوتھکریٹس کو اس کام پر مامور کیا گیا کہ وہ ہر ایک شخص کی قیمت کا تعین کرے۔ فیلقوس کے سوتیلے بھائی ارہیڈیوس اور مینیلاس دونوں گرفتار ہو کر قتل ہوئے۔ فاتح نے اپنے دوستوں اور موئیدوں کو اسیروں اور غنیموں کے بہت بڑے بڑے تحفے دیئے اور زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ اسکینز نے یہ بیان کیا کہ وہ کس طرح آرکیڈیا کے ایٹرسیٹڈ اس سے ملا جو فیلقوس کا عطا کردہ عورتوں اور بچوں کا بہت بڑا گروہ لئے مقدونیہ سے اپنے گھر کو جا رہا تھا۔ اولنتھس کی مملکت زیادہ تر مقدونی سرداروں کو دی گئی اور غالباً کیلکیڈیکی کے زیادہ حصہ پر فیلقوس اور اس کے حشم و خدم کے نفع کے لئے وہاں کے سابق باشندے غلاموں کے طور پر کام کرتے تھے۔ ایتھنز کے حلیفوں سے جو زمینیں لی گئی تھیں ان کی تقسیم میں فیلقوس کے

جن دوستوں کو نفع پہنچا ان میں (بقول ڈیموس تھینیز) اسکینز اور فلاکریٹس دونوں داخل تھے۔ ان دونوں کی نسبت بعد کو بہت کچھ سننے میں آئے گا۔

فیلقوس کے کام کے ختم ہونے تک کیلسیڈیکی کے شہروں میں سے بتیس شہر نیست و نابود ہو چکے تھے (اور ڈیموس تھینیز کہتا ہے کہ) یہ تباہ کاری ایسے وحشیانہ طور پر عمل میں آئی کہ چند برس بعد کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان جگہوں پر کبھی آبادی بھی رہی ہوگی۔ ان میں سے اکثر شہر پھر کبھی دوبارہ تعمیر نہیں ہوئے اور اپین جس کی تحریر دوسری صدی عیسوی کی ہے کہتا ہے کہ سوائے مندروں کی بنیادوں کے اور کوئی نشان ان شہروں کا باقی نہیں رہا ہے۔

زمانۂ حال کے بعض مصنفوں کے دعوے کے مطابق اگر ڈیموس تھینیز نے اپنی فصاحت و بلاغت کا اثر دکھانے کے لئے ان مصائب کو کسی قدر مبالغہ سے بیان کیا ہو تو بھی اس میں حقیقۃً کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ فاتح نے اس بدقسمت ملک میں جو تباہی برپا کی تھی اس کا اثر بہت دور تک پہنچتا تھا[1]۔ جن لوگوں سے ہو سکتا تھا انھوں نے اس امر سے کسی قدر تسلی حاصل کی کہ غداروں نے جب اپنا کام پورا کر دیا تو فیلقوس نے انھیں دھتکار بتادی کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ان پر کس قدر اعتماد کرنا چاہیئے۔

جو لوگ اولنتھس سے بھاگ نکلے، انھیں اہل ایتھنز نے اپنے وہاں جگہ دی اور شہریت کے حقوق بھی عطا کئے اور خود اپنے ضمیر کو اس طرح تسلی دینے کی کوشش کی کہ غداروں کے خلاف سخت ملامت کی قراردادیں منظور کیں، مگر ایمفیپولس کے واپس لینے کی امیدوں کو بالکل ہی خیرباد کہہ دینا ایسا آسان نہیں تھا (اور فیلقوس کی فتح کا یہ ایک لازمی نتیجہ تھا) دوسری طرف فیلقوس نے اپنی فتح کا جشن یوں منایا کہ المپیس کے اپولس کے اعزاز میں ایک تقریب قرار دی اور اس میں تماشوں کا انتظام کیا جس کے لئے یونان کے

---

[1] پلنی نے (اپنی تاریخ طبعی میں) اس خونی رنگ کے شہاب کا ذکر کیا ہے جو ۳۴۹؁ میں زمین پر گرا تھا۔ یہ ان سنگدلانہ مظالم کا پیغام تھا جو اولنتھس کے زوال کے ساتھ پیش آنے والے تھے۔

تمام ممتاز ایکٹروں کو بلایا، اپنے دوستوں کی دعوتیں کیں اور بڑی دریا دلی کے ساتھ انھیں تحفے تحائف دیئے۔

اب ہمیں ایوبیا کی غیر متوقع نازک حالت کی طرف پلٹنا چاہئے جو اہل ایتھنز کی اس ناکامی کا ایک جزوی سبب ضرور تھی کہ وہ اولنتھس کو کوئی موثر مدد نہ دے سکے۔ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ سنہ ۳۵۷ کے قریب ٹموتھیس کی شاندار مہم کے ذریعہ سے ایوبیا کے لوگوں کی درخواست پر اہل ایتھنز نے انھیں تھیبز کے تسلط سے آزاد کر دیا تھا اور سنہ ۳۵۲ میں ڈیموس تھینیز نے اریٹیریا کے حکمراں منٹریٹس کا ذکر اس حیثیت سے کیا ہے کہ وہ ایتھنز کا دوست تھا مگر اس کے بعد ہی بہت جلد فیلقوس نے جزیرے میں اپنی کارروائیاں شروع کر دیں۔ فیلقوس کے خلاف پہلی تقریر میں ڈیموس تھینیز نے ایک خط کا اقتباس دیا ہے جو اس نے اہالی ایوبیا کے نام بھیجا تھا مگر اس خط کا مفہوم ہم تک نہیں پہنچا ہے، تاہم اغلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کوشش میں لگا ہوا تھا کہ جزیرے کے اہم شہروں میں مطلق العنان بادشاہوں کے نصب کرنے کی ہمت افزائی کرے اور روپیہ اور آدمی سے انھیں امداد دے۔ سنہ ۳۴۹ میں اریٹیریا میں جو حکمراں ایتھنز کا جانبدار تھا وہ پلوٹارکس تھا۔ کلیٹارکس نے اس کے خلاف خروج کی سربراہی کی اور یہ شخص (زمانۂ مابعد کی طرح)، غالباً اس وقت بھی فیلقوس سے گہرا تعلق رکھتا تھا، لامحالہ پلوٹارکس نے ایتھنز سے طلب امداد کی۔ ڈیموس تھینیز نے اس درخواست کے منظور کرنے کی سختی کے ساتھ مخالفت کی اور بے شبہہ اس کا مقصد یہ تھا کہ شہر کی تمام قوتیں بلا تقسیم اولنتھس کو فیلقوس سے بچانے میں لگا دی جائیں۔ اس کے اس فعل پر اس بناء پر بڑی نکتہ چینیاں ہوئی ہیں کہ ایوبیا، اولنتھس کے بنسبت ایتھنز سے بہت زیادہ قریب تھا اور وہاں اگر کوئی مخالف قوت قائم ہو جاتی تو بہت ہی خطرناک ثابت ہوتی مگر یہ بھی بالکل ممکن ہے کہ ڈیموس تھینیز کا خیال درست ہو کیونکہ فیلقوس کو شکست دینے کی صرف یہی صورت ہو سکتی تھی کہ جس قدر قوت تھی وہ صرف اسی کام میں لگا دی جائے اور کسی دوسرے ارادہ کو اس معاملہ میں مخل نہ ہونے دیا جائے۔ تجربہ نے

یہ ظاہر کر دیا تھا کہ ایوبیا کے زیر کرنے کے لئے ایک مختصر و تیز مہم کافی تھی اور بغیر کسی شدید خطرے کے اس مہم کو اس وقت تک کے لئے ملتوی کیا جا سکتا تھا جب تک کہ اولنتھس کی اندیشناک حالت کی طرف سے یکسوئی ہو جاتی۔

بہر حال جو کچھ بھی ہو ایتھنز میں پلوٹارکس کا ایک پرزور معاون صاحب ثروت میڈیاس تھا۔ یہ شخص یوبولوس کا دوست اور ڈیموس تھینیز کا دشمن تھا اور اور اس نے ڈیموس تھینیز پر واقعی یہ الزام لگایا کہ وہ ایتھنز کے رفیق پلوٹارکس کو نقصان پہنچانے کے لئے ایوبیا میں مشکلات کو مشتعل کر رہا ہے۔ یوبولوس اور میڈیاس کے اثر سے یہ قرار پایا گیا کہ پلوٹارکس کو مدد بھیجی جائے۔ فوکیون ایک جری، مرد کار اور یوبولوس کے فریق کا ایک رکن تھا مگر اس کی بیباکانہ صاف گوئی و دیانت کی وجہ سے سب ہی لوگ اس پر اعتماد رکھتے تھے غرض فوکیون ہی اس مہم پر فروری ۳۴۸ ق م کے قریب[1] سوار و پیدل فوجوں کے ساتھ روانہ ہوا اور میڈیاس اس کے ساتھ سواروں کے افسر کی حیثیت سے گیا۔

اس مہم کے تفصیلی حالات بخوبی معلوم نہیں ہوئے ہیں مگر اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سواروں کی فوج کا کچھ حصہ اولنتھس کو[2] منتقل کر دیا گیا تھا اور باقی فوج کو فوکیون نے اپنی نادانی سے یہ سمجھ کر کہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی ہے وطن واپس کر دیا۔ باقی لشکر کے ساتھ فوکیون نے ٹامینی کے قریب ایک مقام پر جو بے موقع و غیر مفید تھا قیام کیا اور پلوٹارکس بھی اس کے قریب خیمہ زن ہوا یہاں کیلیاس اور ٹاراسٹھنس دو بھائیوں نے جو کیلکس پر حاوی تھے فوکیون کو محصور کر لیا ان دونوں بھائیوں میں سے اول الذکر کو فیلقوس سے مدد مل گئی تھی اور غالباً یہ مدد ان افواج کی صورت میں تھی جو فیلقوس کے سپہ سالاروں کے تحت میں تھسالیہ میں برسر کار تھیں اور موخر الذکر کے پاس اجیر سپاہی تھے جو پہلے فوکس میں کام کر چکے تھے[3] فوکیون پر

---

[1] ڈیموس تھینیز فوکیون کو اپنے وقت کا خارچین کہتا تھا۔

[2] مہم کی کارروائی جس طرح کی گئی میڈیاس نے وطن واپس آکر اس پر ملامت کی۔

[3] اس باب کے آخر میں تعلیق شمارہ ۱ بھی دیکھنا چاہیے۔

سخت دباؤ پڑ گیا اور اگرچہ اس نے بہ تصنع ایسا ظاہر کیا کہ اس کے سپاہیوں میں سے زیادہ مشتعل مزاج اشخاص کے چھوڑ کر الگ ہو جانے کی اسے چنداں پروا نہیں ہے مگر وہ ایتھنز سے کمک طلب کر چکا تھا۔ مجلس نے فوراً حکم دیا کہ جو سوار وطن کو بھیجدے گئے ہیں وہ واپس جائیں اور دولتمند اشخاص سے یہ درخواست کی کہ وہ رضاکارانہ طور پر کشتیوں کی کمان کریں کیونکہ اس وقت اخراجات کا بار بہت ہی سخت پڑ رہا تھا، ان رضاکاروں میں خود میڈیاس بھی تھا۔ قبل اسکے کہ یہ کمک ایتھنز سے روانہ ہو سکے پلوٹارکس کی حرکت سے فوکیون کو ٹیمنی میں معرکہ آرائی کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ پلوٹارکس نے یہ کیا کہ فوکیون کا انتظار کئے بغیر دشمن کے حملہ کا جواب دینے کے لئے لشکرگاہ سے نکل کھڑا ہوا اور ایتھنز کے سواروں نے بھی اتنا صبر نہ کیا کہ فوکیون کا انتظار کرتے بلکہ وہ بھی کسیقدر بے ترتیبی کے ساتھ پلوٹارکس کے پیچھے چل نکلے بہت ہی مختصر جنگ کے بعد پلوٹارکس بھاگ نکلا مگر فوکیون جواب میدان جنگ میں آ پہنچا تھا نہایت سخت لڑائی لڑنے کے بعد اس قابل ہوا کہ اس دن فتح حاصل کر لے۔ جنگ میں جو لوگ خاص طور پر نمایاں رہے انھیں میں اسکینز بھی تھا اور اسی کو فتح کی خبر لیجانے کے لئے وطن بھیجا گیا۔ فوکیون نے پلوٹارکس کی روش کو غداری قرار دیکر اسے ایریٹریا سے نکال دینے اور زرہٹا کے زبردست قلعہ پر قبضہ کر لینے کی کارروائی کی، اور کیلیس نے بھاگ کر فیلقوس کے پاس پناہ لی۔

فوکیون کی فتح کا حال سن کر اہل ایتھنز نے اس کمک کو منسوخ کر دیا جس کے لئے انھوں نے پہلے رائے دی تھی اور فوکیون کو مجبور ہو کر ایک دوسرا پیغام اس مضمون کا بھیجنا پڑا کہ کمک روانہ کیجائے۔ قبل اس کے کہ کمک ایتھنز سے روانہ ہو (مارچ ۳۴۸ سنہ میں)[1] ڈیونیسیا کا تہوار پیش آ گیا اور ڈیموس تھینیز نے قبیلہ پنڈین کی جانب سے منتظم سرود (کورس) کی خدمت اپنے ذمہ لی اور بطور خود اس کے اخراجات ادا کرنے پر آمادہ ہوا۔ اس عہدے کے فرائض کی انجام دہی کے لئے

---

[1] ڈیموس تھینیز نے میڈیاس کے خلاف جو تقریر کی ہے وہی اس معاملہ اور اس کے متعلقہ واقعات کے لئے خاص سند ہے۔

وہ ایوبیا سے جہاں وہ فوجی خدمت کر رہا تھا واپس آگیا۔ اس تقریب کے دوران میں کسی قدر مذہبی تقدس کا رنگ بھی شامل تھا۔ میڈیاس غضب آلود انداز سے اتھیٹر میں داخل ہوا اور ڈیموس تھینیز کے سر پر چند مکے لگائے۔ یہ ہتک آمیز زیادتی ان مسلسل کوششوں کا آخری فعل تھا جو ڈیموس تھینیز کے ادائے فرائض میں خلل انداز ہونے کے لئے کی جا رہی تھیں کیونکہ میڈیاس اس سے پہلے بھی یہ سعی کر چکا تھا کہ ڈیموس تھینیز نے تہوار میں سرود (کورس) کے انتظام کے لئے جن ارکان کو مہیا کیا تھا انھیں فوجی خدمت سے حسب معمول استثنیٰ حاصل کرنے سے مانع ہو۔ میڈیاس اس زرگر کے مکان میں بھی گھس گیا تھا جسے ڈیموس تھینیز نے کام پر لگایا تھا اور تہوار میں سرود (کورس) کے لئے جو زریں تاج اور زریں قبائیں تیار ہو رہی تھیں انھیں خراب کر ڈالا تھا اس نے معلم سرود کو بھی رشوت دے کر بگاڑ دیا اور جو ارخن ڈیونیسیا میں صدر انجمن ہوا تھا اسے بھی رشوت دی۔ اور اس تقریب کے ججوں (فیصلہ کنندگان) کو بھی اس امر پر راغب کرنے کی کوشش کی کہ وہ ڈیموس تھینیز کے خلاف رائے دینے کا وعدہ کر لیں اور ان راستوں کو بھی روک دیا تھا جن سے ہو کر یہ طائفہ سرود اتھیٹر میں داخل ہونے والا تھا۔ بس اندریں حالات اس میں کوئی محل استعجاب باقی نہیں رہتا کہ ڈیموس تھینیز نے اگرچہ اتھیٹر کے بہترین نے نواز ٹیلیفنیس نامی کے خدمات حاصل کرئے تھے اور ٹیلیفنیس نے معلم سرود کے بجائے انتہائی کوشش سے کام لیا تھا پھر بھی انعام دوسرے شخص کو ملا۔

تقریب ڈیونیسیا کے بعد والے دن میں مجلس ملکی تھیٹر میں اس غرض سے جمع ہوئی کہ تقریب کی وجہ سے اگر کوئی معاملہ پیش آیا ہو تو اس پر (حسب رواج) غور کرے۔ ڈیموس تھینیز نے میڈیاس کے خلاف باضابطہ شکایت پیش کی اور مجلس ملکی نے اس کی حرکت پر ملامت کی رائے منظور کی اور اس طرح ڈیموس تھینیز کے ہاتھوں کو مضبوط کر دیا کہ وہ میڈیاس کے خلاف عدالت میں جب مقدمہ کے دائر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اس میں قوت آجائے ہم بعد کو دیکھیں گے کہ اس معاملہ کا نتیجہ کیا ہوا۔ میڈیاس کے دوست ایوکٹیمون نے ڈیموس تھینیز پر جو

مقدمہ اس علت میں چلانا چاہا تھا کہ وہ ایوبیا سے واپس آگیا تھا اس مقدمہ پر اصرار نہیں کیا گیا۔ درحقیقت اس میں کامیابی کا ہونا بہت ہی محال تھا۔

فوکیون نے جو فوج طلب کی تھی وہ تقریب ایوٹیسیا کے بعد روانہ کی گئی اور سوار (حسب سابق) ارگورا میں خیمہ زن ہوئے (لیکن میڈیاس اپنے جہاز کے ساتھ ہی ٹھہر گیا) دوران تابستان میں فوکیون کے بجائے مولوسس سپہ سالار رہا۔ فوکیون کی واپس طلبی کی توجیہ شاید کہ اس واقعہ سے ہو سکے، جیسے پلوٹارک نے بیان کیا ہے کہ اس نے زرٹیا پر قبضہ کرنے کے بعد ان تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا تھا، جو یونانی نسل کے تھے اور اس نے ایتھنز کے مقررول کے خوف سے ایسا کیا تھا کہ مبادا یہ لوگ قوم کو غصہ دلا کر مجبور کریں کہ وہ ان قیدیوں کے خلاف کوئی ظالمانہ کارروائی اختیار کرے، اس فعل سے فوکیون کی قابل تعریف نیکوخواہی اور اس کے ساتھ ہی قوم اور اس کے سرگروہوں کے متعلق اس کی مشہور عام حقارت، دونوں باتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ بہرحال وجہ جو کچھ رہی ہو اس کے جانشین نے جنگ کا انتظام خراب کر دیا اور خود قید ہو گیا۔ ابھی گرمیاں ختم بھی نہیں ہوئی تھیں کہ ایسے شرائط پر صلح کرنی پڑی جو ایتھنز کے لئے غیر مفید تھے، ایوبیا کے شہروں کو ان کی خود مختاری مل گئی اور اہل ایتھنز برسوں تک ان سے بردل رہے۔ صرف کیرسٹس ایتھنز کے مخالفہ کا رکن بنا رہا۔ اس سرگرانی کا ایک خاص سبب یہ بھی ہوا کہ جب پلوٹارکس پر اس کے اجیر سپاہیوں کی تنخواہ کا دباؤ پڑا تو اس نے انھیں، ایتھنز کے چند سپاہی بطور یرغمال کے دیدئے تھے اور اہل ایتھنز کو فی الواقع بہت گراں فدیہ دیکر ان سپاہیوں کو رہا کرانا پڑا۔

جنگ ایوبیا نے عارضی طور پر (کچھ دنوں کے لئے) یوبولوس کی ہر دلعزیزی کو گھٹا دیا ہوگا، اس کا برادر عمزاد ہیجیسیلوس، فوکیون سے دوسرے درجہ کا افسر تھا اور اس پر یہ الزام لگا کہ اس نے پلوٹارکس کی کارروائیوں میں مدد دی ہے۔ اس علت میں اس پر مقدمہ چلا اور اس کی ملامت کی گئی اور یوبولوس اس کی مدافعت میں سامنے آنے کی ہمت نہ کر سکا۔

غرضکہ سنہ ۳۴۸ کے واقعات ایتھنز کے لئے بربادکن ثابت ہوئے۔ اب نہ صرف فیلقوس کی قوت ایتھنز کے جنوبی حدود تک مستحکم ہوگئی تھی بلکہ خود ایتھنز بھی عملاً سب سے الگ ہوگیا تھا۔ ایتھنز کے سب سے زیادہ زبردست حلیف اہل ایوبیا اس کے ہاتھ سے جاتے رہے تھے۔ لمناس، امبروس اور دوسرے جزیروں میں جو اہل ایتھنز آباد تھے وہ فیلقوس کے کپتانوں کی زد پر آگئے تھے اور اگر فیلقوس ہلسپانٹ کی طرف بڑھتا تو اس میں بھی شک تھا کہ ایتھنز کو اس کی مخالفت کی کچھ بھی توقع ہوسکتی ہو۔

واقعات نے جو صورت حالات پیدا کردی تھی اس کی ذمہ داری کسی پر عائد کرنا آسان نہیں ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہوسکتا کہ ایتھنز کے لوگوں میں بحیثیت مجموعی شدید اخلاقی زوال کے جو علامات ڈیموس تھینیز کو نظر آرہے تھے وہ اس میں حق بجانب تھا۔ عیش و آرام سے ان لوگوں کی الفت اور جب تک کہ تقریبات کی رقم میں دخل نہ دیا جائے (جذباتی و حسی کیفیت سے علٰحدہ ہوکر) قومی عزت کی طرف سے ان کی لاپروائی محض ڈیموس تھینیز کا تخیل نہیں تھا۔ ان تقریبات کی مذہبی نوعیت کی وجہ سے جو عذر بھی پیدا ہوتا ہو (اور اس کے سوا اور عذر ہی کیا تھا) اس پر ہر طرح لحاظ کرنے کے بعد بھی ہم یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان تباہیوں کے لئے قوم کو سب سے پہلے خود اپنا ہی شکرگزار ہونا چاہئے تھا۔ یہی اخلاقی اسباب جن میں اس وجہ سے تقویت مزید پیدا ہوگئی تھی کہ بہت سے لوگوں کو اپنے کاموں کا چھوڑنا ناگوار تھا انہیں کو ایک بڑی حد تک اس کا باعث قرار دیا جاسکتا ہے کہ کیوں لوگ فوج میں ذاتی خدمت سے اس درجہ انکار کرتے تھے۔ یہ ہوسکتا تھا کہ پیشہ ور سپاہی زیادہ اچھا لڑنے والا ہو، مگر پیشہ ور سپاہیوں کے اخراجات تباہ کر ڈالتے تھے اور شہری سپاہی جو خاص اپنے ملک کے لئے لڑتے ہوں ان کی برتر اخلاقی قوت غالباً ایک حد تک ان کی فنی کمزوریوں کی تلافی کردیتی تھی۔ فوکیون کے ہتھیار سجے شہری سپاہیوں نے جس پامردی سے لڑکر تامینی میں فتح حاصل کی اس سے

یہ ظاہر ہو گیا کہ اس قسم کی فوج کو نظر تحقیر سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ گاہ بگاہ جوش کی حالت میں شہری اُٹھ کھڑے ہوتے اور میدان کارزار میں پہنچ جاتے تھے، مگر ان کا یہ جوش ذرا دیر کے لئے ہوتا تھا۔ وہ اس پر آمادہ نہ تھے کہ ڈیموس تھینیز جس قسم کی کارروائی پر زور دے رہا تھا اس طرح پورے غور و فکر کے ساتھ باقاعدہ خدمت کا ایک نظام اختیار کریں۔

یہ جستجو کہ قوم اور اس کے سرگروہوں میں الزام کی حصہ رسدی تقسیم زیادہ صحت کے ساتھ کیجائے ہمارے لئے ایک فضول کام ہوگا۔ خارجی و فوجی معاملات میں یو بولوس کی حکمت عملی بیکار ہو گئی اور اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہوئی کہ مدافعتی کارروائیوں کے لئے اس نے جتنا کچھ بھی عمدہ سامان کیا ہو مگر جارحانہ جنگ کے لئے روپیہ مہیا نہیں ہوتا تھا اور روپیہ اس وجہ سے مہیا نہیں ہوتا تھا کہ یا تو وہ خود تہواری سرمایہ کو کم نہیں کرنا چاہتا تھا یا اتنی جرأت اس کو نہ ہوتی تھی اور نہ وہ کسی جنگی محصول کے ذریعہ سے زیادہ دولتمند طبقات سے روپیہ وصول کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہی لوگ اس کے خاص حامی و مددگار تھے۔ ایتھنز کے شہریوں کی ذاتی دولت جیسی معقول تھی اس کے دیکھتے ہوئے چند شخصوں کا رضاکارانہ طور پر کشتیوں کی کمان کے لئے آمادہ ہو جانا بہت ہی خفیف سی بات معلوم ہوتی تھی مگر ایک سیاسی سرگروہ کے تدابیر سیاسی کا دار و مدار اس پر ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک اس بات کا متوقع ہے کہ اس کا فریق اس کی تدبیروں سے اتفاق کرے گا۔ اور یوبولوس کی حکمت عملی کے نقائص بہت کچھ امرا و غربا دونوں کی وجہ سے پیدا ہوئے کیونکہ امرا زیادہ ایثار پر آمادہ نہیں ہوتے تھے اور غربا تقسیم رقوم سے دست بردار نہیں ہونا چاہتے تھے، اور درحقیقت یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اسے تخفیف اخراجات کی حکمت عملی اور بیڑے کی تدریجی تیاری کے لئے وقت نہیں ملا بلکہ ایسے حالات جمع ہو گئے جن کے مقابلہ میں اس کی اور ایتھنز دونوں کی طاقت نے جواب دیدیا۔ اولنتھس کی مخدوش حالت کے ساتھ یوبیا کی مشکل کو فیلقوس نے بڑی عیاری سے مرتب کیا تھا اور عین

ایسے وقت میں اہل اتھنز کی کوششوں کو بیکار کر دیا جب وہ اس محصور شہر کی امداد میں زیادہ قوت پہنچانی چاہتے تھے۔ اتھنز کے لوگوں پر اس وقت بہت سخت بار پڑ گیا تھا[1] اور اگرچہ اس مشکل کا مقابلہ وہ اس طرح کر سکتے تھے کہ جن ذرائع کو وہ اختیار نہیں کرنا چاہتے تھے انھیں اختیار کر لیتے مگر بدبرین اور قوم دونوں میں سے کسی نے بھی خود کو اس کام کا اہل ثابت نہیں کیا۔ ڈیموس تھینیز کی تعریف کرنا چاہئے کہ وہ ان تمام ایام میں اپنی سمجھ کے مطابق قومی جذبات کے اعلیٰ پہلو کی بےخوف و خطر نمایندگی کرتا رہا اور یہ کوشش کی کہ باوجود قوم کی مخالفت کے قوم میں اس حالت کو پھر پیدا کرے جسے وہ ان کی صحیح خصوصیت سمجھتا تھا۔

جنگ فیلقوس کے اس پہلے دور کے ختم کرنے کے قبل یہ مناسب ہوگا کہ اس واقعہ کا نتیجہ بھی بیان کر دیا جائے جس کا ذکر پہلے ہی ہو چکا ہے۔ یعنے سنہ ۳۴۸ کی تقریب ڈایونیسیا کے موقع پر میڈیاس کا ڈیموس تھینیز پر ہاتھ چھوڑنا جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں میڈیاس کی بداطواری پر مجلس ملکی نے جو رائے دیدی تھی اس سے ہمت پکڑ کر ڈیموس تھینیز نے میڈیاس کو یہ نوٹس دیدیا کہ وہ جوری کے سامنے اس پر مقدمہ چلائے گا۔ اس کے بعد بھی ڈیموس تھینیز کو پریشان کرنے کے لئے میڈیاس سے متواتر حرکات سرزد ہوتے رہے اور اس نے سنہ ۳۴۷ کے لئے اس کے مشیر مقرر ہونے کی بایں طور مخالفت کی کہ اس عہدے کے تمام امیدواران کی طرح جب ڈیموس تھینیز بھی تنقیح کے لئے پیش ہوا تو اس پر غلط الزامات عائد کئے (مگر یہ کوشش ناکام رہی) مجلس ملکی کے جس جلسہ میں میڈیاس کی ڈایونیسیا والی حرکت پر غور ہوا تھا اسمیں باوجود میڈیاس کی استدعا کے یوبولوس نے اٹھنے اور اس کی مدافعت میں گفتگو کرنے سے انکار کر دیا مگر بعد کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس کا منشا یہ تھا کہ مقدمہ کے وقت میڈیاس کی تائید کرے اور یہ بھی عیاں ہو گیا کہ کوئی مقرر عام ڈیموس تھینیز کی مدد نہ کرے گا۔ اتھنز کی جوری پر میڈیاس کے عظیم الوسعت اثر کا ثبوت اس سے مل گیا کہ اس اثر کو

---

[1] سنہ ۳۴۸ کے اوائل میں جوریوں کو دینے کے لئے کافی روپیہ نہیں رہا تھا اور اس لئے عدالتوں کو معلق کر دینا پڑا تھا۔

باطل کرنے کے لئے میڈیاس کے مخالف تقریریں اور ایسکینیز پر مقدمہ چلانے کی کارروائی میں ڈیموس تھینیز کو کس قدر تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ میڈیاس کا ذاتی اثر خود بھی کچھ کم نہ تھا اور وہ متعدد عہدوں پر فائز تھا جن کے ساتھ کچھ اہمیت و وقعت بھی شامل تھی خواہ ان عہدوں کے متعلقہ فرائض کی ادائی میں وہ کتنا ہی کچھ ناسزا کیوں نہ رہا ہو اس لئے ڈیموس تھینیز نے یہ محسوس کیا ہو گا کہ احساس عام کی موجودہ حالت میں اسے اپنے مقدمہ کے جیتنے کے توقعات بہت کم ہو سکتے تھے کیونکہ ایک منتظم سرود کی اہانت سے جو غیظ عام بھڑک اٹھا تھا وہ اب بہت سرد پڑ گیا تھا اور میڈیاس کے دوستوں نے یہ پیغام پہنچا دیا تھا کہ اگر مقدمہ ساقط کر دیا جائے تو وہ مناسب معاوضہ دینے کے لئے تیار ہے، پس قبل اس کے کہ مقدمہ واقعی عدالت میں پیش ہوا ہو ڈیموس تھینیز نے ہر طرح کے معروضات سے متواتر انکار کرنے کے بعد آخرالذکر (غالباً اواخر ۳۴۷؁) میڈیاس سے مصالحت کر لی اور اس شکایت کے طے کرنے کے لئے نصف ٹیلنٹ قبول کر لیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سیاسی خیالات کا بھی اس نے کسی قدر اثر قبول کیا ہو کیونکہ ہم جلد تر دیکھیں گے کہ ۳۴۷-۶؁ میں فیلقوس کے ساتھ گفتگوئے صلح کے آگے بڑھانے میں (جو اب لازمی ہو گئی تھی) اس نے یوبولوس اور اس کے فریق کے ہمنوا ہو کر کام کیا اور اسے اس امر سے مسرت ہوئی ہو گی کہ میڈیاس کے خلاف اپنے مقدمہ کو اٹھا کر اس نے مشکلات پیدا ہونے کو بچا لیا اور نیز ایتھنز میں خود اپنی حیثیت کو بھی خطرے میں پڑنے سے محفوظ رکھا۔

میڈیاس پر مقدمہ چلانے کے لئے ڈیموس تھینیز نے جو تقریر مرتب کی تھی وہ ہنوز موجود ہے البتہ اس میں ایسے آثار پائے جاتے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس پر آخری نظر ثانی نہیں ہوئی تھی اور غالباً خود ڈیموس تھینیز نے اسے شائع بھی نہیں کیا تھا۔ یہ تقریر میڈیاس کی تمام زندگی اور اس کے کوائف حیات پر ایک پر زور حملہ ہے (اور بد قسمتی سے اس میں ملزم کے حسب و نسب کے متعلق بعض وہ قصے بھی شامل ہیں جن سے یہ گمان ہوتا ہے کہ

ایتھنز کے جوریوں پر اس قسم کے بیانات کا اثر پڑتا رہا ہوگا) مقرر نے بار بار اس امر پر اصرار کیا ہے کہ میڈیاس کے فعل سے خود اس کی توہین جتنی بھی ہوئی ہو اس سے کہیں زیادہ قوم کی توہین ہوتی ہے (جو پہلے ہی اس حرکت پر اپنے غصہ کا اظہار کرچکی ہے) اور اس نے یکے بعد دیگرے جور و زیادتی کے ان افعال کو شمار کرایا ہے جن کے ارتکاب کا اس نے میڈیاس پر الزام لگایا ہے۔ وہ اسی کے مثل گزشتہ واقعات پر بھی بحث کرتا ہے۔ اس میں دونوں قسم کے واقعات شامل ہیں، وہ واقعات بھی جن سے میڈیاس اپنی مدافعت میں دلائل اخذ کرسکتا تھا اور وہ واقعات بھی جن سے اس کے قابل الزام ہونے کے نظائر قائم ہو سکتے تھے۔ میڈیاس کو اپنے جن خدمات عامہ پر ناز تھا ان کی بھی اس نے اچھی طرح قلعی کھولدی ہے، اور ان کا مقابلہ خود اپنے خدمات سے کیا ہے۔ جن دلائل سے میڈیاس کے جرم کو تاریک کرکے دکھایا جاسکتا تھا ان تمام دلائل کو بیان کرنے کے بعد اس نے یوبولوس اور ملزم کے دوسرے مویدین کی طرف رخ کیا ہے اور جوری سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ قانون کو عمل میں لائے اور میڈیاس کو دوسرے مرتکبین کے لئے ایک مثال بنادے۔

یہ تقریر بھی اس کی عام نمایاں روش کے مطابق ہے مگر اس کی تمام پر زور تحریر میں غیظ شدید کی آگ بھڑک رہی ہے جس میں جابجا ان موقعوں پر دلسوزانہ ترحم کا رنگ بھی نظر آجاتا ہے جہاں مقرر نے میڈیاس کے سابق مظلوموں کے مصائب کا ذکر کیا ہے اور کہیں کہیں مذاق کی چاشنی بھی دیدی گئی ہے مثلاً جہاں اس نے خود میڈیاس کی قوم کو مخاطب کرنے کی نقل کی ہے اور جہاں اس نے میڈیاس کے خدمات سلطنت کے حاصل حصول کو دکھایا ہے وہاں (وہ کہتا ہے کہ) وہ اس کا چمکدار کارنامہ کہاں ہے۔ سلطنت کے حق میں اس کے خدمات گنتے ہیں اور اس کے بیش قدر مصارف کی رقم کیا ہے۔ مجھکو اس کا کچھ حال نہیں معلوم۔ اگر کچھ حال معلوم ہوسکتا ہے تو اس طرح کہ آپ لوگ اس مکان کا خیال کریں جو میڈیاس نے الیوسس میں بنایا ہے جو ایسا بلند ہے کہ آس پاس کے مکان تاریکی میں آگئے ہیں۔ یا یہ کہ میڈیاس کے نقرہ گھوڑوں کی

اُس جوڑی کو یاد فرمایا جائے جو اس کی بیوی کو "اسرار" والے تہوار میں یا جہاں وہ چاہے لیجاتی ہے، یا اس کے ان تین چار پیادہ ملازموں کا خیال کیا جائے جو بازار سے گزرنے کے وقت میڈیاس کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں اور اس کے جام شراب صراحی وساغر کا ذکر ایسی بلند آواز میں کرتے جاتے ہیں کہ پاس سے گزرنے والے سن سکیں۔

ڈیموس تھینیز نے جو انداز اختیار کیا ہے یعنے بیہودہ و مدمغ دولتمندوں کے مقابلہ میں وہ عمومیت کے حقوق کا مرد میدان بنا ہے، یہ انداز کسی قدر اندازہ سے بڑھ گیا ہے مگر میڈیاس کی تصویر بھی بہت ہی خوب کھنچ گئی ہے اور یونان و روما کے خطیبوں نے جن بد اطواروں کی تصویریں کھینچی ہیں ان کے پہلو بہ پہلو جگہ پانیکے قابل ہوگئی ہے۔

ضمیمۂ باب ششم

(دربارۂ معاملۂ فارمیو واپولوڈورس)

فارمیو اور اپولوڈورس کے مناقشہ کے سلسلہ میں ڈیموس تھینیز نے جو کارروائی کی وہ اس قدر متنازعہ فیہ ہے اور جو سوالات اس سے پیدا ہوے ہیں وہ اس بنا پر کہ ان سے ڈیموس تھینیز کے اخلاق کے قدر و اندازہ پر اثر پڑتا ہے، اس قدر وسیع الاثر ہیں کہ ان پر خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ فارمیو ابتداءً اتھنز کے بہت بڑے ساہوکار پاسیوں کا غلام تھا اور پھر اسی کا آزاد کردہ معتمد علیہ بن گیا تھا۔ پاسیوں کا ۳۷۰؁ میں انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کے دو بیٹے اپولوڈورس اور پیسکلز باقی رہے، اپنے وصیت نامہ میں اس نے یہ درج کر دیا کہ فارمیو اس کی بیوہ سے عقد کرلے (اور بیوہ کے ساتھ اس کو بہت وافر دولت بھی دیجائے)، نیز اس کے چھوٹے بیٹے پیسکلز کے متولیوں میں سے ایک متولی وہ بھی ہو اور جبتک کہ پیسکلز سن بلوغ کو نہ پہنچے اس وقت تک فارمیو کاروبار کا اجارہ دار ہو جائے۔

وارثوں کو ایک مقررہ رقم ادا کرتا رہے اور جو نفع ہو وہ خود لے۔ اس کاروبار میں ساہوکاری کے ساتھ ڈھالیں بنانے کا ایک کارخانہ بھی تھا۔ مقصود یہ تھا کہ پسیکلز کے سن بلوغ کو پہنچنے تک جائداد غیر منقسم رہے اور جب وہ سن بلوغ کو پہنچ جائے اس وقت اس کے اور اُس کے بڑے بھائی اپولوڈورس کے درمیان جائداد برابر برابر تقسیم ہو جائے مگر اپولوڈورس کے اطوار نے اسے ناممکن کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص میں کسی قدر ملکی جوش بھی موجود تھا، اور اس نے ایک سے زائد مرتبہ امتیاز کے ساتھ "ٹرائی ارک" کی خدمت انجام دی تھی (ہم یہ پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ ۳۶۰ ق م[1] میں جو "ٹرائی ارک" کے عہدہ کا تاج پیش کیا گیا اس کے لئے وہ کیونکر دعویدار رہا تھا) مگر اسے سلطنت کی خدمت کا جس قدر حوصلہ و شوق تھا اس سے زیادہ اس کی عادتیں بے پروائی و اسراف کی تھیں اور اس کے ساتھ ہی مقدمہ بازی کا بھی بے حد شائق تھا۔ کم از کم آٹھ تقریریں جو ڈیموستھینیز کی تقریروں میں غلط یا صحیح طور پر شامل کر دی گئی ہیں ایسی ہیں جن کو یا تو اپولوڈورس نے خود لکھا تھا یا اُس کے لئے دوسروں نے لکھی تھیں اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ اس نے (ان مقدمات کے علاوہ جن سے متعلق یہ تقریریں ہیں) اور بھی بہت سے مقدمات کی پیروی کی تھی اور ذرا سے اشتعال پر اپنے ہوں یا غیر سب پر مقدمہ چلا دینے کے لئے تیار ہو جاتا تھا۔

اپولوڈورس کے اطوار کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلسل قرضوں کی وجہ سے مشترکہ جائداد کی حفاظت خطرے میں پڑ گئی اور اس بنا پر پسیکلز نابالغ کے متولیوں نے اس کے حصہ کو بچانے کے لئے یہ ارادہ کیا کہ اُس کے سن بلوغ تک پہنچنے کا انتظار کئے بغیر جائداد کو تقسیم کرا لیں۔ تاہم یہ انتظام کیا گیا کہ فارمیو کو اس کاروبار کا اجارہ بدستور حاصل رہے اور وہ نصف لگان اپولوڈورس کو دے اور نصف پسیکلز کے نفع کے لئے محفوظ رکھے۔ ۳۶۲ ق م میں پسیکلز سن بلوغ کو پہنچا اور فارمیو کا اجارہ نامہ ختم ہو گیا اور اس نے خود اپنا ساہوکاری کا کاروبار جاری کیا اور جس طرح اس سے قبل اس کے

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۳۱ - ۳۲ -

مالک پاسیون کو ایتھنز کی شہریت عطا کی گئی تھی اسی طرح فارمیو کے اعلیٰ صفات کے اعتراف میں اسے بھی شہریت کا حق عطا کیا گیا، اجارہ نامہ کے ختم ہونے پر جو مراسلات ہوئے اس کے دوران میں اور پھر سنہ ۳۶۰ میں اپولوڈورس کی ماں کے انتقال کر جانے پر کچھ قانونی کارروائیوں کے بعد اپولوڈورس نے فورمیو کے مقابلہ میں اپنے تمام دعاوی سے دست برداری لکھ دی تھی مگر باوجود اس کے سنہ ۳۵۰ میں اس نے فارمیو کے خلاف بیس ٹیلنٹ کا ایک دعویٰ دائر کر دیا۔ اس پر فارمیو نے دعوے کے ممنوع السماعت ہونے کی وجہ پیش کی اور عذر کیا کہ (روداد مقدمہ چاہے کچھ ہو لیکن) جو نالش کی گئی ہے وہ خلاف قانون ہے کیونکہ اپولوڈورس پہلے ہی اپنے تمام دعووں سے دست بردار ہو چکا ہے اور نیز یہ کہ قانون میعاد سماعت کی رو سے تولیت کے ختم ہو جانے کے پانچ برس کے بعد ہر قسم کے دعاوے منقضی ہو جاتے ہیں۔

جو فریق کسی نالش کے مسدود ہونے کا عذر پیش کرتا تھا اس کا یہ حق ہوتا تھا کہ عدالت پہلے اس کے عذر کی سماعت کرے مگر فارمیو نے غیر ملکی نسل سے ہونے اور عدالت کی کارروائی سے پوری واقفیت نہ رکھنے کی وجہ سے خود تقریر نہیں کی بلکہ اس کے دوستوں نے اس کی وکالت کی، جن میں سے ایک نے عدالت کے سامنے وہ تقریر کی جسے ڈیموس تھینیز نے اس کے لئے مرتب کیا تھا۔ اس تقریر میں نہ صرف فورمیو کے قانونی عذر کو صحیح ثابت کر دکھایا تھا بلکہ اصلی مقدمہ کے واقعات پر بھی اس طرح بحث کی تھی جو مقدمہ کا نہایت بے رحمانہ طور پر قطعی فیصلہ کرتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اس تقریر میں یہ کوشش بھی کی گئی تھی کہ اپولوڈورس نے فورمیو یعنے اپنے باپ کے سابق غلام کی نسبت جو اب اپولوڈورس کا سوتیلا باپ تھا جو حاسدانہ روش اختیار کر رکھی تھی اس کا بھی جواب دیا جائے اور فارمیو نے اپولوڈورس اور اس کے خاندان کی جائداد کو محفوظ رکھ کر ان کی جو خدمت کی تھی اس پر بلکہ اس کے خدمات سلطنت پر بھی زور دیا گیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مقرر نے اپولوڈورس کے مثل مسرفانہ زندگی بسر کرنے والے اور بددیانت مقدمہ باز اشخاص کے مقابلہ میں اس بات پر اصرار کیا کہ معاملات کاروبار میں

دیانت داری بڑی قدر و قیمت رکھتی ہے۔ اس تقریر کا اخلاقی زور ایسا نہ تھا کہ کوئی اس کے مقابلہ میں ٹھہر سکتا۔ اہل جوری کا پانچواں حصہ بھی ایولوڈورس کی موافقت میں رائے نہ دے سکا اور اس لئے علاوہ مقدمہ کے ہار جانے کے اُسے سخت جرمانہ بھی ادا کرنا پڑا۔

مگر ایولوڈورس ایسا شخص نہ تھا کہ بلا ہاتھ پاؤں ہلائے اپنی شکست کو مان لیتا جس طرح انوٹیس نے ڈیموس تھینیز کے گواہوں میں سے ایک گواہ پر مقدمہ چلایا تھا اسی طرح ایولوڈورس نے بھی فارمیو کی تائید کرنے والے گواہوں میں سے ایک گواہ پر مقدمہ چلایا۔ اول الذکر مقدمہ کی طرح اس آخر الذکر مقدمہ میں بھی اس گواہ کی شہادت غیر اہم سی تھی۔ فارمیو کا یہ عذر کہ دعویٰ مسدود تھا اس گواہ کی شہادت کے بغیر بھی قطعی ثابت تھا۔ تاہم کسی جھوٹے گواہ کے سزا پا جانے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اصل مقدمہ کی سماعت از سر نو کیجاتی اور اس صورت میں بالکل ممکن تھا کہ فارمیو کے حق میں مقدمہ کا فیصلہ نہوتا۔

اب بحث طلب یہ ہے کہ ڈیموس تھینیز کی جو تقریریں ہم تک پہنچی ہیں ان میں سے دو تقریریں اسی گواہ اسٹی فینس پر مقدمہ چلانے کی غرض سے ایولوڈورس کے لئے لکھی گئی ہیں اور اس واقعہ سے سب کو بالطبع یہ محسوس ہوا ہے کہ اگر فارمیو کے حق میں پرجوش فصاحت صرف کرنے کے بعد ڈیموس تھینیز نے اپنا پہلو بدل دیا اور ایولوڈورس کو اس فیصلہ کو مسترد کرا دینے کی کوشش میں مدد پہنچائی جسے حاصل کرنے اور ثابت کرنے میں اس نے سب سے زیادہ سعی کی تھی تو یہ فعل ایسا نہ تھا جس کا مرتکب کوئی شریف ہو سکتا تھا۔ صرف یہی ایک فعل نہ تھا جو سب سے بڑا گریز ایک اعلیٰ معیار عزت کے امتیاز سے اس معاملہ میں ڈیموس تھینیز سے ظاہر ہوا ہو بلکہ اسٹی فینس کے مقابلہ میں اپنی پہلی تقریر میں ڈیموس تھینیز نے جس طریقہ سے مقدمہ کو اٹھایا ہے تو وہ طریقہ (اگر تحریر فی الواقع ڈیموس تھینیز کی لکھی ہوئی ہے) ڈیموس تھینیز کے لئے اور بھی زبون اور معیوب تھا۔ اُس نے بیان کیا کہ خود وہ دستاویزیں جن کی بنا پر فورمیو نے اس سے پہلے مقدمہ میں اپنا دعویٰ ثابت کیا تھا کوئی وجود نہیں رکھتیں۔ اور اگر کوئی وجود رکھتی ہیں تو وہ خود

فارمیو کی بنائی ہوئی جعلی دستاویزیں ہیں۔ علاوہ اس کے ڈیموس تھینیز نے جس طرح اپنی سابقہ تقریر میں فارمیو کے اعلیٰ اخلاق اور اس کے ممتاز خدمات کی تعریف کی ہے اسی طرح اب اس تقریر میں سفیہانہ و سوقیانہ طور سے اس پر حملے کئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی خود اپولوڈورس کی ماں اور اس کے بھائی کی نسبت بھی بدترین طریقہ کے کنائے اور اشارے کئے ہیں۔ یہ خیال میں آسکتا ہے کہ خود اپولوڈورس کا اس طرح کی کوئی تقریر کرنا ممکن تھا لیکن۔ اگر ڈیموس تھینیز نے اپنے موکل کے رنگ میں تحریر کے فن کو اس حد تک پہنچا دیا ہو تو اس سے بجائے عزت و شرافت کے اس کی قابلیت کا ثبوت زیادہ ملتا ہے۔ درحقیقت اسٹی فینس کے خلاف یہ مقدمہ نہایت کمزور تھا۔ مدعی نے جن امور پر بحث اٹھائی تھی اُن کا جواب یا تو اس تقریر میں جو فورمیو کی طرف سے کی گئی تھی خود ہی موجود تھا یا فوراً ذہن میں آسکتا تھا۔ مدعی کے وکیل کی قابلیت و طباعی اسکے لئے نہ تھی کہ جو امور بحث کے لئے اُس نے اٹھائے تھے ان کی کمزوری کو چھپا سکتا۔

بدقسمتی یہ ہے کہ اسٹی فینس کے مخالف جو تقریریں موجود ہیں ان کا مصنف کون تھا اس کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ ممکن نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ دوسری تقریر کے متعلق جو دلائل و طرز بیان دونوں میں کمزور ہے اب کوئی یہ یقین نہیں رکھتا کہ وہ ڈیموس تھینیز کی تصنیف ہے، ممکن ہے کہ اپولوڈورس نے اپنے مقدمہ میں عین وقت پر جو کچھ تقریر کی ہو اُسے بعد کو کسی نے اپنی یاد سے لکھا ہو اور یہی "دوسری تقریر" سمجھی گئی۔ مگر "پہلی تقریر" کی نسبت کہ وہ ڈیموس تھینیز کی تصنیف سے ہے یا نہیں جو دلائل بیان کئے جاتے ہیں وہ قوت میں مساوی ہیں۔ داخلی شہادت یعنی فی نفسہٖ تحریر کی خصوصیات سے کیا ثابت ہوتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ اگر اس تقریر کا مضمون فورمیو والی تقریر کے مضمون سے بالکل مختلف و متضاد ہوتا تو پھر خود طرز کلام اور طریقۂ استدلال میں کوئی بات ایسی نظر نہیں آتی جس سے خیال ہو کہ یہ تقریر ڈیموس تھینیز کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ اس تقریر میں ایک عجیب ٹکڑا عبارت کا تقریباً وہی ہے جو پانٹی نیٹوس والی تقریر میں ہے

جیسے بالعموم ڈیموس تھینیز کی تصنیف سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ اب رہی دوسری صورت تو وہ یہ ہے کہ اس تقریر میں بعض جملے اور عبارتیں ایسی ہیں جن کو پڑھکر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ڈیموس تھینیز کی لکھی ہوی ہیں ان جملوں اور عبارتوں سے کم سے کم اس امکان کی گنجائش باقی رہجاتی ہے کہ یہ تقریر کسی دوسرے کی تصنیف کی ہوی ہے۔ بیان میں ایک ہی سی ترکیبوں کے باربار آنے سے خاص کر ضمائر و حروف عطف کے استعمال کی یکسانی سے خیال کیا گیا ہے کہ یہ انداز ڈیموس تھینیز کی تحریر سے نہیں ملتا۔ پانٹی نیٹوس والی تقریر کے بعض عبارتوں کے اس تقریر کے بعض حصوں سے مل جانا اس بات کا ثبوت نہیں کہ دونوں کا مصنف ایک ہی تھا کیونکہ ایک ہی سی عبارتیں بعض وقت مختلف مقرروں کے بیان میں آجاتی ہیں[1]۔

مگر اس سوال میں خارجی شہادت سے مزید پیچیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ اتنا تو صاف ہے کہ ڈیموس تھینیز کی نسبت یہ خیال موجود تھا کہ اُس نے اپولوڈورس اور فارمیو کے مقدمہ میں کوئی حرکت ایسی کی ہے جس سے اُس کی عزت پر حرف آتا ہے۔ لیکن اول اول جو الزام اس پر عائد کیا گیا تھا وہ یہ نہیں تھا کہ اس نے مدعی اور مدعی علیہ دونوں کے لئے تقریریں لکھدی تھیں۔ اسکینز یہ سوال کرتا ہے کہ "ایک پیدائشی خائن ملت کی نسبت ہمارا کیا خیال ہو سکتا ہے؟ کیا وہ ایسا شخص نہیں ہے جو ان لوگوں کے ساتھ جو اس سے معاملت کرتے ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہیں ایسا ہی برتاؤ کرتا ہے جیسا برتاؤ آپ نے ان لوگوں کے ساتھ برتاؤ کیا ہے؟ کیا یہ شخص وہ نہیں ہے جو روپیہ کمانے کے لئے تقریریں لکھتا ہے تاکہ عدالت میں وہ کام میں لائی جائیں اور ایک فریق کے لئے جو تقریر لکھتا ہے وہ اس کے مخالف فریق کو دکھا دیتا ہے؟ تم نے ایک تقریر فورمیو ہو کار کے لئے لکھی اور اس کا نذرانہ بھی تم کو ملا اور وہی تقریر تم نے اپولوڈورس کو بھی دکھادی جس نے فورمیو پر ایک سنگین جرم کا مقدمہ چلایا تھا۔" اس بیان کا مقصود

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ

یہی ہو سکتا ہے کہ ابتدائی مقدمہ کے دوران میں ڈیموس تھینیز نے فورمیو والی تقریر ایولوڈورس کو دکھادی تھی (کسی قدر مبالغہ کو دخل دیکر اس الزام کو سنگین جرم کہا گیا ہے یونانیوں کا میدان بلاغت اسکی مثالوں سے خالی تھا نہیں ہے، لیکن فی الواقعہ یہ الزام اس وجہ سے سنگین تھا کہ جس رقم کا دعوی کیا گیا تھا وہ اس قدر زیادہ تھی کہ اگر فارمیو پر الزام ثابت ہوجاتا تو اس کو مجبوراً جلاوطن ہونا پڑتا ممکن ہے کہ بعض اہل علم نے جو توجیہ تجویز کی ہے وہ صحیح ہو یعنے یہ کہ ڈیموس تھینیز نے ایولوڈورس اور فارمیو میں مصالحت کرا دینی چاہی ہو اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس کے مقدمہ میں بالکل جان نہیں ہے ایولوڈورس کو تقریر دکھادی ہو، گو اس پر بھی مصالحت نہ ہوسکی۔ اسکینز کے لئے یہ آسان تھا کہ وہ اس واقعہ کو اس طرح بگاڑ کر بیان کرے جس سے معلوم ہو کہ ڈیموس تھینیز فورمیو کے خلاف ایک خیانت کا مرتکب ہوا ہے لیکن یہ فرض کرنا بہت مشکل ہے کہ اگر ڈیموس تھینیز نے حقیقت میں فورمیو کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا تھا جیسا کہ اسٹیفینس کی مخالفت میں "پہلی تقریر" کے مصنف سے ظاہر ہوا تو اسکینز اور ڈنیارکس جو ہر طرح کا الزام ڈیموس تھینیز کے سر تھوپ دیتے تھے اس واقعہ سے اپنا پورا مطلب نکالنے میں چوک جاتے۔

لیکن اگر یہی صورت تھی تو ہم اس امر کی کیا توجیہ کر سکتے ہیں کہ پلوٹارک اور بعد کے دوسرے مصنفوں نے قطعی طور پر بیان کیا ہے کہ ڈیموس تھینیز نے ایولوڈورس اور فارمیو دونوں کے لئے تقریریں لکھی تھیں۔ پلوٹارک کہتا ہے کہ یہ ایسا ہی تھا جیسے ایک ہی کارخانہ سے دونوں فریقوں کے ہاتھ تلواریں فروخت کیجائیں (اس مثال سے یہ کوئی سنگین جرم نہیں معلوم ہوتا مگر شاید یہ ایک لطیفہ ہے جس میں غالباً ڈیموس تھینیز کے باپ کے پیشہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے) غالباً پلوٹارک کا یہ بیان کہ ڈیموس تھینیز نے دونوں کے لئے تقریریں لکھیں اس بنا پر ہے کہ یہ دونوں تقریریں ڈیموس تھینیز کے اس مجموعہ خطبات میں ملی تھیں جو پہلی مرتبہ اسکندریہ میں مرتب ہوا تھا۔ بعد کا ایک مصنف زوسیموس (سنہ ۵ء) ڈیموس تھینیز کی اس فرضی بے انصافی و بے اعتدالی کو اور بھی

زیادہ مبالغہ سے بیان کرتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ تمام قصہ کسی غلط فہمی پر مبنی ہو اور یہ غلط فہمی جب ایک مرتبہ شروع ہو گئی تو پھر اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔

جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ ڈیموس تھینیز نے اسٹی فینس کے خلاف دوسری تقریر لکھی تھی وہ اس کی اس حرکت کو بالعموم سیاسی اغراض پر محمول کرتے ہیں ہم دیکھ چکے ہیں کہ ٹھیک اسی زمانہ میں ایپولوڈورس نے مجلس ملکی میں ایک تحریک اس مضمون کی پیش کی تھی کہ قوم کو تصفیہ کرنا چاہئے کہ آیا ملک کی آمدنی سے جو رقم فاضل بچے وہ فوجی اغراض کے لئے صرف کی جائے یا بدستور تہواروں کی مد میں تماشوں پر صرف ہوتی رہے۔ یہ ٹھیک اس حکمت عملی کے موافق تھا جس کی حمایت و وکالت ڈیموس تھینیز اُسی سال جس میں اسٹی فینس کا مقدمہ ہوا ہے زور و شور کے ساتھ اس غرض سے کر رہا تھا کہ اس رقم سے فیلقوس مقدونی کے خلاف جنگ میں کام لیا جائے مگر اس میں بہت شک ہے کہ اس قسم کے خیالات ڈیموس تھینیز پر واقعی کوئی اثر ڈال سکتے تھے۔ ایپولوڈورس کی یہ تحریک غالباً ویسی ہی مدمغانہ انداز میں ہوئی ہو گی جس انداز میں اس کے بہت سے مقدمے دائر ہو چکے تھے۔ یہ تحریک خلاف قانون تھی اس وجہ سے اس پر بہت سخت جرمانہ ہوا اور اغلب یہ ہے کہ اس تحریک سے ڈیموس تھینیز جس مقصد کو آگے بڑھانا چاہتا تھا اس کو بجائے نفع کے نقصان زیادہ پہنچ گیا۔ علاوہ ازیں سیاسی حالت کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ خیال کرنا بھی دشوار ہے کہ کوئی وکیل جو ایک اچھے مقدمہ میں شان کے ساتھ کامیاب ہو چکا ہو وہ اُسی معاملہ کے متعلق اپنے سابق موکل کے خلاف ایک ناقص مقدمہ کو لے لیگا۔

اس لئے کم از کم اس قیاس کے لئے کافی دلیل موجود ہے کہ ڈیموس تھینیز اس سفیہانہ حرکت کا مرتکب نہیں ہوا ہو گا لیکن اگر واقعی ایسا ہوا تھا تو اس کی بریت میں کچھ کہنے کو نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ اُس زمانہ میں ایک تقریر لکھنے والے اور اس کے موکل کے درمیان تعلقات اتنے گہرے نہیں ہوتے تھے جتنے اس زمانہ کے وکیلوں اور ان کے موکلوں کے درمیان ہوتے ہیں اس سے ڈیموس تھینیز کی

بریت میں زیادہ مدد نہیں ملتی اور اس سے اصلی شکایت کی کسی حقیقت پر مطلق اثر نہیں پڑتا۔ اصلی شکایت یہ تھی کہ فارمیو کے اخلاق و عادات پر جس بیدردی و بیحسی سے حملہ کیا گیا تھا وہ ایسا ہی متبذل تھا کہ اس کی سابقہ مدح سرائی شریفانہ تھی اس روشنی میں دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدح و ذم دونوں بیہودہ دانستہ مکاری سے زائد نہیں تھیں۔ جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ڈیموس تھینیز سے اگر یہ فعل سرزد ہوا ہے تو اس کے تمام سوانح حیات میں دوسرا ایک بھی فعل ایسا نہیں ہے جس کو اس سے دور کی نسبت بھی ہو محض اپنے دشمنوں پر سخت حملہ کرنا ایک دوسری چیز ہے۔ اگرچہ اس کہنے سے ڈیموس تھینیز کی بریت نہیں ہوتی مگر کم سے کم اس بات سے انکار کا موقع ملجاتا ہے کہ اس قسم کے افعال اس کی طبیعت کے عام خصوصیات سے تھے۔

تعلیقات

اب بعض مورخین کا گمان یہ ہے کہ ان اجیر سپاہیوں کو نوکس کے سرگروہ فیلیکس نے بھیجا تھا مگر ایک تو ہمارے اسناد میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے اور دوسرے اہل نوکس کا ایتھنز کے ساتھ مخالفہ بھی تھا۔ یہ ظن بھی اس سے کم درجہ پر نہیں ہے کہ ٹار استھنن نے ان اجیر سپاہیوں کو جو اب تک فیلیکس کی خدمت میں تھے زیادہ تنخواہ کے وعدے پر ایوبیا کی جانب کر لیا ہو لیکن اگر فیلیکس نے انھیں بالقصد اہل ایتھنز کی مخالفت کے لئے بھیجا تھا تو اس کی وجہ یہ ہو گی کہ نوکس کی فوجوں میں مشاجرات انتہائی حد کو پہنچ گئے ہوں گے اور فیلیکس نے اس وجہ سے یہ مخالفانہ روش اختیار کی ہو گی کہ جو فریق اس کا مخالف تھا وہ ایتھنز کا دوست تھا یہ واقعہ ۳۴۷ ق م کے افتتاح کے قریب پیش آیا مگر ہمارے پاس اس کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ ۳۴۸ ق م کے اوائل میں بھی ایسا ہی تھا۔

۲ - ایوبیا کی مہم کی تاریخ بہت متنازعہ فیہ رہی ہے بعض مورخین اسے

۳۴۸؁ میں قرار دینے کے بجائے ۳۵۰؁ یا ۳۴۹؁ میں قرار دیتے ہیں۔ ذیل میں وہ خاص خاص غور طلب امور دیے جاتے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ۳۴۸؁ ہی صحیح تاریخ ہے۔

(۱) اس مہم والے سال میں ڈیموس تھینیز منتظم سرود ہوا تھا اور میڈیاس کے خلاف جو تقریر وہ کرنے والا تھا وہ پہلے آرخن کے بعد اس دوسرے آرخن کے دور میں لکھی گئی تھی جس کے سال میں یہ سرود واقع ہوا تھا۔ مزید براں اس تقریر والے سال میں ڈیموس تھینیز مجلس مشورت کا رکن بھی تھا۔ اب اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس کی یہ بزم سرود (آرخن کیلیمیکس کے دور میں جس کی میعاد عہدہ جولائی ۳۴۹؁ سے جولائی ۳۴۸؁ تک تھی) مارچ ۳۴۸؁ میں واقع ہوئی، تو یہ تقریر آرخن تھمسٹاکلیز کے دور کے لئے یعنی جولائی ۳۴۷؁ کے بعد کے کسی دور کے لئے تیار ہوئی ہوگی اور ہم یہ جانتے ہیں کہ تھمسٹاکلیز کے دور میں ڈیموس تھینیز واقعتاً مشیر (رکن کونسل) تھا۔ جو لوگ اس مہم اور اس تقریر کو اس سے قبل کی تاریخ میں قرار دیتے ہیں وہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ ڈیموس تھینیز ۳۵۰-۴۹؁ یا ۳۴۹-۴۸؁ میں بھی مشیر (رکن کونسل تھا)، ایسا ہونا قانوناً ممکن ہوتا۔ تاہم چونکہ مشیروں (ارکان کونسل) کا انتخاب قرعہ اندازی سے ہوتا تھا اس لئے اسے بعید الوقوع ضرور سمجھنا چاہیئے اور اس امر کی قطعاً کوئی آزادانہ شہادت بھی نہیں ہے کہ ان دونوں برسوں میں سے کسی برس میں وہ مشیر رہا ہو۔

(۲) اولنتھس سے متعلق خطبات جو غالباً ۳۴۹؁ کے موسم گرما وخزاں میں ہوئے تھے ان میں ایوبیا کی پریشانی کا ذکر بھی نہیں پایا جاتا۔

(۳) نیرا کے خلاف تقریر (۳) اور میڈیاس کے خلاف تقریر (۱۹۷) دونوں سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اولنتھس کو مدد دینے کے لئے شہری سپاہیوں پر مشتمل مہم اس سال بھیجی گئی تھی جس سال ایوبیا کی مہم بھیجی گئی تھی۔

(۴) اسکینیز کے موافق ایوبیا کے ایلچی شرائط صلح پر بحث کرنے کے لئے مجلس ملکی کے سامنے اس سے کچھ ہی قبل آئے تھے جب فرینن پرنچ کے جہازوں

نے قبضہ کر لیا تھا اور یہ واقعہ اولمپیا کی عارضی صلح کے دوران میں پیش آیا تھا اور عارضی صلح جولائی ۳۴۸؁ میں واقع ہوی تھی۔

(۳) گروٹ کی اس رائے کا قرین حجت ہونا بہت ہی اغلب ہے کہ اولنتھس کے زوال کے عین بعد ہی والے ہفتہ میں کیرس نظروں سے غائب ہو گیا۔ اینیوٹکس اسے دیکھنے اور یہ کہنے کے لئے بھیجا گیا کہ ایتھنز کے لوگ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ فیلقوس جب کرسونیز کی طرف بڑھ رہا تھا تو اہل ایتھنز کو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ ان کا سپہ سالار اور ان کی بھیجی ہوی فوج کہاں ہے اور اسکینیز یہ ذکر کرتا ہے کہ ان بھاگے ہوے سپہ سالاروں کے خلاف جنگ کرنے میں پندرہ سو ٹیلنٹ خرچ ہو گئے۔ ان سپہ سالاروں کے نام ڈیارس، ڈیریس اور پالیفونٹس تھے اور اگر اسکینیز ان کا ذکر نہ کرتا تو ہمیں ان کا نام بھی نہ معلوم ہوتا۔ انیوٹکس کی اس مہم کو گروٹ اس امر سے متعلق کرتا ہے کہ کرسونیز کے آبادکاروں میں اضطراب پھیل گیا تھا اور یہ بہت ہی اغلب ہے کہ اس وقت میں فیلقوس کے مفروضہ آزادی کے متعلق افواہیں پھیلا دی گئی ہوں۔ شافر کا خیال تو یہاں تک ہے کہ فیلقوس کے سپہ سالار واقعتاً وہاں بھیجے گئے تھے۔

(۴) یہ رائے بالخصوص شافر کی ہے۔ اس تمام مسئلہ کا پیلے وسینڈس نے اپنی تالیف "ڈیموس تھینیز کی منتخب خانگی تقریریں" (Select Private Orations of Demos thenes) میں بہت ہی خوب خلاصہ کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہونا چاہئے کہ یہ امر بہت ہی غیر اغلب ہے کہ اس تقریر کو اپولوڈورس نے خود مرتب کیا ہو یا اس شخص نے مرتب کیا ہو جس نے اس کی اکثر وہ تقریریں مرتب کی تھیں جو اس وقت تک موجود ہیں۔

باب ہفتم

فیلقوس کیجانب پہلی سفارت

اولنتھس کے واقعی زوال کے قبل ہی اکثر ژرف نگاہ مدبروں کو صاف نظر آگیا ہوگا کہ ایتھنز کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ کامیابی کے ساتھ فیلقوس کے ساتھ جنگ جاری رکھ سکے۔ سنہ ۳۴۹ میں ایتھنز کو یہ موقع مل گیا تھا کہ وہ اپنا پورا زور اولنتھس کی مدافعت میں صرف کردیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا اور جب اہل ایتھنز نے موقع کی اہمیت کو کسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھا تو وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا کیونکہ ایوبیا کی نقل وحرکت نے ان کی قوتوں کو منقسم کردیا تھا اور اس مقصد کے لئے انھوں نے جس قدر قوت وسرمایہ صرف کرنا مناسب سمجھا تھا وہ اس دُہرے کام کے لئے کافی نہیں تھا، پس اس صورت میں فیلقوس کے مقابلہ میں کامیابی کے ساتھ جدوجہد کا جاری رکھنا ناممکن ہوگیا اور ذی ہوش اشخاص اس موقع پر جو روش اختیار کرسکتے تھے وہ یہی تھی کہ فیلقوس سے آشتی کرلی جائے۔

فیلقوس بھی مخاصمات کے ملتوی کردینے کے لئے بیچین تھا۔ اس کے نقطۂ نظر سے ایتھنز ایسا دشمن نہیں تھا جیسا اہالیٔ ایتھنز خود اپنے کو یقین دلانا چاہتے تھے اور اس لئے قبل اس کے کہ وہ ایتھنز کے ساتھ اپنی رقابت کو انجام تک پہنچائے اسے صبر وانتظار کا کافی موقع حاصل تھا، مگر اس کے ساتھ ہی سمندر پر ایتھنز کو اتنی قوت حاصل تھی کہ وہ فیلقوس کے فوری مقاصد کے حصول میں بہت دشواریاں پیدا کرسکتا تھا۔ سنہ ۳۵۲ میں تھرمایولی میں اس کی کارروائی

اور ساحل ہلسپانٹ پر اپنی حیثیت کو مستحکم رکھنے کے لئے یوبولوس تک کی سرگروہی میں اس کا عزم مصمم اس امر کے کافی ثبوت تھے اور اس لئے فیلقوس کے لئے خود یونان کے اندر اپنی قوت کے بڑھانے اور تھریس پر اپنے تسلط کے مستحکم و وسیع کرنے دونوں اعتبارات سے اسی میں زیادہ سہولت تھی کہ وہ ایتھنز سے کوئی ایسا انتظام کرلے جس سے اسے اپنی نقل و حرکت میں ایتھنز کی مداخلت سے نجات مل جائے یا کم از کم اس میں تاخیر و تعویق واقع ہوجائے۔ مزید براں ایتھنز کے جہازوں نے جو اس کے بندرگاہوں کو روک رکھا تھا اور جہازوں کے ناخدا جو تاخت اس کے سواحل پر کر رہے تھے ان سے اسے نقصان پہنچ رہا تھا۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ امر پہلے ہی سے اس کے مرکوز خاطر تھا کہ تمام یونان Hellas کو اپنے زیر اثر متحد کرکے مشرق کی فتح کا راستہ کھول دے اور اس مقصد کے لئے وہ ایتھنز کے بیڑے کا اتحاد عمل چاہتا تھا جسے اس کے بیڑے پر وہی فوقیت حاصل تھی جیسی اس کی فوجوں کو ایتھنز کی فوجوں پر تھی۔ بہر حال جو کچھ بھی رہا ہو کوئی صحیح شہادت اس بات کی موجود نہیں ہے مگر ۳۴۸ ق م کے موسم گرما میں جب ایوبیا کے ایلچی اس غرض سے ایتھنز میں گئے کہ ان شرائط صلح پر بحث کریں جو ایتھنز اور اہالی ایوبیا میں منعقد ہونے والی تھی تو فیلقوس نے انھیں یہ اختیار دیا کہ وہ اس کی طرف سے یہ کہدیں کہ وہ بھی مفاہمت کا خواہاں ہے[1]۔

اس کے تھوڑے زمانہ بعد ایتھنز کے ایک شخص فرینن نامی کو فیلقوس کے جہازوں نے ایک تاخت کے[2] دوران میں گرفتار کرلیا اور اس کا بیان یہ تھا کہ یہ گرفتاری اولمپیا کے التوائے جنگ کے زمانہ میں ہوئی تھی جبکہ یونانی

---

[1] اولنتھس کی جانب ایتھنز کی آخری مہم بلا شک و شبہ اس وقت تک روانہ ہوچکی تھی مگر موسم کی خرابی کی وجہ سے اپنے جائے مقصود تک پہنچی نہیں تھی۔

[2] یعنے ماہ جولائی کے قریب اس التوائے جنگ کی غرض یہ تھی کہ اولمپیا کے کھیلوں کی شرکت کے لئے جو لوگ جانا چاہتے ہوں انھیں بے خوف و خطر سفر کا موقع مل سکے۔

رواج کے موافق مخاصمات معلق ہو جاتے تھے۔ اسے فدیہ دیکر چھوڑا گیا اور اتھینز میں واپس آکر اس نے اہل اتھینز سے یہ درخواست کی کہ ایک ایلچی ان کی جانب سے فیلقوس کے پاس جائے اور اس کی رہائی کی جو رقم دی گئی تھی اس کی واپسی چاہے۔ لسٹیفن اس غرض کے لئے بھیجا گیا اور فیلقوس کی طرف سے یہ پیغام لے کر واپس آیا کہ فیلقوس اپنی مرضی کے خلاف اتھینز کے ساتھ جنگ میں مبتلا ہو گیا ہے اور اگر یہ جنگ ختم ہو سکے تو وہ اب بھی اس سے خوش ہوگا، اس نے اور بھی کچھ دوستانہ خیالات کا اضافہ کیا تھا۔ قوم نے جوش و خروش کے ساتھ اس پیغام کا خیر مقدم کیا اور لسٹیفن کے شکریہ کی رائے منظور کی گئی۔

اس کے بعد ہی فوراً فلوکراتیس نے یہ حکم منظور کرالیا کہ فیلقوس کو شرائط صلح پر بحث کرنے کے لئے اپنے ایلچی اتھینز میں بھیجنے کی اجازت ملنی چاہیئے۔ اس پر لیسنس نے اس حکم کے[1] خلاف قانون ہونیکے ادعا پر فلوکراتیس پر مقدمہ چلادیا اور اس پر سو ٹیلنٹ کے جرمانہ کا مطالبہ کیا (اسکینز کے خیال کے موافق لیسنس چند ایسے خود غرض اشخاص کی نمائندگی کررہا تھا جو لسٹیفن کی واپسی کے قبل بھی فلوکراتیس کی ایک اس قسم کی تجویز میں سد راہ ہو چکے تھے) فلوکراتیس اس مقدمہ کی پیشی کے وقت علیل تھا اور ڈیموس تھینیز نے اس کی طرف سے جواب دہی کی۔ اس کی تقریر تمام دن جاری رہی اور فلوکراتیس بری کردیا گیا۔ لیسنس کو اہل جوری کے پانچویں حصہ کی بھی رائے نہیں ملی اور اس لئے اس پر سخت تاوان عائد کیا گیا۔

فلوکراتیس کی صفائی میں ڈیموس تھینیز کا تقریر کرنا ایسا فعل تھا جسکی

---

[1] ممکن ہے کہ فلوکراتیس کا حاصل کردہ حکم اس قرارداد کے خلاف رہا ہو کہ فیلقوس کا کوئی سفیر نہ بلایا جائے اور یہ قرارداد اس محالفہ کے شرائط میں داخل رہی ہو جو اہل اولنتھس سے ہوا تھا۔ (شافر جلد رابع صفحہ ۲۳ و ۱۶۶) مگر خلاف قانون ہونے کا جو دعوی کیا گیا اس کی نوعیت کے متعلق کوئی قطعی شہادت معلوم نہیں ہوتی۔

توجیہ دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر ہو سکتی ہے یہ دونوں طریقے اس امر کے فرض کرنے پر مبنی ہیں کہ آیا فلوکراتیس کا مقدمہ اولنتھس کے زوال کے قبل ہوا تھا یا بعد۔ اگر ڈیموس تھینیز نے زوال اولنتھس کے قبل تجویز امن کی حمایت کی تھی تو ہم فرض کر سکتے ہیں کہ ڈیموس تھینیز اسی وقت سے یہ بات سمجھ گیا تھا کہ سر دست اس جد و جہد کے جاری رکھنے میں کوئی امید نفع کی نہیں ہے اور اتنی جرات اس میں موجود تھی کہ وہ اپنے اس بدلے ہوئے خیال پر عمل بھی کر سکا۔ دوسری طرف یہ امر غیر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اولنتھس کو اس کی اشد ضرورت کے وقت چھوڑ دینے پر رضامند ہو گیا ہو بلکہ زیادہ قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ فلوکراتیس کا مقدمہ اولنتھس کے زوال کے کچھ دنوں بعد تک نہیں ہوا تھا[1] کیونکہ یہ مشکل ہے کہ فری نون جولائی ۳۴۸؁ کے اختتام کے قبل ایتھنز میں واپس آ گیا ہو اس کی واپسی اور سٹیفن کی واپسی کے درمیان بھی کچھ زمانہ نہ گذرا ہو گا اور فلوکراتیس کی تجویز امن و صلح اور اس کے مقدمہ کے درمیان بھی کچھ وقفہ ہوا ہو گا اس لیے احتمال یہ بھی ہے کہ اولنتھس کے زوال کے کم از کم چند ہفتہ ورنہ چند ماہ بعد تک یہ مقدمہ نہیں ہوا تھا اور جیسا کہ ہم دیکھیں گے اس وقت تک ڈیموس تھینیز کو صلح کی ضرورت کا قطعی احساس ہو چکا تھا اور وہ بغیر تناقض کے فلوکراتیس کی حمایت کر سکتا تھا۔

شہر اولنتھس کے قبضہ اور وہاں کے باشندوں اور ان ایتھنزیوں کے ساتھ جو شہر میں پائے گئے تھے فیلقوس کے برے برتاؤ نے ایتھنز میں ایک عارضی مگر سخت اختلاف اس مجوزہ انتظام سے پیدا کر دیا جو ایتھنز فیلقوس سے کرنا چاہتا تھا اور خود ایوبولس اور اس کے حامی بھی اس رو میں بہ گئے تھے۔ ایوبولس نے فیلقوس کی بابت مجلس ملکی سے بہت ہی سخت الفاظ میں خطاب کیا اور بقول ڈیموس تھینیز فیلقوس پر آفت ٹوٹ پڑنے کی دعا کی اور یہ تجویز

---

[1] ملاحظہ ہو تعلیق اول (آخر باب)

کی کہ تمام عالم یونانی میں بلکہ بحر احمر تک سفارتیں بھیجی جائیں تاکہ تمام یونانی فیلقوس کی مخالفت میں متحد ہو جائیں اور اس مقصد کے لئے ایک مجلس طلب کی جائے ان تجاویز کی تائید بہت ہی بڑھی ہوی وطن پرستی کے لہجہ میں ہوی اور جن لوگوں نے ان تجاویز کی تائید میں تقریریں کیں ان میں اسکینز بھی تھا۔ یہ شخص مفلس ماں باپ کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ پہلے یہ مدرس رہا پھر ایکٹر ہو گیا بعد ازاں سرکاری دفاتر میں محرر رہا تا آنکہ ایوبیولس کے حامی ہونے کی حیثیت سے اسے نمود حاصل ہوی۔ وہ بڑی قابلیت کا شخص تھا اور برمحل تقریر کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ قدرت نے جو شاندار آواز اس کو عطا کی تھی وہ اس کے حق میں اور بھی مفید ثابت ہوی بالخصوص جبکہ وہ اتھنزیوں کے مثل جلد اثر قبول کرنے والی طبیعتوں سے خطاب کرتا تھا۔ ڈیموس تھینیز ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اس موجودہ موقع پر اسکینز نے ملٹیاڈس اور تھمسٹاکلز کے فیصلوں کا حوالہ دیا (جو جنگہائے ایران کے سورما تھے) اور ہتھیار لگانے کے وقت اتھنز کے سپاہی جو حلف وفاداری لیتے تھے اس کا بھی اشارہ کیا۔ اس نے بلا شبہہ اتھنز کی اس طرح تصویر کھینچی کہ گویا جنگہائے ایران کے وقت کی طرح اتھنز پھر ایک مرتبہ عام یونانی متفقیت کا سرگروہ بن گیا ہے۔

سفارتیں روانہ کی گئیں[1]۔ اسکینز خود آرکیڈیا کو گیا جہاں فیلقوس چند سربرآوردہ مدبروں کے ساتھ سازشیں کر رہا تھا اور بظاہر ان کی موافقت حاصل کر لی تھی کیونکہ آرکیڈیا والوں کا جو فریق اتھنز کا طرفدار تھا وہ پہلے ہی اپنے نمایندوں کو اسکینڈر کے راستے سے اتھنز کو روانہ کر چکا تھا۔ ڈیموس تھینیز کہتا ہے کہ اپنی واپسی پر اسکینز نے مجلس ملکی کو ان طولانی و شریفانہ تقریروں سے مطلع کیا جو بقول خود اس کے فیلقوس کے مقرر ہیرونی موس کے جواب میں بمقام میگالوپوس "دہ ہزار" کے سامنے مجلس ملکی کی جانب سے

---

[1] سفارتوں کی تاریخ کے متعلق اس امر میں بہت ہی کم شک ہو سکتا ہے کہ یہ سفارتیں ۳۴۸-۷ء کے آخر موسم خزاں و سرما میں روانہ ہوئیں مگر اس کی کوئی براہِ راست شہادت نہیں ہے۔

کی تھیں اور اُس نے شرح و بسط کے ساتھ اس مجرمانہ نقصان کا ذکر کیا جو ان لوگوں سے جنھوں نے رشوتیں لی تھیں اور فیلقوس سے روپیہ قبول کیا تھا نہ صرف ان کے بہت سے ملکوں کو بلکہ تمام ہیلاس کو پہنچا تھا۔ اس نے اپنی تقریر کے دوران میں فیلقوس کو بار بار "وحشی" اور "شیطان" کہا۔ اور اس مسرت کا ذکر کیا جو آرکیڈیا والوں میں اس خیال سے پیدا ہوی تھی کہ ایتھنز اب بیدار اور معاملات کی طرف متوجہ ہوتا جاتا ہے"۔

گرفتار شدہ اہل اولنتھس کا جو حال ہوا تھا اسکو اسنے اسطرح بیان کیا کہ سننے والوں کو غصہ آئے اور مثال میں اُن عورتوں اور بچوں کی مصیبتیں بیان کیں جن کو بیڈاس آرکیڈیا سے لیگیا تھا۱؎۔ اور یہ بیان کیا کہ اس واقعہ کو دیکھکر اور یونان کی بدنصیبی کا خیال کر کے جس میں اس قسم کے ظلم بلا پاداش رہجاتے تھے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

لیکن یہ سفارتیں اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں کلیتہً ناکام رہیں۔ جنوبی یونان کی سلطنتوں میں سے کسی سلطنت نے اس وقت یہ گمان بھی نہیں کیا کہ فیلقوس کی اس روز افزوں قوت سے اسے بھی کسی قسم کا خطرہ ہے اور ایتھنز کی بہبود میں کس کو اتنی دلچسپی کی کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ ایتھنز کے نفع کے خیال سے کسی لیگ ہی میں شریک ہو جاتیں، درحقیقت یہ خیال ظاہر کیا جاچکا تھا کہ یونانی سلطنتوں کے پاس ان مہموں کے بھیجنے سے ایوبیولس کو کسی نفع کی توقع نہ تھی اور یہ مہمیں صرف اس خیال سے بھیجی گئی تھیں کہ ایتھنز کی منفرد حیثیت کا ثبوت دے کر قوم کو (جس میں اس وقت عارضی طور پر خیال جنگ جوش زن تھا) جنگ کے جاری رکھنے کی مایوس کن حالت کا یقین دلا دیا جائے اور نیز یہ کہ خود اس کی اور اسکینز کی تقریریں (ایتھنز اور میگیلوپولس دونوں جگہوں میں) اس سے زیادہ کچھ نہیں تھیں کہ سوچ سمجھکر ایک کھیل کھیلا جارہا تھا لیکن خوش قسمتی سے ان کے فعل کی تشریح

۱؎ ملاحظہ صفحہ ۲۰۶

کرنے کے لئے اس قسم کے خیالات کو ان کی طرف منسوب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ نہایت درجہ اغلب یہ ہے کہ اولنتھس کے سقوط کے عین بعد ہی عام خیالات ایسے ہو گئے تھے کہ ایوبولس نے یہ عزم کر لیا کہ ایک عام یونانی اتحاد پیدا کرنے کی جانبازانہ کوشش کر دیکھے کیونکہ صرف اسی اتحاد سے ایتھنز کو ادنی توقع اس امر کی ہو سکتی تھی کہ وہ اس وقت فیلقوس کو شکست دے سکیگا۔ جب یہ کوشش ناکام ہو گئی تو تمام فریقین کو یکساں طور پر صلح کا لابد ہونا محسوس ہو گیا ہوگا اور خود ڈیموس تھینیز نے فلوکراتیس کے ساتھ ہو کر گفت و شنود کے آگے بڑھانے میں کارروائی کی اگرچہ اس کے اطوار ما بعد سے ہمیں بہت ہی خنک معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس صلح کو محض التوائے جنگ ہی خیال کرتا تھا تاکہ اس وقفہ میں ایتھنز اپنی طاقت کو بحال کر کے نئی قوت کے ساتھ اس کشمکش میں در آنے کے لئے تیار ہو جائے۔

اولنتھس میں جو اہل ایتھنز قید ہو گئے تھے انھیں میں اٹراکلس اور ایوکریٹس بھی تھے (موخر الذکر کا اور طرح پر کچھ حال معلوم نہیں مگر مقدم الذکر پھر اس حیثیت سے نمایاں ہوا کہ وہ فیلقوس کے پاس سفیر ہو کر گیا) ان لوگوں کے عزیزوں نے بہت احترام انگیز طور پر مجلس ملکی سے التجا کی، قربانگاہ پر زیتون کی شاخ چڑھائی اور قوم سے یہ منت و آرزو کی کہ وہ ان قیدیوں کے رہا کرانے کی کارروائی کرے۔ فلاکراتیس اور ڈیموس تھینیز نے ان لوگوں کی تائید کی، اس منت و سماجت کے جواب میں (جس کے ساتھ ان لوگوں کی ہمدردی بھی شریک تھی جن کے احباب گرفتار ہو گئے تھے) ایکٹر ارسٹوڈیمس (جو اپنے پیشہ کی ضرورت سے دربار مقدونیہ میں جاتا آتا اور فیلقوس سے ربط رکھتا تھا) ان کی رہائی کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرا ایکٹر نیاپٹولیمس بھی اس کے ساتھ گیا تھا یا کم از کم یہ کہ اس زمانہ میں اس نے بھی مقدونیہ کی طرف سفر اختیار کیا تھا۔ اٹراکلس بغیر کسی فدیہ کے

---

[۱] ممکن ہے کہ نیاپٹولیمس فیلقوس کی بہی خواہی کے پیغامات اس سے قبل بھی لاتا رہا ہو

آزاد کر دیا گیا اور اتھینز میں آ کر اس نے اس شہر کے متعلق فیلقوس کے ٹھیک ارادہ کا ذکر کیا۔ ارسٹوڈیمس کچھ زمانہ تک واپس نہیں آیا جس کی وجہ (بقول اسکینز) یہ تھی کہ اسے کچھ کام در پیش آ گیا تھا اگرچہ اور لوگوں کا خیال یہ ہے (لیکن اس میں غلبہ ظن کم ہے) کہ فیلقوس نے جب یہ سنا کہ اتھینز سے دوسرے یونانی شہروں کو سفارتیں بھیجی گئی ہیں تو اس نے ارسٹوڈیمس کو بطور یرغمال کے روک لیا۔ اہل اتھینز اس کی عدم موجودگی سے بے صبر ہو گئے[1] اور آخر کار (غالباً ۳۴۷ ق م کے آخر موسم گرما میں) اسے واپسی کا حکم دینے کی قرارداد منظور کی۔ اس نے اس کی اطاعت کی اور مجلس کے سامنے جو اطلاع پیش کی اس میں پھر اتھینز کے متعلق فیلقوس کے نیک ارادے کا اعلان کیا اور اس میں یہ بھی اضافہ کیا کہ فیلقوس بہت خوشی کے ساتھ اتھینز سے محالفہ کرے گا۔ ڈیموس تھینیز جو ۳۴۷-۶ ق م کی کونسل کا رکن اور بظاہر ایک با اثر رکن تھا اس نے یہ تجویز کی کہ کونسل نہ صرف اس کے شکریہ کی رائے منظور کرے جیسا کہ رسماً تمام واپس آنے والے سفرا کے لئے ہوا کرتا تھا بلکہ اسے ایک تاج بھی عطا کرے۔

اسی زمانہ کے قریب یہ ہوا کہ جنگ مقدس میں ایک نئی نزاکت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- جبکہ ڈیموس تھینیز کو صلح کی ضرورت کا یقین ہوا ہے کیونکہ ڈیموس تھینیز یہ بیان کرتا ہے کہ کیونکر اس نے قوم کو نیاپٹولیمس کے خلاف متنبہ کر دیا تھا (اگرچہ یہ تنبیہ بے سود رہا) لیکن اولنتھس کے سقوط کے بعد ایسا ہونا مستبعد معلوم ہوتا ہے۔

[1] اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ کونسل نے جب اپنے فرائض کی انجام دہی کا آغاز کیا تو کونسل کی جانب سے ابتدائی متبرک قربانیوں کی انجام دہی کے لئے ڈیموس تھینیز ہی کا انتخاب ہوا اور اس کے سوا وہ دوسرے اعزازانہ کے عہدوں پر بھی مقرر کیا گیا از انجملہ یہ کہ نیمین کے کھیلوں میں شہر کی نمائندگی کے لئے جو جماعت روانہ کی گئی اس کا سرگروہ ڈیموس تھینیز ہی ہوا اور "مہیب دیوی" جس کا مندر اریوپگس کے غار کے نیچے واقع تھا اس کا پجاری بھی وہی بنایا گیا۔

پیش آگئی جس کی وجہ سے اتھنز اور فیلقوس کے تعلقات میں شدید پیچیدگی لاحق ہوگئی، جنگ بغیر کسی فیصلہ کے طوالت پکڑتی جا رہی تھی۔ اہل فوکس، بیوشیا کے اہم شہر آرکومینس، کارونیا اور کورسیائی پر قابض تھے اور اس کے ساتھ الیبونس، تھرونیم اور نکیا کے مقامات پر بھی مسلط تھے جس سے وہ تھرماپیلی کے راستہ پر حاوی ہوگئے تھے مگر ڈلفی کا خزانہ اس جنگ کے اخراجات کی وجہ سے ختم ہوگیا تھا اور یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ فوکس کے بعض سرگردہ مندر کی دولت سے مالامال ہوگئے ہیں۔ فلیکس اپنی سپہ سالاری سے نکال دیا گیا اور اس کے بجائے ڈماکریٹس اور کیلیاس مقرر ہوئے مگر اس کی برطرفی کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ فوج میں تفرقہ پڑ گیا اور اجیر سپاہی بدستور اس کے وفادار رہے اس لئے اگرچہ فرقہ بندی کا مرض رفع نہ ہوا مگر وہی سپہ سالاری پر بحال کر دیا گیا۔ اس حد پر پہنچ کر اہل تھیبز اور اہل تھسالیہ نے جو ہنوز اپنے دشمن کو مغلوب کر سکے تھے "مجلس نائبین دول" کے نام سے فیلقوس سے امداد کی درخواست کی معلوم ہوتا ہے کہ فیلقوس نے یا تو جواب کو ملتوی کر دیا یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ صرف چند سپاہی بھیج دئے کہ اہل تھیبز سے شرائط صلح طے ہو جانے کے قبل انھیں اور بھی ذلیل کرے۔ ڈیاڈورس کا بیان بہر نوع یہی ہے۔ اہل فوکس نے اتھنز سے درخواست کی اور انھوں نے مدد دینے کا وعدہ کیا[1] (یہ وعدہ اس سے قبل ہی ہوا ہوگا جبکہ فیلقوس نے اہل تھیبز کے ساتھ اپنی شرکت قطعی طور پر ظاہر کر دی ہوگی اس اظہار کے بعد اس وعدے کا ہونا بغیر اس کے دشوار معلوم ہوتا ہے کہ فیلقوس کے ساتھ صلح کی گفت و شنود کو شکست کر دیا جاتا) فوکس کے ایلچیوں نے یہ شرط پیش کی کہ اگر اہل اتھنز ان حصاروں پر قبضہ کرنے کے لیے کوئی فوج بھیج دیں جو تھرماپیلی پر حاوی ہیں تو وہ ان حصاروں کو اہل اتھنز کے حوالہ کر دیں گے (اور اس خواہش کے بموجب) اتھنز کے امیر البحر پراکسینس کو فوراً ہی

---

[1] اہل اتھنز کی اس آمادگی کی وجہ بلاشبہ وہ خوشگوار طمع تھا جو اہل فوکس نے ان کے سامنے ڈال دیا تھا یعنے شہر تھرماپیلی پر ان کو اقتدار حاصل ہو جائے گا۔

تھرا پیلی کو روانہ ہو جانے کا حکم دیدیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی قرار دیا گیا کہ پچاس جہازوں کا ایک بیڑا مرتب کیا جائے اور تیس برس سے کم عمر کے تمام شہریوں سے جو خدمت کے لائق تھے اس مہم میں شریک ہونے کی درخواست کی جائے۔

مگر جب پراکیسنس تھرا پیلی پر نمودار ہوا تو فیلیکس نے اسے اہانت آمیز طور پر علیحدہ کر دیا اور آرکیڈیمس جو حکام فوکس کی درخواست پر اسپارٹا سے آیا تھا اس کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوا۔ فوکس کی فوجوں میں تفرقہ اس قدر تھا کہ فیلیکس نے فریق مخالف کے کاموں کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا (اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی فریق نے ایتھنز اور اسپارٹا کو پیغامات بھیجے تھے) اس لئے ان پیغام آوروں کی بھی توہین کی جو حسب معمول ایتھنز سے یہ اعلان کرنے آئے تھے کہ الیوسیم کے "اسرار" کے موسم (ستمبر ۳۴۷ ق م[1]) میں مذہبی التوائے جنگ ہو جائے گا۔ نیز ان ایلچیوں کو قید کر دیا جو مدد کے لئے درخواست لیکر ایتھنز کو گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پراکسنس اپنے سابق مقام اوریس پرالیس آ گیا اور جن پچاس جہازوں کی منظوری ہوئی تھی وہ بہر نوع روانہ نہیں کئے گئے۔ اگرچہ وہ وقت ضرورت کے لئے بندرگاہ میں تیار کھڑے تھے۔ بعد کو ظاہر ہو جائے گا کہ اہل فوکس کے لئے بحیثیت مجموعی فیلیکس کے اطوار مہلک ثابت ہوئے۔

فیلقوس کی نسبت یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کچھ زمانہ تک اپنے کو کسی قطعی کارروائی کا پابند نہیں بنایا تھا کیونکہ آئندہ برس کے موسم بہار تک تمام فریق جن کو اس معاملہ سے دلچسپی تھی سب اس کے ارادے سے بالکل بیخبر معلوم ہوتے تھے۔ تاہم اس نے اپنے سپہ سالار پارمینو کو تھسالیہ میں اس غرض سے بھیجا کہ وہ فارسیلس اور ہیلس کے شہروں کے مناقشہ میں

---

[1] تاریخ کی مشکلات کے لئے تعلیق سوم دیکھنا چاہئے۔

اول الذکر کے مفید مطالب مداخلت کرے اور ہیلس اور نیز اہل فوکس کے ساتھ جو برتاؤ ہوا وہ گفتگوئے صلح کے سلسلہ میں (جس پر اب ہم غور کرنا چاہتے ہیں) ایک متنازعہ فیہ مسئلہ ہوگیا۔

۳۴۶؁ کو شروع ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ فلوکراتیس نے مجلس ملکی میں یہ تجویز پیش کی کہ فیلقوس کے پاس دس سفیر اس غرض سے بھیجے جائیں کہ وہ صلح کے مسئلہ اور نیز ان مسائل پر بحث کریں جو فریقین کے لئے باعث دلچسپی ہوں اور فیلقوس سے یہ بھی درخواست کیجائے کہ وہ اپنے ایسے سفیران خاص ایتھنز کو روانہ کرے جن کے ساتھ صلح کا آخری فیصلہ ہوسکے۔ فلوکراتیس نے ان دس سفیروں میں سے ایک ڈیموس تھینیز کو بھی نامزد کیا اور ناسکلز نے اسکینز کو نامزد کیا[1] اور چونکہ فیلقوس کے ساتھ سابقہ تعلقات کی وجہ سے سفارت میں ارسٹوڈیمس کی امداد کی ضرورت تھی اس لئے ڈیموس تھینیز نے کونسل میں ایک تجویز یہ پیش کی کہ جن جن شہروں میں ارسٹوڈیمس کو اپنے پیشہ کی قرارداد کے لحاظ سے جانا ہے وہاں قاصد بھیجے جائیں اور ان شہروں سے یہ درخواست کیجائے کہ ان قراردادوں کے پورا کرنے سے اسے معذور رکھیں۔ اس سفارت میں اور دوسرے ارکان حسب ذیل تھے۔

ایڑاکلس یسٹیفن فرنیمین (یہ تینوں بھی ارسٹوڈیمس کی طرح فیلقوس کے عنایات سے فیضیاب ہوچکے تھے) خود فلوکراتیس، ناسکلز، ڈرکلیس اور یمن اور انھیں کے ساتھ ایگلیا کرین (ساکن ٹینڈوس) ایتھنز کے حلیفوں کے نمائندے کے طور پر گیا۔

اس حد تک تو واقعات میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے (کیونکہ اگرچہ برس دو برس پہلے جبکہ ایتھنز میں صلح کی بنسبت نفرت کا خیال پھیلا ہوا تھا ڈیموس تھینیز اور اسکینز دونوں گفتگوئے صلح کے کسی قسم کے ذکر سے اپنے

---

[1] ناسکلز غالباً ایوبیولس کے فریق کا کوئی رکن تھا۔